حیاتِ
شیخ عبدالحق محدث دہلوی

خلیق احمد نظامی

ایم۔ اے

استاذ شعبۂ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

مکتبہ رحمانیہ

اردو بازار ○ لاہور

Marfat.com

حیاتِ
شیخ عبدالحق محدّث دہلوی

خلیق احمد نظامی

ایم۔ اے

اُستاذ شعبۂ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڈھ

رفیق اعزازی ندوۃ المصنفین

ناشر

مکتبۂ رحمانیہ

۱۸ ○ اُردو بازار ○ لاہور

پاکستان

Marfat.com

نام کتاب — حیات شیخ عبدالحق
طابع — مقبول الرحمٰن
مطبع — فالکن پریس لاہور
طبع اول — ایک ہزار
ہدیہ — ۳۹ روپے

ناشر
مکتبہ رحمانیہ
۱۸ اُردو بازار لاہور

Marfat.com

انتساب

گردِ خود گردم چو بینم در ہوائے کیستم
ذرّہ ام اما بخورشیدم مقابل کردہ اند

ذاکر صاحب!

مشہور ہے کہ جب سُہیل چمکتا ہے تو اس کی ضَو سے بدرنگ اور کم بہا ادیم رنگین اور بیش قیمت ہو جاتا ہے، اسی طرح کیا عجب کہ آپ کی نظرِ کیمیا اثر سے دیدہ وروں کی نگاہ میں میری اس متاعِ کم ارز کی قدر و قیمت بھی بڑھ جائے۔

کہ گل بہ دستِ تو از شاخ تازہ تر ماند

خاکسار

نظامی

Marfat.com

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ
انتساب	د
پیش لفظ	ح
تعارف	ک
مقدمہ	
ہندوستان میں علوم اسلامی کا نشوونما شیخ محدث سے قبل	۱
عرب وہند کے تعلقات کی ابتدا	۵
سندھ میں اسلامی حکومت کا قیام	۶
سندھ کے علماء و محدثین	۷
عہد غزنوی میں علوم اسلامی کا نشوونما	۸
لاہور کا علمی ماحول	۱۰
غوریوں کی فتوحات سے قبل اسلامی علوم کی حالت شمالی ہندوستان میں	۱۱
سلطنت دہلی کا قیام اور ہندوستان میں علوم دینی کا نشوونما	۱۲
وعظ و تذکیر	۱۵
تعلیمی درسگاہیں ابتدائی دور میں	۱۷
ملتان علوم اسلامی کے مرکز کی حیثیت سے	۱۹
عہد بلبنی کے علماء	۲۱
عہد علائی کے علماء	۲۳
عہد خلجی کا نصاب تعلیم اور مروجہ کتابیں	۲۵
عہد تغلق میں اسلامی علوم کی حالت	۲۷
عہد تغلق کے علماء	۲۸
لودیوں کے عہد میں علوم اسلامی کی نوعیت	۳۰
علوم قرآن	۳۲
علم حدیث	۳۸
دسویں صدی ہجری میں علم حدیث ہندوستان میں	۴۰
فقہی علوم	۴۳
حصہ اول	
سوانح	
باب (۱) اول	
شیخ محدث کا خاندان	۵۱
باب (۲) دوم	
شیخ محدث کے والد ماجد	۶۳
شیخ امان اللہ پانی پتیؒ	۶۵
شیخ سیف الدینؒ شیخ امانؒ کی خدمت میں	۶۶
شیخ سیف الدینؒ کا ذوقِ سخن	۶۷
شیخ سیف الدینؒ کا علمی مرتبہ	۶۹
علالت اور وفات	۷۰
باب سوم	
شیخ محدثؒ کی ولادت اور ابتدائی تعلیم و تربیت	۷۳
باپ کے آغوش میں	۷۶
ابتدائی تعلیم	۷۹
باب (۴) چہارم	
شیخ محدثؒ طالب علم کی حیثیت سے	۸۳

Marfat.com

حفظ کلام پاک ۸۷
دانشمندانِ ماوراء النہر سے تلمذ ۸۸
عبادت و ریاضت کی ابتدا ״

باب (۵) پنجم

تکمیل علم کے بعد ۹۰

باب (۶) ششم

شیخ محدثؒ حجاز کی طرف ۹۶
شیخ وجیہ الدین علوی گجراتیؒ ۹۷

باب (۷) ہفتم

مولانا عبدالوہاب متقیؒ کے قدموں میں ۱۰۲
شیخ عبدالوہاب متقیؒ ״
شیخ عبدالوہاب متقیؒ کے ارشادات اور شیخ محدثؒ پر اُن کا اثر ۱۰۶
شیخ عبدالحقؒ کی تعلیم و تربیت شیخ متقیؒ کی نگرانی میں ۱۰۸

باب (۸) ہشتم

مدینۃ الرسول میں ۱۱۲
قصیدہ ״

باب (۹) نہم

حجاز سے روانگی ۱۱۹

باب (۱۰) دہم

شیخ محدثؒ ہندوستان میں ۱۲۴

باب (۱۱) یازدہم

شیخ محدثؒ کے روحانی مرشد ۱۲۹
والد ماجد سے بیعت ۱۳۰
حضرت سید موسیٰ گیلانیؒ ״
شیخ عبدالوہاب متقیؒ سے ارادت ۱۳۴
حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی خدمت میں ۱۳۶
سلسلہ قادریہ سے خصوصی تعلق ۱۴۲

باب (۱۲) دوازدہم

شیخ محدثؒ اور شاہانِ وقت ۱۴۴

باب (۱۳) سیزدہم

وصال ۱۵۰

باب (۱۴) چہاردہم

شیخ محدثؒ کا مکان، مدرسہ اور کتب خانہ ۱۵۳

حصہ دوم

تالیفات

باب (۱) اول

تفسیر ۱۶۲

باب (۲) دوم

تجوید ۱۶۳

باب (۳) سوم

حدیث ۱۶۴
اشعۃ اللمعات فی شرح المشکوٰۃ ۱۶۵
لمعات التنقیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح ۱۶۸
جمع الاحادیث الاربعین فی ابواب علوم الدین و ترجمۃ الاحادیث الاربعین فی نصیحۃ الملوک و السلاطین ۱۶۹
جامع البرکات منتخب شرح مشکوٰۃ ۱۷۰
رسالہ اقسام حدیث ״
رسالہ شب برات ״
ماثبت بالسنۃ فی ایام السنہ ״
الاکمال فی اسماء الرجال اور اسماء الرجال والرواۃ المذکورین فی کتاب المشکوٰۃ ۱۷۱
شرح سفر السعادہ ۱۷۲

Marfat.com

ترجمہ مکتوب النبی الاہل نی
تعزیۃ ولد معاذ بن جبل ١٧٦

باب (٤) چہارم

عقائد ١٧٧

باب (٥) پنجم

فقہ ١٧٩

باب (٦) ششم

تصوف ١٨٠
تنبیہ العارف بما وقع فی
العوارف (عربی) "
تحصیل التعرف فی معرفۃ
الفقہ والتصوف ١٨١
شرح فتوح الغیب "
ترجمہ غنیۃ الطالبین ١٨٣
انتخاب المثنوی المولوی المعنوی ١٨٤
توصیل المرید الی المراد بیان
الاحزاب والاوراد "
مرج البحرین فی الجمع بین
الطریقین "
نکات الحق والحقیقۃ من
باب معرفۃ الطریقہ ١٨٦
جواب بعض کلمات شیخ احمد
سرہندیؒ ١٨٦
رسالہ وجودیہ "

باب (٧) ہفتم

اخلاق ١٨٧
آداب الصالحین ١٨٨
آداب اللباس "
آداب المطالعۃ والمناظرہ "
تسلیۃ المصاب لنیل الاجر
والثواب "

باب (٨) ہشتم

اعمال واوراد ١٨٩
اجوبۃ الاثنا عشر فی توجیہ
الصلوٰۃ علی سید البشر "
ترغیب اہل السعادات علی
تکثیر الصلوٰۃ علی سید الکائنات "
رسالہ عقد انامل ١٩٠
مطلب الاعلیٰ فی شرح
اسماء الحسنیٰ "

باب (٩) نہم

فلسفہ اور منطق ١٩١

باب (١٠) دہم

تاریخ ١٩٢
جذب القلوب الی دیار المحبوب "
ذکر ملوک ١٩٤
رسالہ نورانیہ سلطانیہ

باب (١١) یازدہم

سیر و تذکرہ ١٩٨
مدارج النبوۃ "
اخبار الاخیار ٢٠٠
احوال ائمہ اثنا عشر خلاصہ
اولاد سید البشر ٢٠٤
انوار الجلیہ فی احوال مشائخ
شاذلیہ "
زبدۃ الآثار منتخب بہجۃ الاسرار "
مطلع الانوار البہیہ فی الحلیۃ
النبویہ ٢٠٥

باب (١٢) دوازدہم

علم نحو ٢٠٦

باب (١٣) سیزدہم

ذاتی حالات ٢٠٧
اجازت الحدیث فی القدیم والحدیث "

Marfat.com

تالیف قلب الالیف بذکر فہارس التوالیف ۲۰۷
زاد المتقین ۲۰۸
وصیت نامہ 〃

باب ۱۴ چہاردہم
خطبات ۲۰۹

باب ۱۵ پانزدہم
مکاتیب ۲۱۰
کتاب المکاتیب 〃
صحیفۃ المودۃ 〃

باب ۱۶ شانزدہم
اشعار ۲۱۱
اشعار جو تصانیف میں ملتے ہیں ۲۱۳
اشعار از صبح گلشن ۲۱۴
فہرست تصانیف شیخ محدثؒ بترتیب حروف تہجی ۲۱۶

حصۂ سوم

شیخ محدثؒ اور اُن کے مُعاصرین ۲۲۱

باب ۱ اوّل
حضرت مجدّد الف ثانیؒ ۲۲۳

باب ۲ دوم
حضرت شاہ ابو المعالیؒ ۲۲۶

باب ۳ سوم
شیخ عبداللہ نیازیؒ ۲۳۰

باب ۴ چہارم
نواب مرتضیٰ خاں شیخ فرید ۲۳۲

باب ۵ پنجم
عبدالرحیم خان خاناں ۲۳۷

باب ۶ ششم
فیضی ۲۴۱

باب ۷ ہفتم
مُلّا عبدالقادر بدایونی ۲۴۵

باب ۸ ہشتم
مرزا نظام الدین احمد بخشی ۲۴۸

باب ۹ نہم
میر سیّد طیب بلگرامیؒ ۲۴۹

باب ۱۰ دہم
محمد غوثی شطاریؒ ۲۵۱

حصّہ چہارم

شیخ محدثؒ کی اولاد ۲۵۱

باب اوّل
شیخ نور الحق مشرقی ۲۵۷
اولاد ۲۶۱

باب دوم
حافظ محمد فخر الدین اور اُن کی اولاد ۲۶۲
فہرست تصانیف اولاد شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ۲۶۵
شیخ نور الحق بن شیخ عبدالحق 〃
شیخ علی محمد بن شیخ عبدالحق 〃
شیخ سیف اللہ بن شیخ نور اللہ بن شیخ نور الحق 〃
شیخ محب اللہ بن شیخ نور اللہ 〃
حافظ فخر الدین بن شیخ محب اللہ 〃
شیخ نور الحق ثانی بن شیخ محب اللہ 〃
شیخ الاسلام بن حافظ فخر الدین ۲۶۶
مولانا محمد سلام اللہ محدث بن مولانا شیخ الاسلام 〃

Marfat.com

مولانا نورالاسلام بن محمد سلام اللہ ۲۶۶

مولانا محمد سالم بن سلام اللہ ؍؍

حصہ پنجم

شیخ محدثؒ کی علمی اور دینی خدمات ۲۶۷

باب (۱) اوّل

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کا ماحول ۲۶۹

مہدوی تحریک ؍؍

علماء کی حالت ۲۷۲

صوفیائے خام ۲۷۴

دربار اکبری ۲۷۵

باب (۲) دوم

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اور ترویج علوم حدیث

باب (۳) سوم

علوم دینی کے احیاء کی جدوجہد ۲۸۰

باب (۴) چہارم

فقہ و حدیث میں تطبیق ۲۹۱

باب (۵) پنجم

فقہ و تصوف میں ارتباط ۲۹۳

باب (۶) ششم

حقیقی تصوف کی حمایت ۲۹۴

باب (۷) ہفتم

عہد اکبری اور شیخ محدث ۲۹۷

باب (۸) ہشتم

شیخ محدثؒ کا انداز تلاش و تحقیق ۳۰۳

باب (۹) نہم

شیخ محدث کا طرز نگارش ۳۰۵

تعلیقات ۳۰۷

شیخ علی متقی ۳۰۹

مکتوب شیخ عبدالحقؒ بنام حضرت مجدد الف ثانیؒ ۳۱۲

فیضی کے خطوط شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے نام ۳۱۵

اکبر کے انتقال پر شیخ محدث کا خط نواب سید فرید مرتضیٰ خاں کے نام ۳۱۸

اہم سیاسی، ادبی اور مذہبی واقعات بہ اعتبار سنین ۳۸۶

Marfat.com

پیش لفظ

از افضل العلماء جناب ڈاکٹر عبدالحق صاحب ایم اے۔ ڈی فل

ممبر پبلک سروس کمیشن مدراس

ہندوستان میں اسلامی عہدِ حکومت کی تاریخ کے بعض علمی اور ثقافتی پہلو ابھی تک تشنۂ مضراب تحقیق ہیں۔ زمانے کے اقتضا، ماحول کے رنگ اور وسائل کے فقدان کو دیکھ کر کبھی کبھی یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ نغمے شاید ہی پردہائے ساز سے باہر نکلیں، اور اس زریں عہد کی تاریخ کی از سرِ نو تشکیل کا خواب شاید ہی شرمندۂ تعبیر ہو سکے لیکن بعض خوش آیند واقعات اور غیر متوقع اسباب کی بدولت یہ اُمید بندھ جاتی ہے کہ وہ دن دور نہیں جب کہ ہمارے قابل فخر مورخین کا طبقہ شاید اس مشکل کام کا بیڑا اُٹھائے اور اسے کامیابی سے انجام کو پہنچائے۔

قرونِ وسطیٰ کی تاریخ ہند کی از سرِ نو تشکیل و ترتیب میں علی گڈھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ تاریخ کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے اور اس سلسلہ میں اس شعبہ کی مساعی نہایت ہی ہمت افزا ہیں۔ ایک زمانہ سے مجھے پروفیسر حبیب اور اُن کے رفقائے کار کی بعض مساعی کا اندازہ تھا۔ خوش قسمتی سے گزشتہ سال چند مہینوں کے لیے علی گڈھ میں قیام اور مسلم یونیورسٹی کی خدمت کا موقعہ ملا تو سب سے پہلے اپنی دیرینہ خواہش کی تکمیل ہوئی اور میں نے نزدیک سے شعبہائے تاریخ و سیاسیات کے کارکنوں کو دیکھا اور اُن کی مساعی کا ایک ادھورا سا اندازہ کر لیا اور مجھے اس امر کے اظہار میں دلی مسرت ہے کہ ان شعبوں کے ممتاز افراد کا

Marfat.com

ذوقِ تحقیق قابلِ داد ہے اور جو کچھ کیا جا رہا ہے وہ ہمارے ملک وملت کی تاریخ کے لیے باعثِ نازش سرمایہ ہے اور اُس کی افادی حیثیت مسلم ہے۔

اس سلسلہ میں ہندوستان میں اسلامی علوم کے نشوو ارتقا کی تاریخ اور مشائخ وصوفیہ کی علمی اور ثقافتی خدمات کی ترتیب وتہذیب کی اہمیت ہرگز نظر انداز نہیں کی جاسکتی، کیونکہ اس کی بدولت نہ صرف تاریخ کے ان مخفی زوایا پر روشنی پڑتی ہے جو ہمارے محققین اور معلمین کی نگاہوں سے ابھی تک پنہاں ہیں بلکہ ان سے سیرت سازی اور تعمیرِ کردار میں بڑی حد تک مدد ومعاونت حاصل ہوتی ہے۔ اس قسم کی ثقافتی تاریخ میں بہت سے ایسے نشانِ راہ اور مینار ملینگے جن کی روشنی سے صرف اُن کے عہد کی تاریکیوں کا ازالہ ہی نہ ہوا بلکہ آنے والی نسلوں کے لیے وہ مشعل راہ کا کام دے رہے ہیں۔ اس عہد کی علمی تاریخ میں بہت سے ایسے علماء اور صلحاء کے کارنامے پیشِ نظر ہونگے جنھوں نے ناسازگار ماحول میں حق پسندی کا دامن اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ ان علماء اور مجددین میں شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ کا ایک ممتاز موقف ہے کیونکہ اس وقت جب کہ علماءِ سوء کی وجہ سے دین میں رخنے پڑ رہے تھے اور مذہب کی بنیادیں کھوکھلی کی جا رہی تھیں، شاہ صاحب کی ہمت اور خلوص کا نتیجہ تھا کہ ہندوستان میں علم حدیث کو فروغ حاصل ہوا۔ شاہ صاحب کی زندگی اور سیرت کے مطالعہ کے بغیر اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے کہ اُن کے دل میں علوم حدیث اور ان کی ترویج واشاعت کا کیسا جذبہ تھا۔ یہ واقعہ ہے کہ شاہ صاحب کے علمی انہماک، درس وتدریس اور مجالسِ ارشاد وہدایت کی کہانی نہایت ہی دلچسپ ہے اور اس کا صحیح اندازہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب کہ اس عہد کے پس منظر کا حقیقی نقشہ پیش نظر ہو۔ اکبری دور کے ملحدانہ خیالات کی رو میں جاہ پرست علماء کے قدم ڈگمگا گئے تھے لیکن شاہ صاحب کے خاندانی ماحول اور تربیت اور سفرِ حرمین شریفین کی وجہ سے ان میں وہ ودیعتیں اُبھر آئی تھیں جن کی بدولت ہندوستان میں علومِ حدیث کے احیاء اور ترویج واشاعت کا سہرا اُن کے

سر رہا۔ اس بنا پر شاہ صاحب کی سیرت کی ترتیب و تدوین کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔
بڑی مسرت کی بات ہے کہ اس اہم کام کو مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ تاریخ کے ایک ہونہار کارکن اور قابل فخر نوجوان خلیق احمد صاحب نظامی نے نہایت ہی خوش اسلوبی سے انجام دیا ہے۔ خلیق صاحب کی گراں قدر خدمات کا اندازہ اُن کی تصانیف سے ہو سکتا ہے، بالخصوص "تاریخ مشایخ چشت" اس سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے اور اس کے غائر مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں وہ ذوق نصیب ہے جس کا ذکر اُنہوں نے شیخ محدثؒ کے طرز نگارش میں کیا ہے۔ شیخ کا مقولہ حقیقت پر مبنی ہے۔

بے ذوق چہ نویسد کہ رونق سخن در ذوق است

وہی ذوق خدائے پاک انہیں کامل طور پر عطا فرمائے، اور ان کی تصنیف کو قبولیت کا شرف حاصل ہو۔

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ!

مدراس　　　　　　　　عبدالحق

Marfat.com

تعارُف

از جناب پروفیسر شیخ عبدالرشید صاحب صدر شعبۂ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڈھ

ہندوستان کی سیاسی اور تمدنی تاریخ میں سولھویں اور سترہویں صدی عیسوی کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس زمانہ میں ایک طرف اگر پُرانا سیاسی نظام منہدم ہوا تو دوسری طرف فکر و نظر کے پرانے سانچے بھی ٹوٹ گئے۔ نئی نئی علمی اور مذہبی تحریکیں منصۂ شہود پر آنے لگیں۔ مسلمانوں کے لیے بعض تحریکیں ہمدردانہ تھیں بعض معاندانہ۔ بہرکیف جب متضاد نظریات آپس میں ٹکرائے تو عمل اور ردِ عمل کا ایک ایسا سلسلہ قائم ہوگیا جس نے فکر و عمل کی صدہا نئی راہیں کھول دیں۔ مذہب کے نظریات بدلے، سماج کی بنیادیں بدلیں، سیاست کے اصول بدلے۔ اس ہمہ گیر تبدیلی کے دور میں اسلامی سماج، مذہب اور معاشرہ کو مختلف منزلوں سے گزرنا پڑا۔ مغلوں کے عروج سے مسلمانوں کے گرتے ہوئے سیاسی ستون کو سہارا مل گیا اور سیاسی استحکام کا نیا دور شروع ہوا۔ دوسری طرف مذہبی انتشار اور دینی گمراہیوں کو دور کرنے کے لیے متعدد مذہبی اور اصلاحی تحریکیں وجود میں آئیں۔ سید محمد مہدی جون پوری سے لے کر حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ تک دینی اصلاح و تربیت کے لیے پُرخلوص اور مسلسل جدوجہد جاری رہی۔ ان بزرگوں کی راہیں مختلف تھیں، بعض اوقات طریقۂ کار بھی مختلف تھا لیکن منزل مقصود ایک تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کی دینی فکر کو اس طرح بیدار کیا جائے جس سے اسلامی معاشرہ کو صحیح اصولوں پر منظم کرنے کا کام لیا جاسکے۔ اور جس کے سایہ میں اسلام ایک علیحدہ مستقل دینی ادارہ کی حیثیت سے قائم رہ سکے۔

اکبر نے اپنی غیر مسلم رعایا پر قابو پانے کے لیے جو طریقے اختیار کیے اُن سے علماء میں

Marfat.com

کافی اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ ایک طبقہ اس کے طریقۂ کار اور اعمال کی پرجوش تائید کرتا تھا، دوسرا طبقہ اس کی حرکات کو قطعی طور پر شریعت اسلامی کے منافی قرار دیتا تھا حضرت مجدد الف ثانی رحمہ نے اکبر کے ان غیر شرعی اعمال کا سختی سے مقابلہ کرتے ہوئے اس کے دربار کے بعض ممتاز امراء کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ اس طرح اس درباری جماعت میں بھی رخنہ پڑ گیا، جو اکبری طریقۂ کار کو سراہا کرتی تھی بہر حال حضرت مجدد الف ثانی کی تحریک جس میں حکومت کے اعمال سے تعرض تھا ایسی نہ تھی جس میں اختلاف رائے نہ ہوتا، برخلاف اس کے حضرت شیخ عبدالحق دہلوی کی تحریک خالص مذہبی تحریک تھی جو ایسے اختلاف کی زد میں نہ آسکی کیونکہ وہ تمام عالم کے مسلمانوں کے لیے جس میں حکمران اور غیر حکمراں طبقے سب ہی داخل تھے، اسوۂ رسول صلعم کو ایک عملی پروگرام کی حیثیت سے پیش کرتی تھی۔ اسی لیے اربابِ حکومت سے کسی قسم کا تصادم نہ ہوا لیکن اثرات بہت گہرے ہوئے اور ہندوستان میں اسلامی علوم کے احیاء کا ایک نیا دور شروع ہو گیا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح کی سب سے بڑی خدمت یہی تھی کہ اُنھوں نے مسلمانانِ ہند کے بکھرے ہوئے شیرازے کو درسِ حدیث کے ذریعے منظم کر دیا، اور ان میں دینی غور و فکر کی وہ صلاحیتیں اُبھار دیں جنھوں نے مسلمانوں کے معاشرہ میں ایک نئی جان ڈال دی۔ علاوہ ازیں انھوں نے حدیث کی مستند کتابوں کو فارسی میں منتقل کر کے اور مدارج النبوۃ کی ترتیب فرما کر ہندی مسلمانوں پر جو احسان کیا ہے وہ اسلامی تاریخ کا طالب علم کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ سترہویں صدی میں مسلمانوں کی مذہبی، سیاسی، علمی اور سماجی اصلاح و تربیت کا سہرا حضرت مجدد الف ثانی رح اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح ہی کے سر ہے۔ ان دونوں بزرگوں نے اپنے زمانے کی مذہبی بے راہ روی کو دور کیا اور علوم اسلامی کے احیاء کے لیے پُرخلوص جد و جہد کی۔ حضرت مجدد صاحب رح سے متعلق پچھلے دنوں میں کچھ کام گو کسی حد تک نامکمل ہی سہی ہو چکا ہے لیکن شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح کے

Marfat.com

حالات زندگی اب تک تشنۂ تفسیر وتعبیر تھے۔ مجھے خوشی ہے کہ اس کمی کو ایک ایسے شخص نے پورا کیا ہے جس سے بہتر اس کام کو کوئی دوسرا انجام نہیں دے سکتا تھا۔

میرے نوجوان دوست اور شریک کار خلیق احمد صاحب نظامی نے قرونِ وسطیٰ کے ذہنی اور تمدنی حالات زندگی کا بڑی گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے۔ اس میں مستقل انہماک نے اُن کی نظر میں بڑی گیرائی اور خیالات میں بڑی وسعت پیدا کردی ہے۔ پیش نظر کتاب پانچ حصوں پر مشتمل ہے۔ شروع میں ایک مقدمہ ہے اور آخر میں تعلیقات، مقدمہ میں مصنف نے شیخ محدثؒ سے قبل ہندوستان میں علوم اسلامی کے نشوونما کا جائزہ لیا ہے۔ اور اسلامی ہند کے مختلف زمانوں میں علوم دینی کی حالت پر بحث کی ہے۔ اس مقدمہ کے مطالعہ سے ہندوستان کی علمی اور دینی تاریخ میں شیخ محدثؒ کا صحیح مقام متعین کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے حصۂ اول میں جو سوانح سے متعلق ہے چودہ باب ہیں جن میں شیخ کی زندگی کا ایک ایک گوشہ اُجاگر کیا گیا ہے۔ اُن کے خاندان کے حالات، ابتدائی تعلیم وتربیت، حجاز میں تعلیم، ہندوستان میں قیام درس گاہ وغیرہ پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ اور خود شیخ کی تصانیف اور معاصرین کے تذکروں سے اُن کے حالاتِ زندگی بڑی محنت سے جمع کیے گئے ہیں۔ حصہ دوم تصانیف سے متعلق ہے اور سولہ ابواب پر مشتمل ہے۔ ان میں شیخ کی ایک ایک تصنیف پر بحث کی گئی ہے قلمی نسخوں کا پتہ لگایا گیا ہے اور مطبوعہ نسخوں کی تفصیل دی گئی ہے کتاب کے تیسرے حصہ میں شیخ محدثؒ کے اُنکے معاصرین سے تعلقات پر بحث کی گئی ہے۔ اور مجدد صاحبؒ، عبدالرحیم خان خاناں، فیضی وغیرہ سے ان کے تعلقات کی نوعیت بتائی گئی ہے۔ چوتھے حصہ میں شیخ کی اولاد کا تذکرہ ہے۔ پانچویں باب میں مصنف نے شیخ محدثؒ کی علمی اور دینی خدمات کا جائزہ بڑی گہری نظر سے لیا ہے۔ اور شیخ کا ماحول بیان کرنے کے بعد اُن کی خدمتِ حدیث، فقہ، تاریخ، ادب وغیرہ پر بحث کی ہے، آخر میں تعلیقات ہیں جن میں دو نادر اور نایاب علمی جواہر پارے درج ہیں۔ ایک شیخ محدثؒ کا وہ رسالہ جو انھوں نے مجدد صاحبؒ کے بعض نظریات

Marfat.com

کی تردید میں لکھا تھا اور دوسرے فیضی کے وہ غیر مطبوعہ مکتوبات جو اس نے شیخ کے نام لکھے تھے یہ دونوں چیزیں پہلی مرتبہ شائع ہو رہی ہیں اور نظامی صاحب قابلِ مبارکباد ہیں کہ ان کی تشنگیِ طلب نے اُن کو ان نوادر تک پہنچایا۔

خلیق احمد صاحب نظامی نے شیخ محدثؒ کی اتنی مکمل اور جامع حیات طیبہ لکھ کر اسلامی ہند کی علمی اور ذہنی تاریخ کا ایک اہم پہلو اُجاگر کر دیا ہے۔ ضیاء الدین برنی نے کہا ہے:

"نفاست علم تاریخ آنست کہ از دانستن علم تاریخ شیم ناجیان و عادلان و نیکوکاران

ونجات وہ درجات ایشاں در دل می نشیند"

حقیقۃً نظامی صاحب نے یہی خدمت انجام دی ہے۔ شیخ محدثؒ کی طرح جن کے حالاتِ زندگی انہوں نے مرتب کیے ہیں، خود انہوں نے کمال غیر جانبداری اور غور و فکر کے ساتھ لکھا ہے۔ اور شیخ کے زمانے کے سماجی اور ذہنی ماحول کی ایسی مکمل اور جامع تصویر بہم پہنچائی ہے جو بلاشبہ عرصہ تک اپنے موضوع پر سب سے زیادہ مستند اور معتبر سمجھی جائیگی کیونکہ یہ ایسے شخص کے قلم سے نکلی ہوئی تصنیف ہے جس نے ہندی مسلمانوں کی علمی اور دینی تاریخ کا غائر نظر سے مطالعہ کیا ہے۔

۸۔ شبلی روڈ
مسلم یونیورسٹی علی گڈھ

شیخ عبد الرشید

Marfat.com

مُقدّمہ

ہندوستان میں علومِ اسلامی کا نشو و نما

شیخ محدّث سے قبل

Marfat.com

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ کو اسلامی ہند کی علمی اور مذہبی تاریخ میں ایک خاص اہمیت اور عظمت حاصل ہے۔ تقریباً نصف صدی تک دہلی میں اُن کی خانقاہ علم و فضل کا گہوارہ اور ارشاد و تلقین کا مرکز رہی ہے۔ ہزاروں تشنگان علم نے وہاں آکر اپنی پیاس بجھائی ہے اور سیکڑوں گم گشتگانِ علم نے وہاں آکر روشنی حاصل کی ہے ؎

سالہا گوش جہاں زمزمہ زا خواہد بود
زیں نواہا کہ دریں گنبد گردوں زدہ است

یہ زمانہ وہ تھا جب دنیا پرستی کی لعنت نے عزم و راستی کی روح کو مردہ کر دیا تھا۔ مذہبی گمراہی کے سوت، محلوں سے پھوٹ کر جھونپڑوں میں بہہ رہے تھے۔ مذہب "کرمک شب تاب"[1] کی صورت ہو چکا تھا، شریعت و سنت سے بے اعتنائی بڑھ رہی تھی۔ علماء کے دامن ہوا و حرص میں آلودہ تھے، صوفیہ دنیا پرستی میں غرق تھے۔ سرمایہ ملت منتشر ہو رہا تھا۔ قرآن و حدیث سے رابطہ ٹوٹ چکا تھا۔ الحاد و زندقہ حکمت و اجتہاد کے دل فریب عنوان سے پھیلایا جا رہا تھا۔؎

غرض فتنوں کی شوریدہ سری ایک رنگ لائی تھی

کہ حجاز کے ایک خضر طریقت اور منبع علم و فضل بزرگ حضرت شیخ عبد الوہاب متقیؒ نے اپنے حلقۂ تلامذہ سے ایک ہونہار ہندوستانی طالب علم کو یہ کہہ کر کھڑا کر دیا:-

---

[1] مکتوبات مجدد الف ثانیؒ

Marfat.com

"بہ دہلی واپس باید رفت زیراکہ دہلی بہ فراق شما نالاں است"	دہلی واپس جانا چاہیے کیونکہ دہلی تمہاری جدائی میں نالاں ہے۔

اس شخص کا ہندوستان آنا گویا ایک علمی انقلاب کا رونما ہونا تھا۔ علوم دینی جن پر عرصہ سے مردنی چھائی ہوئی تھی اس کی مسیحائی سے جلا پا گئے۔ کتاب وسنت کی روشنی میں دعوت واصلاح کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ خود اس نے اپنی زندگی کا واحد مقصد احیاء علوم دین اور ترویج شریعت کو قرار دیا اور پکار کر اعلان کیا ـــــ

"ایں بندہ ماموراست[1] کہ جز در ابواب دین وملت کہ باعث ترویج وتجدید شریعت وموجب حفظ عقائد واحکام سنت باشد تکلم نکند وازدائرہ اعتدال وحیطۂ احتیاط بیروں نیفتد"[2]

---

[1] یہاں لفظ ماموریں وہی اعلان اور ایقان نظر آتا ہے جو مجدد صاحبؒ کے اس جملے:

"اے فرزند! باوجود ایں معاملہ کہ بہ خلقت من مربوط بودہ است کارخانہ عظیم دیگر بمن حوالہ فرمودہ اند" مکتوب ۶ دفتر دوم۔ ص ۱۷۔

یا شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے اس ارشاد:

"بسرم در دادند کہ ایں حقیقت بہ مردم برساں، امروز وقت تست وزبان زمان تو"

میں مضمر ہے۔ حقیقت میں توفیق الٰہی بھی بعض صلاحیتوں کے لیے ان کا دائرہ عمل متعین کرتی ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے "دعوت" اور "عزیمت دعوت" پر تذکرہ (ص ۲۳۹۔۲۴۴) میں جو بصیرت افروز بحث کی ہے اس کی روشنی میں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے اس اعلان کو دیکھا جائے تو اسلامی ہند کی علمی تاریخ میں ان کا صحیح مقام متعین ہو جاتا ہے۔

شاہ صاحبؒ نے دوسرے جملے میں گویا اپنے طریقۂ کار کا پورا اندازہ بتا دیا ہے ـــــ "از دائرہ اعتدال وحیطۂ احتیاط بیروں نیفتد"۔ ان کا کام احیاء علوم تھا اس میں احتیاط اور اعتدال کی راہ سب سے زیادہ مستحسن تھی۔ زندگی کے پورے نظام کو از سر نو ترتیب دینے اور حالات کا رخ بدلنے کے لیے جس "مجاہدانہ بے باکی" اور "سرفروشی" کی ضرورت تھی اس کے لیے فطرت نے حضرت مجدد صاحبؒ کا انتخاب کیا تھا۔

[2] کتاب المکاتیب والرسائل۔ ص ۲۔

Marfat.com

چورانوے سال کی عمر میں جب داعی اجل کو لبیک کہنے کا وقت آیا تو اس کی تصنیفات کے ہزاروں صفحات اس اعلان کی پابندی میں اُس کے ذوق وانہماک کی شہادت دے رہے تھے۔ ہزاروں انسان جن کے قلوب شریعت وسنت کے احترام سے معمور تھے اُس کے احسان کی گرانباری کو محسوس کر رہے تھے۔ درس وتدریس کا ایک نیا سلسلہ شمالی ہندوستان میں پھیل چکا تھا اور فضاؤں میں یہ آواز سُنائی دے رہی تھی ؎

جہانے را دگرگوں کرد یک مرد خود آگاہے

اسلامی ہند کی تاریخ میں ان کا صحیح مقام متعین کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اُن سے قبل ہندوستان میں علوم دینی کے نشوونما کا مطالعہ کیا جائے۔

عرب وہند کے تعلقات کی ابتداء

عرب اور ہندوستان کا تعلق بہت قدیم ہے۱ ظہور اسلام سے صدیوں پہلے سے عرب کے تاجر سواحل ہند سے تجارت کرتے تھے۔ اور ان دونوں ملکوں میں تجارتی تعلقات کا ایک مضبوط رشتہ قائم تھا۔ پیغمبر اسلام ؐ کی بعثت کے بعد بھی یہ تعلقات بدستور قائم رہے۔ مسلمان عربوں نے سواحلِ ہند پر اپنی نوآبادیاں بنا لی تھیں اور وہاں اپنا کاروبار کرتے تھے ان مسلمان تاجروں کو تبلیغ واشاعت کے کام سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ ممکن ہے کہ تجارت کے سلسلہ میں انہوں نے چند عربی الفاظ ہندوستان کو دیے ہوں اور کچھ ہندوستانی الفاظ قبول کر لیے ہوں، لیکن مجموعی طور پر وہ ہندوستان کی تمدنی زندگی پر اثرانداز نہ ہو سکے۔ پروفیسر محمد حسین نینار کا خیال ہے کہ ان تاجروں نے ایک ہندو کو بھی حلقہ بگوش اسلام نہیں بنایا۔۲

---

۱ مولانا سید سلیمان ندوی نے عرب وہند کے تعلقات (الہ آباد۔ ہندوستانی اکاڈیمی۔ یو۔ پی ۱۹۳۰ء) میں اس پر تفصیلی بحث کی ہے۔

۲ پروفیسر نینار نے دسویں صدی کے ایک عرب سیاح کا قول نقل کیا ہے۔
Arab Geographer's Knowledge of South India
p. 108.

سندھ میں اسلامی حکومت کا قیام

عربوں کا ہندوستان سے دوسرا رابطہ اُس وقت قائم ہوا جب ۹۳ھ/۷۱۱-۱۲ء میں محمد بن قاسم نے سندھ پر عربی حکومت کا پرچم لہرایا۔ یہ زمانہ وہ تھا جب اسلامی دنیا بنی اُمیہ کے زیر نگین تھی۔ مسلمانوں کی فتوحات کا سیلاب ایک طرف اسپین، اور دوسری طرف وسط ایشیا تک پہنچ چکا تھا۔ اور اسلامی علوم کی داغ بیل ڈالی جا رہی تھی۔ مکہ، مدینہ، بصرہ اور کوفہ میں بڑی علمی سرگرمی کے مظاہرے ہو رہے تھے۔

بصرہ ایران سے متصل تھا اور وہیں سے خراسان پر حکومت کی جاتی تھی۔ اس لیے عجمی اقوام سے تعلقات قائم کرنے کی دشواریوں کا احساس سب سے پہلے بصرہ والوں کو ہوا۔ عجمی قوموں کو عربی زبان سے کس طرح آشنا کیا جائے؟ قرآن پاک کی تعلیم عجمی مسلمانوں کو کس طرح دی جائے؟ —— ان سوالات کا جواب، محلِ وقوع کی بنا پر بصرہ ہی کو دینا تھا اور اسی نے دیا۔ ابو الاسود بصری (المتوفی ۶۹ھ/۶۸۸ء) نے عربی قواعد کو ترتیب دے کر عربی زبان کے نشو و نما اور ترقی کی راہیں کھول دیں۔ اس کے بعد الخلیل بن احمد بصری (المتوفی ۱۷۰ھ/۷۸۶ء) نے عربی زبان کی سب سے پہلی قواعد الکتاب لکھی۔ پھر اسی زمانہ میں احادیث کے جمع کرنے اور تدوین فقہ کا خیال پیدا ہوا۔ اور کوفہ و بصرہ میں سیکڑوں کی تعداد میں علماء نے علم حدیث کی طرف توجہ کی۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، امام حسن بصری، امام زہری، مسروق بن الاجدع، عبیدہ بن عمرو، اسود بن یزید، ابو عمر النخعی، ذر بن حبیش، ربیع بن خثیم، عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ، ابو عبد الرحمن السلمی، شریح بن ہانی، قیس بن ابی حازم، محمد بن سیرین، شعبہ بن حجاج، قتادہ بن دعامہ، امام شعبی، سلمۃ بن کہیل، محارب بن دثار، ابو اسحٰق سبعی، عون بن عبد اللہ، سماک بن حرب، عمرو بن مرۃ، منصور بن المعتمر اور ابراہیم بن محمد کی بدولت ہر جگہ حدیث و روایت کے چرچے پھیل گئے تھے۔ اور کوفہ و بصرہ کا ایک ایک گھر حدیث و روایت کی درس گاہ بن گیا تھا۔[۱]

[۱] صفحہ ۷ پر دیکھیے

Marfat.com

یہ کیسے ممکن تھا کہ عربی ممالک کی ان علمی اور دینی تحریکات کی صدائے بازگشت سندھ میں نہ سنی جاتی! فتح سندھ کے بعد علماء و مشاہیر کی ایک کثیر تعداد ہندوستان کی طرف متوجہ ہوگئی اور منصورہ، بھکر، دیبل وغیرہ میں علوم اسلامی کا چرچہ شروع ہوگیا۔

سندھ کے علماء و محدثین

علامہ سمعانی نے اپنی مشہور تصنیف کتاب الانساب میں بہت سے ایسے علماء و محدثین کا ذکر کیا ہے جن کی نسبت منصورہ، دیبل وغیرہ کی طرف ہے۔ دیبل میں محمد بن ابراہیم، شعیب بن محمد، ابو العباس، محمد بن محمد، محمد بن حسن، احمد بن عبداللہ وغیرہ کا شمار اعلیٰ محدثین میں ہوتا تھا۔ اور ان بزرگوں نے وہاں کی علمی فضا کو چار چاند لگا دیے تھے۔

مولانا ابو حفص ربیع بن صبیح بصرہ کے رہنے والے تھے۔ تبع تابعین میں ان کا شمار تھا۔ وطن سے ہجرت کرکے سندھ آگئے تھے اور وہیں ۱۶۰ھ مطابق ۷۷۶ء میں وصال فرمایا تھا[1]۔ حدیث کے متبحر عالم تھے۔ تذکرہ علمائے ہند میں لکھا ہے:

"گویند وے اول مصنفیں در امت اسلامیہ است ..."[2]

ابو معشر نجیح بن عبدالرحمٰن سندھی حدیث، مغازی اور فقہ میں بڑی شہرت رکھتے تھے۔ سمعانی نے بڑی عزت سے اُن کا ذکر کیا ہے۔ ان کے اساتذہ میں محمد بن کعب قرظی، ہشام بن عروہ، نافع وغیرہ تھے اور تلامذہ میں محمد بن ابی معشر، ابو نعیم، وکیع، محمد بن عمر واقدی، امام سفیان ثوری وغیرہ جیسے مشاہیر شامل تھے۔ بغداد میں سکونت اختیار کرلی تھی اور وہاں حدیث کا درس دیتے تھے۔ رمضان ۱۷۰ھ مطابق ۷۸۶ء میں وصال فرمایا اور بغداد کے مقبرہ کبیر میں سپرد خاک کیے گئے۔[3]

(حاشیہ صفحہ ۶) [1] تفصیل کے لیے فتوح البلدان، معجم البلدان، فتح المغیث، تذکرۃ الحفاظ علامہ ذہبی، مرأۃ الجنان یافعی، تہذیب التہذیب کا مطالعہ ضروری ہے۔

حاشیہ صفحہ ہذا: [1] سبحۃ المرجان - ص ۲۶، [2] تذکرہ علمائے ہند - ص ۳۔
[3] تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص ۲۱۲۔

Marfat.com

سندھ کے چند اور مشہور علماء وفضلاء جن کا ذکر تذکروں میں ملتا ہے :-

(۱) ابونصر سندھی

(۲) ابوالعطا سندھی

(۳) ابو ضلع سندھی

(۴) ابونصر فتح بن عبداللہ سندھی

ابوالقاسم مقدسی دسویں صدی عیسوی میں ہندوستان آیا تو اس نے محدثین کی ایک کثیر جماعت اس ملک میں دیکھی۔ ابو محمد منصوری سے اس کی ملاقات ہوئی۔ لکھتا ہے کہ ان کی بہت سی عمدہ تصانیف ہیں۔ سندھ میں اسلام کی حالت کے متعلق رقمطراز ہے :" ..... اسلام کو تازگی حاصل ہے اور علم اور اہل علم یہاں بہت ہیں"

اس میں شک نہیں کہ سندھ میں علوم اسلامی نے کافی ترقی کرلی تھی اور سندھ کے بعض علماء عربی دنیا میں بڑی عزت اور وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے لیکن یہ حقیقت بھی اپنی جگہ ہے کہ سندھ سے اسلامی علوم کا قافلہ ملک کے دوسرے حصوں میں نہ جاسکا ہندوستان کی یہ ایک بدقسمتی بھی تھی کہ مسلمانوں کے سیاسی ادارے اور دینی علوم جو یہاں آئے وہ براہِ راست عرب سے نہ آسکے بلکہ عجمی ممالک میں طویل مسافت طے کرنے کے بعد یہاں پہنچے۔ اور وہ بھی اس وقت جب دیارِ عجم میں اسلامی علوم پر مردنی چھائی ہوئی تھی۔

عہد غزنوی میں علوم اسلامی کا نشو و نما

غزنوی فتوحات سے ہندوستان میں کی سیاسی اور تمدنی زندگی میں ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے سلطان محمود نے ۹۹۹ء سے ۱۰۳۰ء تک ہندوستان کو اپنی جہانگشایانہ ہمت کا بازیچہ بنائے رکھا اور کم و بیش سترہ بار اس کو زیر و زبر کیا۔ جہاں تک مستقل سیاسی اقتدار جانے کا تعلق ہے محمود نے پنجاب سے باہر کسی علاقہ کو اپنی

Marfat.com

حکومت میں شامل نہیں کیا۔ لیکن پنجاب میں ایسی مستحکم حکومت کی بنیاد ڈال دی کہ غزنی کی تباہی و بربادی کے بعد بھی پنجاب پر اس کے خاندان کا قبضہ رہا۔

جس وقت پنجاب پر غزنویوں کا تسلط قائم ہوا تھا اُس وقت تمام اسلامی علوم مثلاً تفسیر، حدیث، فقہ اور تصوف اچھی طرح نشو و نما پا چکے تھے خصوصیت کے ساتھ جو بات ذہن میں رکھنے کی ہے وہ یہ ہے کہ ان سب علوم نے عجمی ممالک میں ترقی کی تھی۔ غزنی جو محمود کے زمانے میں اسلامی عجم کا سب سے بڑا علمی مرکز تھا ان سب علوم کا گہوارہ بن گیا تھا۔ جب پنجاب سلطنت غزنی کا ایک ٹکڑا ہو گیا تو ناممکن تھا کہ وہ دارالحکومت کے ماحول سے متاثر نہ ہوتا!

قرآن پاک کی سب سے مشہور تفسیر کشاف کے مصنف ابوالقاسم محمود بن عمر زمخشری (۱۰۷۵-۱۱۴۴ء) خوارزم میں پیدا ہوئے تھے اور وہیں وفات پائی۔ حدیث کی مندرجہ ذیل چھ مستند کتابوں۔

صحیح بخاری: امام محمد بن اسمٰعیل بخاری (۸۷۰ء)

صحیح مسلم: مسلم بن الحجاج نیشاپوری (۸۷۵ء)

سنن ابوداؤد: ابوداؤد بصری (۸۸۸ء)

جامع ترمذی: ابوعیسیٰ محمد الترمذی (۸۹۲ء)

سنن ابن ماجہ: ابن ماجہ قزوینی (۸۸۶ء)

سنن نسائی: ابوعبدالرحمٰن نسائی (۹۱۵ء)

کے جمع کرنے والے بزرگوں کی وطنی نسبت پر غور کیجیے۔ سب عجم سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہی حال فقہاء کا تھا۔ بیشتر فقیہ عجمی ممالک میں پیدا ہوئے اور وہیں اپنے علوم کو ترقی دی۔ تصوف تو ایک حد تک عجم ہی کی پیداوار تھا۔ اس کی بیشتر تصانیف غزنی اور اس کے اردگرد کے علاقہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ صوفیانہ شاعری غزنی میں پیدا ہوئی۔ حکیم سنائی جو بقول مولانا رومؒ

Marfat.com

تصوف کی آنکھ کی مانند ہیں، غزنی ہی کے تھے ــــ ان حالات میں سلطنت غزنین کا ایک اہم حصہ پنجاب کس طرح ان علوم سے نابلد اور ناآشنا رہ سکتا تھا؟ ــــ یہ سب علوم وہاں پہنچے اور حالات کی مناسبت سے نشوونما پایا۔

لاہور کا علمی ماحول

غزنویوں کے دور میں پنجاب کے جس شہر نے علمی اور تمدنی اعتبار سے سب سے زیادہ ترقی کی وہ لاہور تھا۔ فتوحات غزنویہ کے بعد علماء و مشائخ کے قافلے اس طرف رجوع ہوگئے۔ ان میں سے فضل تقدم شیخ اسمٰعیل بخاریؒ کو حاصل ہے۔ تذکرۂ علمائے ہند میں ان کے متعلق لکھا ہے:

"از عظمائے محدثین و مفسرین بود، اول کسے است کہ علم حدیث و تفسیر بہ لاہور آوردہ"[1]

اُن کی زندگی کے آخری سالوں میں خواجہ حسین زنجانیؒ اس شہر میں اُن کے معاصر تھے۔ فوائد الفواد[2] میں ہے:

"شیخ حسین زنجانی و شیخ علی ہجویری ہر دو مرید یک پیر بودند و آں پیر قطب عہد بودہ است، حسین زنجانی دیر یار ساکن لہاور بود، بعد از چند گاہ پیر ایشاں خواجہ علی ہجوری عرضداشت کرد کہ شیخ حسین زنجانی آنجا ہست، فرمود کہ تو برو، و چوں علی ہجوری بحکم اشارت در لہاور آمد شب بود، بامداداں جنازہ شیخ حسین را بیروں آوردند"[2]

شیخ علی ہجویری المعروف بہ حضرت داتا گنج بخش (المتوفی ۴۶۵ھ؍۱۰۷۲ء) غزنی کے ایک گاؤں ہجویر کے رہنے والے تھے۔ علم و فضل، زہد و ورع میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ اپنے عہد کے مشہور علماء مثلاً حضرت ابو العباس بن محمد الاشقانیؒ، شیخ ابوجعفر محمد بن المصباح الصیدلانی وغیرہ سے تلمذ تھا۔ باطنی اصلاح و تربیت کے لیے شام، عراق، بغداد، آذربائیجان، طبرستان

---

[1] تذکرہ علمائے ہند۔ ص ۲۳ [2] فوائد الفواد۔ ص ۳۵۔

Marfat.com

کرمان، خراسان، ماوراءالنہر اور ترکستان وغیرہ کا سفر کیا تھا اور مشاہیر صوفیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، لاہور پہنچ کر انہوں نے علم و عرفان کی شمع روشن کی اور تصوف کی تعلیمات کو عام کر دیا۔ انہوں نے متعدد کتابیں بھی تصنیف کی تھیں، لیکن اب صرف کشف المحجوب دستیاب ہوتی ہے، داراشکوہ اس کے متعلق لکھتا ہے:

"ہیچ کس را برآں سخن نیست، و مرشدے ست کامل، در کتب تصوف بخوبی آں در زبان فارسی کتابے تصنیف نہ شدہ" [۱]

ان علماء و مشائخ کی کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ لاہور نہ صرف "مرکز اسلام ہند" شمار کیا جانے لگا بلکہ اس کو "ثانی دارالملک غزنین"[۲] کا رتبہ حاصل ہوگیا۔ تاج المآثر کے مصنف حسن نظامی نے اس کو قبلہ احرار و ابرار، "کعبۂ اشراف" "مرکز اہل تقویٰ" "مامن زہاد و عباد" اور "مسکن اقطاب و اوتاد" لکھا ہے۔ علمی اور دینی فضلا کے متعلق اس کا یہ اعلان ہے:[۳]

بنیاد شریعت اندرو محکم | بنیاد ضلالت اندرو ویراں
از ہر صد تن نود درو عالم | از ہر دہ نہ مفسر قرآں

وہاں کتب خانوں کی یہ حالت تھی کہ فخرالدین مبارک شاہ نے جب بحرالانساب کی تالیف شروع کی تو نسب جیسے موضوع پر ایک ہزار کتابیں اُس کو مل گئیں۔ خود لکھتا ہے:

"کم و بیش ہزار پارہ کتاب مطالعہ افتاد" [۴]

غوریوں کی فتوحات سے قبل اسلامی علوم کی حالت شمالی ہندوستان میں

عموماً یہ خیال کیا جاتا ہے کہ شمالی ہندوستان میں مسلمانوں کی آبادی، ان کے مذہبی اور تمدنی ادارے غوریوں کی فتوحات کے بعد وجود میں آئے لیکن یہ خیال حقیقت کے خلاف ہے۔ شمالی ہندوستان میں مسلمانوں کا

[۱] سفینۃ الاولیاء، ص ۱۶۴۔ (نولکشور ۱۸۷۲ء) [۲] تاریخ فخرالدین مبارک شاہ۔ ص ۳۰۔
[۳] تاج المآثر (قلمی نسخہ) [۴] تاریخ فخرالدین مبارک شاہ۔ ص ۶۶۔

Marfat.com

سیاسی اقتدار قائم ہونے سے قبل مسلمان یہاں آباد ہو گئے تھے اور انہوں نے اپنی خانقاہیں مدرسے اور مسجدیں قائم کر لی تھیں۔ ہندوستان کی سب سے بڑی خانقاہ اور ہندی مسلمانوں کا سب سے بڑا روحانی مرکز — اجمیر — پرتھوی راج کے عہد حکومت میں قائم ہوا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ پرتھوی راج کے زمانہ میں ہندوستان آئے اور اجمیر کو اپنا مستقر بنا کر چشتیہ سلسلہ کی نشر و اشاعت میں مصروف ہو گئے۔[۱]

اجمیر کے علاوہ بدایوں، ناگور، قنوج، بہرائچ اور بہار کے بعض اضلاع میں محمد غوری کی فتوحات سے قبل مسلمانوں کی نوآبادیات قائم ہو گئی تھیں۔ مولانا رضی الدین حسن صغانی صاحب مشارق الانوار، کے متعلق شیخ نظام الدین اولیاء کا بیان ہے:

"او از بدایوں بود"[۲]

شیخ رضی الدین ۵۷۷ھ مطابق ۱۱۸۱ء میں پیدا ہوئے تھے، ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ ۶۱۵ھ مطابق ۱۲۱۸ء میں ہندوستان کا یہ مایہ ناز فرزند جب بغداد پہنچا تو بڑے بڑے عالموں کی گردنیں اس کے سامنے جھک گئیں — ظاہر ہے کہ اُن کی تعلیم نہایت اعلیٰ پیمانے پر ہوئی ہوگی اور یقیناً بدایوں میں اُس وقت اچھے علمی ادارے موجود ہوں گے۔

سلطنت دہلی کا قیام اور ہندوستان میں علوم دینی کا نشوونما

ہندوستان میں مسلمانوں کی علمی اور ادبی زندگی کا آغاز حقیقت میں سلطنت دہلی کے قیام سے ہوتا ہے۔ سلطنت دہلی کی بنیاد ایسے زمانہ میں رکھی گئی تھی جب وسط ایشیا میں

۱؎ سیر الاولیاء۔ ص ۴۶۔ ۲؎ فوائد الفؤاد۔ ص ۱۰۳۔ شیخ نظام الدین اولیاءؒ کا بیان ان وجوہات کی بنا پر اُن سب لوگوں سے زیادہ قابل اعتبار ہے جنہوں نے ان کا وطن لاہور بتایا ہے — (۱) شیخ نظام الدین اولیاءؒ خود بدایوں کے تھے اور بدایوں کے متعلق اچھی معلومات رکھتے تھے، (۲) اُن کے اُستاد مولانا کمال الدین زاہد مولانا برہان الدین بلخی تلمیذ شیخ رضی الدین حسن صغانی تھے اس بنا پر استاذ الاستاذ کے متعلق ان کا بیان زیادہ معتبر ہے۔

مسلمانوں کے علم وفضل کے سارے مرکز تباہ و برباد ہو رہے تھے۔ترکان غز اور منگولوں کے حملوں نے سارے سیاسی اور سماجی نظام کو درہم برہم کر دیا تھا۔ اور علماء و فضلاء کی کثیر تعداد اپنے وطن کو خیر باد کہنے پر مجبور ہو گئی تھی۔کسی نے سچ کہا ہے۔ ؎

خدا شرے برانگیزد کہ خیر ما دراں باشد

بغداد و بخارا کے یہ ٹوٹے ہوئے تارے ہندوستان کی فضائے علم پر آفتاب و ماہتاب بن کر نمودار ہوئے۔ اور اسلامی ہند کو اپنے ابتدائی دور میں علماء و مشائخ کی ایک ایسی کثیر تعداد مل گئی جس نے سارے ملک کو اپنی نواسنجیوں سے پُرشور کر دیا۔منہاج السراج نے لکھا ہے:

"خلائق اطراف گیتی را بہ حضرت دہلی کہ دار الملک ہندوستان است و مرکز دائرہ اسلام و محیط اوامر و نواہی شریعت و حوزۂ دین محمدی و بیضۂ ملت احمدی وقبۃ الاسلام مشارق گیتی صانہا اللہ عن الآفات واحصرہا السادات جمع آوردو ایں شہر بکثرت انعامات و شمول کرامات آں بادشاہ دیندار محط رجال آفاق گشت و ہر کہ از حبائل حوادث بلاد عجم و نکبات کفار مغل بفضل ایزدی خلاص یافت ملاذ و ملجا و ہرب و مامن حضرت جہاں پناہ آں بادشاہ (التمش) ساخت" [1]

عصامی نے عہد شمسی کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے ؎

بہ دہلی چناں تخت گاہے بساخت	سپاہش در اقصائے آں ملک تاخت
دراں شہر یک رونقے شد پدید	بلے لذتے باشد اندر جدید
بسے سیدانِ صحیح النسب	رسیدند در وے ز ملک عرب
بسے کاسبانِ خراساں زمیں	بسے نقشبنداں اقلیم چیں

[1] طبقات ناصری۔ ص ۱۶۶۔

Marfat.com

بسے عالمانِ بخارا نژاد | بسے زاہد و عابد از ہر بلاد
ز ہر ملک و ہر جنس صنعت گراں | ز ہر شہر و ہر اصل سیمیں براں
بسے ناقدانِ جواہر شناس | جواہر فروشاں بروں از قیاس
حکیمانِ یوناں، طبیبانِ رُوم | بسے اہل دانش ز ہر مرز بوم
دراں شہر فرخندہ جمع آمدند | چو پروانہ بر نور شمع آمدند

یکے کعبۂ ہفت اقلیم شد
دیارش ہمہ دار اسلیم شد[1]

اس قافلہ کا جو فرد جہاں ٹھہر گیا وہاں ایک علمی مرکز کی داغ بیل پڑ گئی۔ بغداد و بخارا کے علمی خزانے سرزمین ہند میں ہر خاص و عام کے لیے کھول دیے گئے اور ملک کا گوشہ گوشہ جگمگا اٹھا۔

سلطان شمس الدین التمش علماء و مشائخ کی صحبت کا بڑا شوقین تھا جب کسی بزرگ یا عالم کی آمد کی خبر سنتا تو میلوں تک استقبال کے لیے نکل جاتا اور نہایت عزت و احترام سے محل شاہی میں مہمان رکھتا[2]۔ اس کی علم دوستی سے متاثر ہو کر صدہا علماء، مشائخ، شعراء اور ادیب اس ملک میں آکر بس گئے۔ سرور الصدور میں لکھا ہے:

"دراں وقت کہ شیخ نجیب الدین نخشبی شیخ الاسلام دہلی بود، او ہم از یاران شیخ معین الدین بودہ است ایشاں چہل بار در وقت سلطان شمس الدین میگویند کہ ہر یکے را جانبرہ گراں بداد .... سلطان شمس الدین او را پدر خواند و شیخ الاسلام دہلی خطاب داد"[3]

---

[1] فتوح السلاطین - ص ۱۱۰-۱۰۹

[2] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو خاکسار کا مضمون "Iltutmish, the mystic" مطبوعہ اسلامک کلچر، اپریل ۱۹۴۶ء

[3] سرور الصدور (قلمی نسخہ)

Marfat.com

التمتش کے عہد میں جو علماء و مشائخ ہندوستان آئے اُن میں سے چند بزرگوں کے نام یہ ہیں[۱]:-

(۱) شیخ قطب الدین بختیار کاکی اوشیؒ (۲) سید نورالدین مبارک غزنویؒ

(۳) قاضی حمیدالدین ناگوری (۴) شیخ جلال الدین تبریزیؒ

(۵) شیخ نظام الدین ابوالمویدؒ (۶) مولانا مجدالدین حاجیؒ

(۷) شیخ بدرالدین غزنویؒ (۸) شیخ محمد ترک نارنولیؒ

قاضی حمیدالدین ناگوریؒ صاحب تصانیف بزرگ تھے۔ انہوں نے تصوف میں کئی اعلیٰ کتابیں رسالہ عشقیہ، طوالع الشموس، لوائح اور شرح اسمائے حسنیٰ تصنیف کی تھیں۔ مطالعہ نہایت وسیع تھا اور تصوف کے لٹریچر پر بہت گہری نظر رکھتے تھے۔ پروفیسر لوئی میسی نیوں (Massignon) نے خاکسار کو ایک دلچسپ مکتوب میں لکھا تھا کہ منصور حلاج کی کتاب اخبار کے حوالے اُن کی تصانیف میں دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ اس بنا پر کہ اس زمانے میں یہ کتاب تقریباً نایاب تھی۔ پروفیسر موصوف نے ثابت کیا ہے کہ اوش حلاجیوں کا اہم مرکز تھا۔ اس لیے ممکن ہے کہ خواجہ بختیار کاکیؒ اور قاضی حمیدالدین ناگوری پر ماحول کا اثر پڑا ہو۔ غالباً ہندوستان میں منصور حلاج کا نام اور تصانیف قاضی ناگوری ہی کے ذریعے آئیں۔

وعظ و تذکیر وعظ و تذکیر علماء کا محبوب مشغلہ تھا۔ بادشاہوں کو بھی ان میں خاص دلچسپی تھی۔ التمتش کے یہاں واعظ ملازم تھے اور سیاسی مشکلات کے وقت وعظ و تلقین سے رعایا کو ہموار کیا کرتے تھے۔ جنگ کے زمانے میں بھی یہ واعظ لشکر کے ہمراہ ہوتے تھے[۲]۔ عموماً ہفتہ میں تین بار مجلس وعظ منعقد ہوتی تھی[۳] لیکن ماہ رمضان

[۱] ان بزرگوں کے حالات کے لیے فوائد الفواد، سیر الاولیاء، سیر العارفین اور اخبار الاخیار کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ [۲] طبقات ناصری (مترجمہ ریورٹی) ص ۶۱۵ [۳] ایضاً۔ ص ۶۱۹۔

Marfat.com

میں روزانہ وعظ کا انتظام ہوتا تھا۔[1] التمش نماز جمعہ کے بعد ایک مجلس منعقد کیا کرتا تھا جس میں اکابر و اشراف و مشائخ" شرکت کرتے تھے۔[2] سلطان بلبن کہا کرتا تھا کہ علماء کا جو ہجوم دربار التمشی میں دیکھا تھا کبھی ویسا کسی دوسری جگہ دیکھنے میں نہیں آیا۔[3] سید نورالدین مبارک غزنوی نے ایک بار "لوازم امور بادشاہی" پر التمش کے دربار میں نہایت پرزور خطبہ پڑھا۔ اور صاف الفاظ میں اعلان کیا:

"ہر چہ پادشاہاں از لوازم امور پادشاہی میکنند و طریقہ کہ طعام و شراب میخورند و جامہ می پوشند و شکلے کہ می نشینند و می خیزند و سوار می شوند ...... و سجدہ میکنانند در رسم و رسوم اکاسرۂ باغی و طاغی خدا بدل و جان مراعات می نمایند و با بندگان خدا در جمیع معاملات خود تفردمی در تندہم برخلاف مصطفیٰ است و اشراک است"۔[4]

مولانا منہاج السراج صاحب طبقات ناصری کا وعظ بہت پُرتاثیر ہوتا تھا۔ شیخ نظام الدین اولیاء ہر سوموار کو اُن کا وعظ سننے جایا کرتے تھے۔ فرماتے تھے "چہ راحت بود در تذکیر او"۔[5] ایک مرتبہ دوران وعظ میں یہ رباعی پڑھی ؎

لب بر لب لعل دلبراں خوش کردن | وآہنگ سر زلف مشوش کردن
امروز خوش است لیک فردا خوش نیست | خود را چو خسے طعمۂ آتش کردن

تو حضرت محبوب الٰہی پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔[6] "سرور الصدور" میں لکھا ہے کہ قاضی منہاج کہا کرتے تھے:

"من با ایں ہمہ کہ در تذکیر چنیں سرآمدہ عالمم اما تا سہ چیز بر خویش راست نکنم ہرگز پائے بر منبر ننہم یکے نعت۔ دوم تسمیہ۔ سوم تکیہ"۔[7]

شیخ نظام الدین ابوالمؤیدؒ[8] بھی وعظ کہا کرتے تھے۔ ایک شخص قاسم پہلے تلاوت کرتا

---

[1] طبقات ناصری۔ ص ۶۱۹۔ [2] سیر العارفین (قلمی نسخہ ص ۱۱۲ [3] تاریخ فیروز شاہی۔ ص ۹۲-۹۳
[4] ایضاً ص ۴۱۔ [5] فوائد الفواد۔ ص ۲۵۳ [6] ایضاً [7] سرور الصدور (قلمی) ص
[8] حالات کے لیے ملاحظہ ہو اخبار الاخیار۔ ص ۴۵۔

Marfat.com

تھا۔ پھر شیخ وعظ شروع کرتے تھے[۱]۔ شیخ بدرالدین غزنوی کو بھی تذکیر کا بڑا شوق تھا۔ بابا فریدؒ نے اُن کی مجلسوں میں شرکت کی تھی۔ شیخ عبدالحقؒ نے ان کے متعلق لکھا ہے:۔

"بیشتر سخن از محبت گفتے"[۲]

ان علماء کے وعظ و تذکیر نے ایک دلچسپ علمی فضا تو یقیناً پیدا کر دی ہوگی۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ ان کی کوششیں اخلاقی سطح کو بلند کرنے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔ اس کا ایک بڑا سبب یہ تھا کہ حکومت وقت سے انہوں نے اپنا دامن وابستہ کر لیا تھا۔ اور درباداری کی زندگی کے ساتھ "تذکیر" میں "تاثیر" کہاں پیدا ہو سکتی تھی! سرورالصدور میں حسام درویش کے متعلق لکھا ہے کہ وعظ نہایت اچھا کہتے تھے لیکن دنیا کی محبت میں معزالدین بہرام شاہ کے دربار میں آمد و رفت شروع کر دی اور

دنیا اورا از راہ ببرد،[۳]

منہاج السراج کا یہ حال تھا کہ بلبن کہا کرتا تھا کہ وہ نہ خدا سے ڈرتا ہے نہ مجھ سے[۴]۔ سید مبارک غزنویؒ ایک طرف تو بادشاہ کے تمام اطوار و عادات کو سنت کے خلاف قرار دیتے تھے، دوسری طرف دہلی سے طوائفوں کو نکال دینے کے خلاف تھے اور کہتے تھے کہ اگر ایسا کیا گیا تو آوارہ لوگ شرفاء کے گھروں میں کود پڑا کریں گے[۵]۔ ایک مرتبہ انہوں نے مولانا نظام الدین ابوالمؤیدؒ سے التمش کے دربار میں امتیازی جگہ پر بیٹھنے پر جھگڑا کیا[۶]۔

— ان حالات میں وعظ و تذکیر ایک بے معنی رسم ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کے ذریعہ علمی و روحانی ترقی کی راہیں کھلنا ممکن نہ تھا۔

تعلیمی درس گاہیں ابتدائی دور میں — اسلامی ہند کے ابتدائی دور میں مندرجہ ذیل قسم کی درس گاہیں ملتی ہیں:۔

۱؎ سرورالصدور (قلمی)
۲؎ اخبارالاخیار، ص ۵۰
۳؎ سرورالصدور (قلمی)
۴؎ ایضاً
۵؎ تاریخ فیروز شاہی۔ ص ۴۳۔
۶؎ فوائدالفواد۔ ص ۱۹۳۔

Marfat.com

(۱) حکومت کی قائم کی ہوئی

(۲) خانقاہوں سے ملحق

(۳) مسجدوں سے ملحق

(۴) مزارات سے ملحق

(۵) انفرادی۔

حکومت کی قائم کی ہوئی درس گاہوں میں معزی مدرسہ اور ناصری مدرسہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ناصریہ مدرسہ ناصر الدین محمود کی یاد میں سلطان التتمش نے بنوایا تھا۔ منہاج السراج رضیہ کے عہد میں اس مدرسہ کے پرنسپل تھے۔

"درماہ شعبان سنہ خمس وثلثین وست مائۃ سلطان رضیہ مدرسہ ناصریہ در حضرت منضم بافصائے کالیوریدیں داعی مفوض فرمود"[۱]

بختیار خلجی نے جب بہار کو فتح کیا تو وہاں بہت سے مدرسے قائم کیے[۲]

ایک اور التتمش کے زمانہ میں ہندوستان میں چشتیہ اور سہروردیہ سلسلہ کی خانقاہیں قائم ہوئیں۔ سہروردیہ سلسلہ کی خانقاہوں کے ساتھ مدارس کا ذکر نہیں ملتا لیکن اس سلسلہ کے مشہور بزرگ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کو تعلیم کا بڑا شوق تھا اور انہوں نے اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے نہایت قابل اساتذہ متعین کیے تھے اور ان کو معقول تنخواہیں دیتے تھے۔ چشتیہ سلسلہ کی خانقاہوں میں اعلیٰ مریدوں کی تعلیم کا انتظام رہتا تھا۔ بابا فریدؒ نے حضرت محبوب الٰہیؒ کو قرآن پاک کے چند پارے، تمہید ابوشکور سالمی اور عوارف المعارف کا درس دیا تھا[۳]۔ دیگر مشائخ سلسلہ بھی تعلیم کا کچھ نہ کچھ اہتمام کرتے تھے۔

مسجدوں سے ملحق مدرسے اس زمانہ میں بڑی کثرت سے ہوتے تھے۔ تذکروں، ملفوظات اور تاریخوں میں اکثر جگہ ایسے مدرسوں کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت شیخ قطب الدین

۱۔ طبقات ناصری۔ ص ۱۸۸۔ ۲۔ ایضاً ۳۔ ۴۔ سیر الاولیاء۔ ص ۱۰۶

بختیار کاکیؒ جب ملتان پہنچے تو دیکھا کہ بابا فریدؒ مولانا منہاج الدین ترمذی کی مسجد میں کتاب نافع کا مطالعہ کر رہے ہیں[1]

صاحب مزار کی روح کو ایصالِ ثواب کے لیے مدرسے مزارات کے قریب بھی قائم کیے جاتے تھے۔

کچھ مدرسے ایسے بھی تھے جو علمار نے انفرادی طور پر قائم کیے تھے اور جہاں درس و تدریس کا کام اعلیٰ پیمانے پر انجام دیا جاتا تھا۔ مولانا شادی مقری اور مولانا علاء الدین اصولی کے مدرسے بدایوں میں، مولانا شمس الدین ملک اور مولانا کمال الدین زاہد کے مدرسے دہلی میں نہایت اعلیٰ تھے اور وہاں بعض مشاہیر نے تعلیم حاصل کی تھی۔

ملتان
علوم اسلامی کے مرکز کی حیثیت سے

ملتان اسلامی ہند کے قدیم ترین علمی مرکزوں میں تھا ۷۱۲ء میں جب محمد بن قاسم نے ملتان کو فتح کیا تو حجاج نے ایک خط لکھا:

"اپنی فتوحات کا دائرہ ہمیشہ وسیع کرتے رہو اور اشاعت اسلام کا خاص خیال رکھو، جو بڑا یا قدیم شہر ہو وہاں مسلمانوں کے لیے مسجد ضرور تعمیر کرو" [2]

رفتہ رفتہ ملتان اسلامی علوم کا شاندار مرکز بن گیا۔ ابن حوقل نے لکھا ہے کہ چوتھی صدی ہجری میں ملتان اور منصورہ کے لوگ مقامی زبان اور عربی زبان میں گفتگو کرتے تھے[3] ۹۸۵ء میں جب بشاری ملتان پہنچا تو اس نے فارسی زبان کو کافی مقبول پایا[4] یہاں کے مدارس نہایت اعلیٰ تھے اور تعلیم کا انتظام بہت عمدہ تھا۔ بابا فرید گنج شکرؒ نے ۱۱۹۳ء میں وہاں فقہ کی تعلیم حاصل کی تھی۔ سیر الاولیار میں لکھا ہے:

"دریں ایام ملتان قبۃ الاسلام عالم بود، فحول علمار آنجا بودند"[5]

---

[1] خیر المجالس (قلمی نسخہ) [2] فتوح البلدان (مطبوعہ لیڈن) ص ۴۴۰ [3] سفرنامہ ابن حوقل (لیڈن) ص ۲۲۶ [4] بشاری (لیڈن) ص ۴۸۱ [5] سیر الاولیار۔ ص ۶۰

Marfat.com

جب غوریوں نے ہندوستان پر اپنا تسلط قائم کر لیا تو ملتان کی اہمیت میں اور اضافہ ہو گیا۔ ممالک اسلامی سے جو علمی قافلے ہندوستان میں داخل ہوتے تھے اُن کی پہلی منزل ملتان ہوتا تھا۔ پھر قباچہ کی علم دوستی نے بہت سے علماء کو وہاں کھینچ لیا منہاج نے لکھا ہے:

"و چوں ممالک سند بروے قرار گرفت، در حوادث کفار چین، اکابر خراسان و غور و غزنیں بسیار بخدمت او پیوستند و او در حق ہمگناں انعام و اکرام وافر فرمودہ"[1]

لب اللباب میں محمد عوفی نے بعض شعراء و علماء کا ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ملتان کا علمی ماحول بے مثال تھا۔ شمس الدین محمد بلخی اعلیٰ درجے کے شاعر اور خطاط تھے۔ عوفی نے ان کو تاج الفضلا کے لقب سے یاد کرنے کے بعد لکھا ہے:

"در شعر عدیل انوری و در خط عطارد ش مشتری"[2]

ایک اور بزرگ اور عالم تھے جن کا نام فضلی ملتانی تھا۔ اُن کو جامع الصغیر حفظ یاد تھی عوفی نے لکھا ہے۔

"جامع الصغیر قاضی امام فخر الدین ... را تمام یاد می دارد"[3]

قباچہ کے امام سدید الدین محمد عوفی تھے، عربی کے فاضل تھے۔ اُن کا عربی خطبہ لب اللباب میں نقل کیا گیا ہے[4]۔ انہوں نے سمرقند، خوارزم، نیشاپور، ہرات، غزنی وغیرہ کی سیاحت کی تھی۔ ان کا مطالعہ بہت وسیع اور نظر بہت عمیق تھی۔

التتمش نے جب ملتان پر قبضہ کر لیا تو وہاں کی پہلی علمی رونق ختم ہو گئی لیکن جب سلطان غیاث الدین بلبن نے اپنے بیٹے شہزادہ محمد کو وہاں بھیجا تو پھر ایک بار پرانی محفلیں گرم ہو گئیں۔ شہزادہ محمد مکارم اخلاق اور محاسن اوصاف میں اپنا نظیر نہ رکھتا تھا۔ علم و فضل

---

[1] طبقات ناصری۔ ص ۱۴۳ [2] لب اللباب جلد دوم۔ ص ۴۲۱۔ [3] ایضاً ص ۴۲۳

[4] لب اللباب جلد اول ص ۱۱۵-۱۱۶۔

Marfat.com

میں بے مثل شخص تھا۔ اس نے ملتان کو علماء و فضلا کا مرکز بنا دیا۔ حضرت امیر خسروؒ، خواجہ حسن سجزیؒ سب سے پہلے اُسی کے دربار سے منسلک ہوئے اور اپنے شاعرانہ کمالات کی داد پائی۔ شہزادہ محمد کی مجلس میں زیادہ تر شاہنامہ، دیوان خاقانی و انوری، خمسۂ نظامی پڑھے جاتے تھے۔ اُس نے دو بار اپنے خاص آدمی اور قیمتی تحائف شیخ سعدیؒ کے پاس بھیج کر ملتان آنے کی درخواست کی لیکن شیخ نے پیرانہ سالی کا عذر کیا۔[۱]

عہد بلبنی کے علماء

سلطان غیاث الدین بلبن کے زمانہ میں جب ہلاکو کی خون آشام فوجوں نے بغداد میں آگ اور خون کا ہنگامہ برپا کیا تو اس علاقہ کے باقی ماندہ علماء بھی وہاں سے نکل کھڑے ہوئے۔ بلبن نے اس برگشتہ قسمت علمی قافلہ کو خوش آمدید کہا اور اس طرح ہندوستان کی علمی دنیا کی رونق دوبالا ہوگئی۔ دہلی، بغداد اور قرطبہ کی ہمسری کا دعویٰ کرنے لگی۔ ضیاء الدین برنی نے لکھا ہے:

"ہم در عصر بادشاہی سلطان بلبن چندیں علماء سر آمدہ کہ از نوادر استاداں بودند بر سر افادت سبق می گفتند ... ہر یکے از ایشاں اقلیمے را بیارایدہ پیراستہ بودند"[۲]

برنی نے بالخصوص ان علماء کے نام گنائے ہیں۔

(۱) مولانا برہان الدین بلخ	(۷) قاضی شمس الدین مراجی
(۲) مولانا برہان الدین بزاز	(۸) قاضی رکن الدین سامانہ
(۳) مولانا نجم الدین دمشقی شاگرد مولانا فخر الدین رازی	(۹) قاضی جلال الدین کاشانی پسر قاضی قطب کاشانی
(۴) مولانا سراج الدین سجزی	(۱۰) قاضی سدید الدین
(۵) مولانا شرف الدین ولوالجی	(۱۱) قاضی ظہیر الدین
(۶) قاضی رفیع الدین گازرونی	(۱۲) قاضی جلال الدین

[۱] تاریخ فیروز شاہی۔ ص ۶۸
[۲] ایضاً۔ ص ۱۱۱-۱۱۲۔

Marfat.com

ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ علوم دینی کا ستون تھا لیکن افسوس ہے کہ ان علماء کے تفصیلی کارنامے کسی تذکرہ میں نہیں ملتے۔

عہد بلبنی کے ایک مشہور عالم اور بزرگ مولانا کمال الدین زاہدؒ تھے۔ شیخ نظام الدین اولیاؒ نے اُن سے مشارق الانوار کا درس لیا تھا۔ مولانا کے زہد و ورع، تقویٰ و دیانت کی شہرت سن کر بلبن نے ان سے امامت قبول کرنے کی درخواست کی۔ مولانا نے جواب دیا :-

"در ماجز نماز چیزے دیگر نماندہ است، اکنوں بادشاہ چہ می خواہد کہ ایں ہم از ما برود"[1]

بلبن مولانا کا یہ جواب سن کر دم بخود رہ گیا۔

اسی عہد کے ایک اور بزرگ شیخ نورالدین ملک یار پرانؒ تھے۔ اُن کا حال شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اخبار الاخیار[2] میں لکھا ہے

ہندوستان میں علوم اسلامی کا عہدِ زریں

سلطان علاء الدین خلجی کا عہد حکومت، اسلامی ہند کی سیاسی، علمی اور تمدنی تاریخ کا سب سے زیادہ تابناک باب ہے۔ اس زمانہ میں مسلمانوں کے سیاسی، مذہبی اور تمدنی ادارے مشکلات و مصائب کے ابتدائی منازل طے کرنے کے بعد اپنے پورے شباب پر پہنچ گئے تھے۔ معاصر مورخ ضیاء الدین برنی کا بیان ہے کہ اس زمانہ میں دارالملک دہلی میں ایسے علماء اور ماہرین فن موجود تھے کہ بخارا، سمرقند، بغداد، مصر، خوارزم، دمشق، تبریز، رے، روم وغیرہ میں ان کا ثانی تلاش کرنا ممکن نہ تھا۔ علوم اسلامی کا ہر گوشہ منقولات و معقولات کا ہر پہلو ـــــ تفسیر، فقہ، اصول فقہ، اصول دین

---

[1] سیرالاولیا، ص ۱۰۶، اخبار الاخیار۔ص ۷۱۔ [2] اخبار الاخیار۔ ص ۷۱ - ۷۲۔

ضیاء الدین برنی نے ان کا نام عہد بلبنی کے مشہور مشائخ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ۔ شیخ صدرالدین شیخ بدرالدین غزنویؒ، دیبی سام، سیدی مولا کے ساتھ لکھا ہے۔ (ص ۱۱۲)

نحو، لغت، بیان، کلام، منطق ـــ اُن پر روشن تھا۔ اور

"ہر سالے چندیں طالبان علم ازاں استاداں برآمدہ بدرجہ افادت می رسیدند و مستحق جواب دادن فتوئی می شدند" [۱]

برنی کا کہنا ہے کہ ان میں بعض استاد تو ایسے تھے کہ حضرت امام غزالی اور امام فخر الدین رازی کے مرتبہ کو پہنچے تھے۔ ان کے کمالات اگر درج کیے جائیں تو

"بر یکے مجلدے بہ نویسم مُقصِر باشم" [۲]

حد یہ ہے کہ بخارا، سمرقند، خوارزم اور عراق کے علماء کی تصانیف اس وقت معتبر سمجھی جاتی تھیں جب ہندوستان کے علماء ان پر مہر توثیق ثبت کر دیتے تھے۔ لکھا ہے:

"اگر اُستادان شہر ماآں تصنیف را استحسان و اعتبارے کردندے معتبر شدے والا مہجور ماندے" [۳]

دہلی میں ہر روز وعظ و تذکیر کا ہنگامہ گرم رہتا تھا۔ مولانا عماد الدین حسام درویش کی "الحان جاں نواز" کا یہ حال تھا کہ ـــ

"نہ چشمے دیدہ . . . نہ گوشے شنیدہ" [۴]

بیس سال تک اُن کی مجلسوں میں دانشمندوں، کاملوں، فاضلوں اور شاعروں کے ہجوم لگے رہے۔ اسی زمانہ میں مولانا حمید، مولانا لطیف مقری اور ان کے بیٹوں نے تذکیر کی محفلیں سجائیں۔ مولانا لطیف کی قرآن خوانی کا یہ عالم تھا کہ

"مُرغ از آسماں فرود آمدے" [۵]

و دیگر مذکرین میں مولانا ضیاء الدین سنامی [۶]، مولانا شہاب الدین خلیلی، مولانا کریم الدین

---

[۱] تاریخ فیروز شاہی۔ ص ۳۵۳ [۲] ایضاً ص ۳۵۴ [۳] ایضاً ص ۳۵۵ [۴] ایضاً ص ۳۵۵-۵۶

[۵] ایضاً ص ۳۵۵-۳۵۶۔ [۶] انہوں نے ایک کتاب "نصاب الاحتساب" لکھی تھی۔ شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے مخالف تھے۔ سماع پر اعتراض کیا کرتے تھے۔ جب مرض موت میں مبتلا ہوئے تو شیخ نظام الدین اولیاء ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ مولانا کو اطلاع ہوئی تو اپنا دستارچہ (بقیہ بر صفحہ ۲۴)

Marfat.com

مولانا جلال حسام درویش، اور مولانا بدرالدین پنہو کھودی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ عہد علائی کے مذکرین وعلماء حکومت وقت سے بے تعلق رہے۔ اور نیک نیتی کے ساتھ عوام کی اصلاح وتربیت کے لیے کوشش کرتے رہے۔

عہد علائی کے علماء

ضیاء الدین برنی نے اپنے عہد کے مندرجہ ذیل علماء کی فہرست دی ہے:-

(۱) قاضی فخرالدین ناقلہ
(۲) قاضی شرف الدین سرباہی
(۳) مولانا نصیرالدین غنی
(۴) مولانا تاج الدین مقدم
(۵) مولانا ظہیرالدین لنگ
(۶) قاضی مغیث الدین بیانہ
(۷) مولانا رکن الدین سنامی
(۸) مولانا تاج الدین کلاہی
(۹) مولانا ظہیرالدین بھکری
(۱۰) قاضی محیی الدین کاشانی
(۱۱) مولانا کمال الدین کولی
(۱۲) مولانا وجیہہ الدین پائلی
(۱۳) مولانا منہاج الدین قاینی
(۱۴) مولانا نظام الدین کلاہی
(۱۵) مولانا نصیرالدین کٹرہ
(۱۶) مولانا نصیرالدین صابونی
(۱۷) مولانا علاءالدین تاجر
(۱۸) مولانا کریم الدین جوہری
(۱۹) مولانا حجت ملتانی
(۲۰) مولانا حمیدالدین مخلص
(۲۱) مولانا برہان الدین بھکری
(۲۲) مولانا افتخارالدین برنی
(۲۳) مولانا حسام الدین سرخ
(۲۴) مولانا وحیدالدین ملمو
(۲۵) مولانا علاءالدین کرک
(۲۶) مولانا حسام الدین ابن شادی

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۳) راستہ میں بچھوا دیا۔ شیخ نظام الدین اولیاءؒ نے دستارچہ کو اٹھا کر آنکھوں سے لگالیا جب مولانا ضیاءالدین کا انتقال ہوگیا تو نہایت رنج کے ساتھ فرمایا۔

"یک ذات بود حامی شریعت حیف آں نیز نماند" (اخبار الاخیار۔ ص ۱۰۸)

Marfat.com

(۲۷) مولانا حمید الدین بنیانی	(۳۷) مولانا شمس الدین تم
(۲۸) مولانا شہاب الدین ملتانی	(۳۸) مولانا صدر الدین گندہک
(۲۹) مولانا فخر الدین ہانسوی	(۳۹) مولانا علاء الدین لوہوری۔
(۳۰) مولانا فخر الدین سقاقل	(۴۰) مولانا شمس الدین یحییٰ
(۳۱) مولانا صلاح الدین سترکی	(۴۱) قاضی شمس الدین گازرونی
(۳۲) قاضی زین الدین ناقلہ	(۴۲) مولانا صدر الدین نادی
(۳۳) مولانا وجیہ الدین رازی	(۴۳) مولانا معین الدین لونی
(۳۴) مولانا علاء الدین صدر الشریعۃ	(۴۴) مولانا افتخار الدین رازی
(۳۵) مولانا میراں ماریکلہ	(۴۵) مولانا معز الدین اندہینی
(۳۶) مولانا نجیب الدین ساری	(۴۶) مولانا نجم الدین انتشار

اس فہرست میں علماء کی وطنی نسبت پر غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ ان میں سے کتنے بزرگ بیانہ، بھکر، کول، کڑہ، ملتان، برن، ہانسی، سترکھ، لاہور، وغیرہ سے تعلق رکھتے تھے! اب سرزمین ہند کی علمی فضا اس قابل ہوگئی تھی کہ رازی و غزالی کے پایہ کے عالم پیدا کر سکے!

عہد خلجی کا نصاب تعلیم اور مروجہ کتابیں

مولانا سید عبدالحئی مرحوم نے دور اول کا مندرجہ ذیل نصاب بتایا ہے[1]:۔

نحو: کافیہ، لُبّ الالباب مصنفہ قاضی ناصر الدین بیضاوی

فقہ: ہدایہ

اصول فقہ: منار، اصول بزدوی

تفسیر: مدارک، بیضاوی، کشاف۔

---

[1] رسالہ الندوہ۔ فروری سنہ ۱۹۰۹ء ص ۷۔ ۸

Marfat.com

تصوف: عوارف، فصوص

حدیث: مشارق الانوار، اور مصابیح السنہ

ادب: مقامات حریری۔

منطق: شرح شمسیہ

فن کلام: شرح صحائف، تمہید ابوشکور سالمی۔

لیکن یہ فہرست مکمل نہیں ہے۔ ان کتابوں کے علاوہ بہت سی اور کتابیں بھی اس زمانے میں لوگوں کے مطالعہ میں رہتی تھیں، گو باقاعدہ طریقے پر نصاب میں شامل نہ تھیں۔ معاصر تذکروں، تاریخوں اور ملفوظات کی بنیاد پر ہم مندرجہ ذیل فہرست پیش کرتے ہیں تاکہ اس عہد کے مسلمانوں کے عام دینی اور علمی رجحانات کا اندازہ ہو سکے۔

(۱) قوت القلوب
(۲) احیاء العلوم
(۳) رسالہ قشیری
(۴) مکتوبات عین القضاۃ
(۵) مرصاد العباد
(۶) لوائح۔ قاضی حمید الدین ناگوری
(۷) تفسیر امام ناصری۔
(۸) نوادر الاصول۔ مولانا علاء الدین ترمذی۔
(۹) روح الارواح
(۱۰) مقصد الاقصیٰ
(۱۱) اسناد حلیہ شیخ عبداللہ تستری
(۱۳) کیمیائے سعادت
(۱۴) تحفۃ الشباب
(۱۵) تفسیر مدارک
(۱۶) نہج البلاغۃ
(۱۷) کنز الادب
(۱۸) تفسیر حقائق
(۱۹) فقہ معقول
(۲۰) اخبار الاثمار
(۲۱) مصباح الدجیٰ
(۲۲) سیر الملوک
(۲۳) تعرف
(۲۴) مکتوبات مولانا فخر الدین

Marfat.com

(۲۵) قدوری (۲۷) تذکرۃ الاولیاء

(۲۶) مجمع البحرین (۲۸) خمسہ نظامی

عہدِ تغلق میں اسلامی علوم کی حالت

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے عہد تغلق میں علمی معیار کے گرجانے کی شکایت کی ہے اور لکھا ہے کہ گو اس زمانے میں بہت سے علماء موجود تھے لیکن عہد علائی کی سی رونق نہ تھی[۱] اس انحطاط کے باوجود دہلی کا جو علمی ماحول تھا وہ کسی طرح ایسا نہ تھا کہ اس پر افسوس کیا جائے۔ عرب سیاحوں کا بیان ہے کہ محمد بن تغلق کے زمانے میں صرف دہلی میں ایک ہزار مدرسے تھے[۲]۔ فیروز شاہ کا مدرسہ مشرق کی اعلیٰ ترین درس گاہوں میں تھا۔ دور دور سے لوگ اس کو دیکھنے کے لیے آتے تھے۔ سیرت فیروز شاہی میں لکھا ہے ؎

ادپے نظارہ دیدار او شرق و غرب

کارواں در کارواں و قافلہ در قافلہ[۳]

طلباء کے قیام و طعام کا نہایت عمدہ انتظام تھا۔ جید علماء درس و تدریس کا کام انجام دیتے تھے۔ مطہر حوض خاص کی سیر کے بعد جب مدرسہ کے باغ میں پہنچتا ہے تو دیکھتا ہے کہ

صحن او روح فزا ساحت او جاں پرور — خاک او مشک فشاں نکہت او عنبر بار

سبزہ و سنبل و ریحان و گل و لالہ درو — رستہ و آراستہ چنداں کہ کند چشم تو کار

بام و برجش بزر آراستہ چوں روئے عروس — در و دیوار جلا دادہ بطلق آئینہ وار

مدرسہ میں جب داخل ہوتا ہے تو دیکھتا ہے :۔

چوں درآمد ز درش دید دراں جنت خلد — قاصداں (فاضلاں) صف زدہ ہر سو ملائک کردار

عالمان عربی لفظ و عرقی دانش — ہمہ در جبہ شامی و بمصری دستار

---

[۱] فہرس التوالیف (قلمی) [۲] صبح الاعشیٰ

[۳] سیرت فیروز شاہی (قلمی نسخہ) نیز ملاحظہ ہو تاریخ فیروز شاہی۔ ص ۵۶۴ - ۵۶۵ -

Marfat.com

ہر یکے نادرۂ دہر در انواع ہنر | ہر یکے واسطۂ عقل در اطراف دیار
در فقاہت، بخارا و سمرقند نشاں | در بلاغت حجاز و یمن و نجد و منار
صدر آں محفل و سر دفتر آں استادے | کہ ز سر تا بقدم صورت عقلست و وقار
گفتم ایں عالم آفاق جلال الدین است | رومی، آں کز نسبش رے کند و روم فخار
راوی ہفت قرات سند چاردہ علم | شارح پنج سنن مفتی مذہب ہر چار
پس شنیدیم ز گفتارش انواع علوم | اخذ کردیم ز تفسیر و اصول و اخبار

اس کے بعد کھانے کا حال لکھا ہے کہ

ہمہ دراج و کبوتر بچہ و کبک و کلنگ | ماہی و مرغ مسمن برہ کوہ وقار[1]

عہد تغلق کے علماء

عہد تغلق میں بعض نہایت مشہور علماء اور شعراء موجود تھے۔ جن کی علمی کاوشوں نے اس دور کو بڑی رونق بخش دی تھی۔

مولانا معین الدین عمرانی اس زمانہ کے جید عالم تھے۔ شیخ محدثؒ نے ان کے متعلق لکھا ہے:

"دانشمندے عظیم و اُستاد شہر بود"[2]

انہوں نے کنز، حسامی، مفتاح وغیرہ پر حواشی لکھے تھے۔ محمد بن تغلق نے ان کو شیراز قاضی عضد کے پاس بھیجا تھا اور ہندوستان آنے کی دعوت دی تھی اور متن مواقف کو اپنے نام معنون کرنے کی درخواست بھی کی تھی۔

اس دور کے ایک اور مشہور عالم مولانا ضیاء الدین بخشی[3] تھے۔ انہوں نے بدایوں کے ایک گوشہ میں اپنی زندگی گزار دی اور کبھی عزت و شہرت کے خواہاں نہ ہوئے۔ انہوں نے اپنے دل کی دنیا "سوز و مستی، جذب و شوق" سے تعمیر کی تھی۔ ان کی دعا تھی ؎

---

[1] دیوان مطہر۔ اورنٹیل کالج میگزین۔ مئی ۱۹۳۵ء۔ ص ۱۳۷-۱۳۸۔
[2] اخبار الاخیار۔ ص ۱۳۲۔
[3] ملاحظہ ہو خاکسار کا مضمون "مولانا ضیاء الدین بخشی" مطبوعہ "برہان" نومبر ۱۹۵۱ء

Marfat.com

خدایا اہل دل را ذوق دل دہ ضیائے بخشی را شوق دل دہ

انہوں نے مندرجہ ذیل تصانیف چھوڑی ہیں ـــــ

(۱) طوطی نامہ (۲) شرح دعائے ثریانی

(۳) چہل ناموس (۴) سلک السلوک

(۵) گلریز (۶) لذات النسار

ان کتابوں سے اُن کی معلومات کی وسعت، مذہبی معاملات میں ان کی بالغ نظری اور بیدار احساس کا اندازہ ہوتا ہے۔

مولانا احمد تھانیسری اس دور کے ایک اور جید عالم ہیں۔ وہ حضرت چراغ دہلوی[۱] کے مرید تھے۔ جب تیمور نے حملہ کیا تو وہ گرفتار ہو کر تیمور کے پاس پہنچے۔ وہاں شیخ الاسلام نبیرہ مولانا برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ سے سخت گفتگو ہوئی اور مولانا تھانیسری نے اپنے شاگردوں سے صاحب ہدایہ کی غلطیوں پر تقریر کرائی۔ عربی زبان پر اُن کو بڑا اچھا عبور حاصل تھا۔ ایک قصیدہ نعتِ رسول میں لکھا تھا جو فصاحت و بلاغت میں لاجواب ہے۔

مولانا تھانیسری کے ایک مشہور ہم عصر مولانا خواجگی تھے۔ اُن کو مولانا معین الدین عمرانی سے تلمذ تھا۔ ان کے شاگرد قاضی شہاب الدین دولت آبادی تھے۔ جنہوں نے بدائع البیان، حاشیہ کافیہ، شرح بزودی، تفسیر بحرِ مواج وغیرہ تصنیف فرمائی تھیں۔

عہد تغلق کے مورخین میں مولانا ضیاء الدین برنی[۲] اور عصامی[۳] خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ شعراء میں مطہر[۴]، یوسف گدا[۵]، بجستی، بدر[۶] چاچ، مسعود بک[۸] وغیرہ امتیازی شان

---

[۱] اخبار الاخیار۔ ص ۱۴۲-۱۴۳ [۲] مصنف تاریخ فیروز شاہی، فتاوائے جہانداری، حسرت نامہ، ثنائے محمدی وغیرہ۔ [۳] مصنف فتوح السلاطین (مرتبہ ڈاکٹر مہدی حسن آگرہ، نیز محمد یوشع مدراس) [۴] دیوان۔ اورینٹل کالج میگزین ۱۹۳۵ء [۵] مصنف تحفۃ النصائح (مطبع نور لاہور ۱۲۸۳ھ) [۶] قصائد بدر چاچ (نولکشور ۱۸۷۳ء) [۸] حالات کے لیے ملاحظہ ہو اخبار الاخیار۔ ص ۱۶۴-۱۷۰۔

Marfat.com

کے مالک تھے۔

محمد بن تغلق کے زمانہ میں ممالک اسلامی سے علماء و شعراء کثیر تعداد میں ہندوستان آئے۔ امام ابن تیمیہؒ کے شاگرد امام عبدالعزیز اردبیلی نے محمد بن تغلق کے دربار میں احادیث نبوی بیان کیں[1]۔ قاموس کے مصنف مولانا مجدالدین فیروزآبادی اسی زمانے میں ہندوستان آئے۔

مشائخ کے ملفوظات کے بعض مستند اور قابل قدر مجموعے اسی زمانے میں مرتب ہوئے امیر خورد نے سیرالاولیاء، حمید قلندر نے خیرالمجالس، شیخ عزیزؒ نے سرورالصدور، حماد کاشانی نے احسن الاقوال اسی زمانے میں ترتیب دیں۔

لودیوں کے عہد میں عُلوم اسلامی کی نوعیت

تیمور کے حملے (۱۳۹۹ء) نے شمالی ہندوستان بالخصوص دہلی کی علمی مجلسوں کو درہم برہم کر دیا۔ علماء و مشائخ دہلی کو چھوڑ کر مختلف صوبوں میں چلے گئے۔ سکندر لودی نے اس اُجڑی بزم کو از سر نو سنوارنے کی کوشش کی اور مشاہیر علماء کو دور دور سے بلا کر یہاں بسایا۔ شیخ عبدالحق محدثؒ لکھتے ہیں۔

"... اسکندریہ کہ زمان صلاح و تقوی و ورع و دیانت و صیانت بود و بسیارے از اکابر و علماء از اطراف و اکناف عالم از عرب و عجم دراں زمان تشریف آوردہ دریں دیار توطن فرمودند"[2]

سکندر لودی کے زمانہ میں ملتان میں جب لنگا خاندان برسر اقتدار آیا تو وہاں کے بہت سے علماء اس طرف رجوع ہو گئے۔ شیخ عبداللہ اور شیخ عزیزاللہ نے سنبھل میں قیام کر لیا تھا۔ سکندر لودی شیخ عبداللہ کا بڑا احترام کرتا تھا اور اُن کے حلقہ درس میں شریک

---

[1] ابن بطوطہ۔ (عجائب الاسفار۔ ص ۱۲۰)

[2] اخبار الاخیار۔ ص

Marfat.com

ہوتا تھا۔ اِن دونوں بزرگوں نے علم معقول کو بہت ترقی دی اور معیار فضیلت کو بلند کرنے کے لیے قاضی عضد کی تصانیف مطالع و مواقف اور سکاکی کی مفتاح العلوم کو درس میں شامل کیا۔ اس کے بعد یہ کتابیں نصاب کا خاص جزو بن گئیں۔

اسی زمانہ میں مولانا رفیع الدین صفوی شیرازیؒ[1] دہلی تشریف لائے اور عرصہ دراز تک درس تدریس کا ہنگامہ برپا رکھا۔ شیخ عبدالحق ان کے متعلق لکھتے ہیں "دانشمند بود و محدث" وہ معقولات میں مولانا جلال الدین دوانی کے اور حدیث میں شیخ سخاویؒ کے شاگرد تھے۔ مولانا جمالی[2] لودیوں کے زمانے میں بیشتر اسلامی ممالک کی سیاحت کے بعد ہندوستان واپس آئے اور مشایخ ہند کے حالات میں سیر العارفین تصنیف فرمائی۔ جو سیر الاولیاء اور اخبار الاخیار کے درمیان ایک اہم اور معتبر کڑی سمجھی جاتی ہے۔ جمالی کے مرشد مولانا سماء الدین[3] بھی جید عالم تھے شیخ فخر الدین عراقی کی لمعات پر فاضلانہ حاشیہ لکھا تھا۔ اُن کی ایک اور تصنیف مفتاح الاسرار ہے۔

شیخ عبدالوہاب بخاری ملتان کے مشہور عالم تھے۔ سکندر لودی کے عہد میں دہلی آکر بس گئے تھے۔ سلطان کو ان سے بڑی عقیدت تھی۔ انہوں نے ایک تفسیر بھی لکھی تھی جس کے متعلق شیخ محدثؒ کا بیان ہے :-

"... تفسیر یست کہ اکثر قرآن بلکہ تمام آنرا ارجاع بنعت پیغمبر و ذکر او کردہ صلی اللہ علیہ وسلم و بسیارے از دقائق عشق و اسرار محبت در انجا درج کردہ است، غالباً وقوع آں در غلبہ حال و استغراق وقت بودہ است و بداں جہت در بعضے مواضع جانب ظاہر لفظ و عبارت نامرعی ماندہ است"[4]

سکندر لودی کے زمانہ میں شاہ جلال شیرازی مکہ معظمہ سے آکر دہلی میں مقیم ہو گئے۔ انہوں نے

---

[1] اخبار الاخیار۔ ص ۲۴۳-۲۴۴ [2] حالات کے لیے اخبار الاخیار۔ ص ۲۲۱-۲۲۲
[3] حالات کے لیے ملاحظہ ہو اخبار الاخیار۔ ص ۲۰۵-۲۰۷ [4] ایضاً۔ ص ۲۰۹-۲۱۴۔

گلشنِ راز پر نہایت اعلیٰ شرح لکھی تھی۔ مثنوی مولانا روم کے اسرار و غوامض دلکش انداز میں بیان کرتے تھے۔[1]

لودیوں کے زمانہ کے چند اور بزرگ بھی قابل ذکر ہیں۔ مثلاً شیخ اذہن دہلوی جو شیخ عبدالحق کے نانا تھے۔ اور علم و فضل، زہد و ورع میں ممتاز تھے۔[2] اور مولانا شعیب جن کے متعلق شیخ محدثؒ کا بیان ہے ــــ

"در وعظ و تذکیر بے نظیر زماں خود۔۔۔۔۔ جمیع اکابر و علمائے شہر در پائے وعظ او حاضر شدندے واکثر از موالی و اہالی شہر در ابتداء شاگرد او بودند"[3]

گزشتہ صفحات میں ہم نے اسلامی ہند کے عام علمی ماحول کا ایک سرسری جائزہ لیا ہے ــــ کیا قرون وسطیٰ کے اس تعلیمی نظام میں قرآن و حدیث کے لیے کوئی جگہ نہ تھی؟ کیا یہ سب علماء قرآن و حدیث سے یکسر ناآشنا تھے؟ ــــ اللہ اللہ علم و دانش کی کرشمہ سازیاں کہ مسلمانوں کی ایک مشہور تعلیمی درس گاہ کے فارغ التحصیل[4] نے اسلامی ہند کی سات سو سالہ تاریخ پر نظر ڈالی اور اس کو ظلمت ہی ظلمت نظر آئی۔

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

آیئے ہندوستان میں قرآن و حدیث اور فقہی علوم کا جائزہ لیں تاکہ شیخ محدثؒ سے قبل کا پورا دینی ماحول ہماری آنکھوں کے سامنے آجائے۔

علوم قرآن

قرآن پاک ہمیشہ مسلمانوں کے لیے غور و فکر کا مرکزی نقطہ رہا ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جن علوم کو بھی مسلمانوں نے ترقی دی وہ کسی نہ کسی طرح قرآن ہی سے متعلق تھے۔

---

[1] اخبار الاخیار، ص ۲۱۴۔ [2] ایضاً۔ ص ۲۱۸-۲۱۹ [3] ایضاً۔ ص ۲۱۹

[4] "الفرقان" (شاہ ولی اللہ نمبر) مسعود عالم ندوی کا مضمون۔

Marfat.com

(۱) ہندوستان میں مسلمان بچوں کی تعلیم کی ابتدا ہمیشہ قرآنِ پاک سے ہوئی ہے۔ اور اس کے حفظ کرنے اور قراءت کے لیے بڑے اہتمام کیے گئے ہیں۔ علوم قرآن کے جس حصہ نے سب سے زیادہ ترقی کی ہے وہ علم قراءت ہے۔ عرب میں قرآن پڑھنے کے سات طریقے رائج تھے۔ ہندوستان میں یہ سب طریقے پہنچے۔ شیخ بہاءالدین زکریا ملتانیؒ نے اردو میں سات طرح کی قراءت سیکھی تھی۔ لکھا ہے

"حضرت شیخ حفظ قرآن باہفت قراۃ از برداشت"[۱]

ضیاءالدین برنی نے عہد علائی کے تین ماہرین قرأت کے نام گنانے کے بعد لکھا ہے کہ شہر کے سیکڑوں حافظ اُن سے اپنی قرأت درست کرتے تھے اور

"مثل ایشاں درخراسان وعراق نشان نداده اند"[۲]

ان کے نام یہ ہیں :-

(۱) مولانا جمال الدین شاطبی

(۲) مولانا علاءالدین مقری

(۳) خواجہ زکی خواہرزادہ حسن بصری۔

فیروزشاہ کے مدرسہ کا حال پیچھے گزر چکا ہے۔ اس کے پرنسپل مولانا جلال الدین رومی "راوی ہفت قراۃ" تھے[۳]۔ گلزار ابرار میں شیخ عبدالملک قاری کا حال اس طرح لکھا ہے:

"آپ کلام ربانی کو سات قراۃ اور چودہ روایت سے پڑھتے تھے اور ہمیشہ سب کو خواہ درویش ہو یا تونگر حسبۃً للہ قرآن اور قراۃ سکھایا کرتے تھے۔ اسی پسندیدہ طریقے کے ساتھ ایام عمر پورے کر دیے اور دارالخلافہ آگرہ میں خواب گاہ اختیار کی۔ آپ کے بعد آپ کے فرزند شیخ محمد قرآن کے شوقین لوگوں کے ساتھ باپ کا طریقہ اختیار

---

[۱] سیر العارفین۔ ص ۱۰۳۔ [۲] تاریخ فیروز شاہی۔ ص ۳۵۵۔

[۳] دیوان مطہر (اورنٹیل کالج میگزین، مئی ۱۹۳۵ء)

Marfat.com

کرکے جانشین ہوئے"[1]

صوفیہ میں شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ قراءۃ کے ماہر تھے اور اپنے اعلیٰ مریدین دخلفار کو قرآن بہت دلکش انداز میں پڑھاتے تھے۔[2] شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے امام شیخ شہاب الدینؒ کے متعلق لکھا ہے کہ آپ کی خوش الحانی سے پرندے اور چرندے تک مدہوش ہوجاتے تھے[3]۔ آخری زمانہ کے علماء میں شیخ عبدالوہاب متقیؒ فن قراءۃ اور تجوید کے ماہر اُستاد تھے۔ شیخ محدث نے ایک بزرگ شیخ سلیمان مندوی کے متعلق لکھا ہے کہ "در تجوید قرآن یگانہ عصر بود"[4] شیخ عبدالقدوس گنگوہی کو ان سے تلمذ تھا۔

ماہرین قرأت کے یہ نام بلا کسی تلاش اور کوشش کے پیش کردیے گئے ہیں۔ اگر مذہبی تذکروں اور ملفوظات سے اُن بزرگوں کے نام جمع کیے جائیں جن کو اس فن سے دلچسپی تھی تو یقیناً چند جزء کی فہرست مرتب ہوسکتی ہے۔ یہاں ہمارا مقصد صرف یہ دکھانا تھا کہ علوم قرآنی کی یہ شاخ ہندی مسلمانوں کی خاص توجہ کا مرکز رہی ہے۔

(۲) تجوید و قراءت سے گزر کر جب ہم تفسیر کی طرف رخ کرتے ہیں اور ہندی مسلمانوں کے دینی سرمایہ کا جائزہ لیتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور اُن کے گھرانے سے پہلے قرآن فہمی کا عام چرچا ہندوستان میں کبھی نہیں ہوا۔ تفسیر کی جو کتابیں اس سے پہلے لکھی گئیں اُن کی افادیت کا دائرہ علماء تک محدود رہا۔ عوام ان سے استفادہ نہ کرسکے۔

قرآن کا سب سے پہلا ترجمہ ہندوستان میں سندھی زبان میں ہوا۔ یہ ترجمہ ۲۷۰ھ میں اورر کے راجہ کے لیے کیا گیا تھا۔[5] اس کے بعد شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے ایک عزیز

---

[1] گلزار ابرار۔ ص ۱۳۱۔ [2] سیر الاولیاء۔ بابا فریدؒ نے چند پارے شیخ نظام الدین اولیاءؒ کو پڑھائے تھے وہ کہتے تھے کہ "والضالین" کی قراءۃ جس طرح باباصاحب کرتے تھے اس طرح کسی کو بھی کرتے ہوئے نہیں سُنا۔ [3] سیر الاولیاء ص ۲۹۰-۲۹۱۔ [4] اخبار الاخیار۔ ص ۲۱۵۔
[5] عجائب الہند۔ ص ۳۔ بحوالہ تاریخ سندھ۔ مولانا سید ابوظفر ندوی (۱۹۴۷ء)

مرید اور خواہرزادہ خواجہ قاسم نے لطائف التفسیر لکھی تھی۔ اس تفسیر کا مقصد یہ تھا:

"تا منافع بخاص و عام رسد و بمطالع آں بر اسرار قرآن و دقائق فرقان مطلع گردند"[۱]

اس تفسیر کا کوئی نسخہ نظر سے نہیں گزرا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ سے قبل علوم قرآنیہ پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) الرسالۃ فی الناسخ والمنسوخ: امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ نے لکھا تھا۔ اس کا قلمی نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔

امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ (۱۳۸۴ء) شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ کے مرید تھے۔ ترک وطن کر کے سیدوں کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ کشمیر چلے آئے تھے اور وہیں ۱۳۸۴ء میں وصال فرمایا۔

(۲) خلاصہ جواہر القرآن فی بیان معانی القرآن: مولانا ابوبکر اسحاق ملتانی المعروف بہ ابن التاج کی تصنیف ہے۔ قلمی نسخہ برلن کے کتب خانہ میں موجود ہے۔[۳]

مولانا ابن التاج کا حال کتابوں میں نہیں ملتا۔ لیکن مسالک الابصار مصنفہ شہاب الدین العمری سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی کافی شہرت تھی۔ العمری نے ان کے بیانات کو بڑی وقعت سے نقل کیا ہے۔[۴]

(۳) تبصیر الرحمٰن و تیسیر المنان: تصنیف شیخ علی بن احمد المہائمی (۱۴۳۲ء)

گجرات کے علماء میں شیخ علی مہائمیؒ کو خاص مرتبہ حاصل ہے۔ مولانا سید عبدالحیی مرحوم نے لکھا ہے

"میرے نزدیک ہندوستان کے ہزار سالہ دور میں، شاہ ولی اللہ دہلوی کے سوا حقائق نگاری میں اُن کا کوئی نظیر نہیں"[۵]

---

[۱] سیر الاولیاء، ص ۲۰۷ [۲] حالات کے لیے ملاحظہ ہو نفحات الانس، سفینۃ الاولیاء، ص ۱۱
[۳] فہرست مرتبہ الورث ۸۷۶ [۴] مسالک الابصار ص ۴۲ (انگریزی ترجمہ) [۵] یاد ایام ص ۵۲۔

Marfat.com

اس تفسیر کے متعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی رائے یہ ہے:-

"تفسیر رحمانی کہ بصفت ایجاز و تدقیق موصوف است و تفسیر را بقرآن امتزاج داده است" [۱]

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ اس تفسیر کے متعلق اچھی رائے نہیں رکھتے تھے۔ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"کتاب تبصیر الرحمٰن کہ مرسل داشتہ بودند بعضے از مواضع آں را مطالعہ نمودہ واپس فرستاد، مگر مصنف این کتاب خیلے میل بمذہب فلاسفہ دارد، و نزدیک است کہ حکیماں را عدیل انبیاء سازد . . . مطالعہ ایں کتاب بے ضررہائے خفیہ بلکہ جلیہ نیست اظہار ایں معنی لازم دانست بچند کلمہ متصدع گشت"

شیخ مہائمی، فصوص الحکم پر گہری نظر رکھتے تھے اور وحدت الوجود کے پرجوش علمبردار تھے۔ ممکن ہے کہ شیخ مجددؒ کو ان کے نظریات سے اس بنا پر بھی اختلاف ہو۔

(۴) بحر مواج: قاضی شہاب الدین دولت آبادی۔

قاضی شہاب الدین اپنے زمانے کے مشاہیر علماء میں تھے [۲] ان کی یہ تفسیر قطعاً عام فہم نہ تھی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اس کے متعلق لکھتے ہیں:

"بحر مواج تفسیر قرآن مجید کردہ بعبارت فارسی و در وے بیان ترکیب و معنی و فصل و وصل دادہ است و در ینجا نیز از برائے سجع تکلفے کردہ است، قابل اختصار و تنقیح و تہذیب ست" [۳]

(۵) شئون المنزلات: شیخ علی متقیؒ [۴] (۹۷۵ھ/۱۵۶۷ء)

---

[۱] اخبار الاخیار۔ ص ۱۷۴۔

[۲] ان کے تفصیلی حالات کی تلاش ہو تو مندرجہ ذیل کتابوں کی طرف رجوع کرنا چاہیے — اخبار الاخیار۔ ص ۱۷۵-۱۷۶۔ سبحۃ المرجان ص ۳۹، حدائق الحنفیہ ص ۳۱۹۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام۔ جلد اول ص ۹۳۲۔

[۳] اخبار الاخیار۔ ص ۱۷۵۔

[۴] حالات کے لیے ملاحظہ ہو ضمیمہ (د)

Marfat.com

(۶) التفسیر المحمدی المسمی بہ کاشف الحقایق : ابو صالح محمد بن احمد میاں جی (۱۵۴۲ء) احمد آباد کے مشاہیر علماء میں تھے[۱]

(۳) نصاب تعلیم میں تفسیر کی مندرجہ کتابیں رہی ہیں :

(۱) کشاف (۲) مدارک (۳) بیضاوی

ان کے علاوہ تین اور کتابوں کے حوالے ملتے ہیں :

(۱) تفسیر ناصری (۲) تفسیر زاہد (۳) تفسیر حقائق۔

ہندوستان میں علماء کی توجہ کا مرکز زیادہ تر تفسیر کشاف ہی رہی۔ شیخ حمید الدین ناگوری خلیفہ خواجہ معین الدین چشتی نے اس کو آٹھ جلدوں میں بندھوالیا تھا تاکہ جس جزو کی ضرورت ہو اس کا مطالعہ آسانی سے کرلیں۔ اس تفسیر کے متعلق ان کی رائے بہت وقیع ہے۔ فرماتے ہیں :

"آنچہ در کتابہائے دیگر است ہم ازیں کتاب است، ہرچہ دانستہ اند خوش آمدہ است ازینجا نقل کردہ اند و کتابے علیحدہ بنام خویش کردہ اند" [۲]

ہندوستان میں مدارک اور بیضاوی پر کئی حاشیے لکھے گئے۔ شیخ الہداد جون پوری[۳] (المتوفی ۱۵۲۵ء) نے "حاشیہ علی المدارک التنزیل" خطیب ابوالفضل گجراتی (۱۵۵۱ء) نے حاشیہ علی تفسیر البیضاوی[۴] اور شیخ وجیہ الدین علوی نے حاشیہ علی بیضاوی لکھا۔

حقیقت یہ ہے کہ جہاں تک تفسیر کا تعلق ہے علماء ہند کشاف، بیضاوی اور مدارک سے آگے نہ بڑھ سکے۔

تفسیر زاہد کے متعلق سرور الصدور میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے اوچہ میں آئی[۵]۔ وہاں سے ملک کے دوسرے حصوں میں پھیلی۔

---

[۱] حالات کے لیے تذکرہ علمائے ہند۔ ص ۱۴۲ [۲] سرور الصدور (قلمی نسخہ) ص ۴۳
[۳] اخبار الاخیار۔ ص ۱۹۱۔۱۹۲۔ [۴] قلمی نسخے رامپور اور پشاور کے کتب خانوں میں موجود ہیں
[۵] سرور الصدور۔ ص ۶۱۔

Marfat.com

علمِ حدیث

بعض مصنفین کا خیال ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اور شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے پہلے ہندوستان کے مسلمان علم حدیث سے ناآشنا تھے اور مشارق الانوار کے علاوہ کسی حدیث کی کتاب سے واقفیت نہ رکھتے تھے۔ یہ خیال غلط ہے۔ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ان دونوں بزرگوں نے حدیث کا بے حد چرچا کیا اور عوام کے استفادہ کے لیے بہتر طریقے پر ان علوم کی اشاعت کی، لیکن یہ کہنا کہ اُن سے پہلے علم حدیث یا حدیث کی کتابیں ہندوستان میں نہ تھیں تاریخی حقایق کے خلاف ہے۔ اسلامی ہند نے اپنے ابتدائی دور میں سیکڑوں عالم حدیث پیدا کیے اور علم حدیث پر متعدد کتابیں لکھی گئیں۔ جن اسباب کی بنا پر ہم نے یہ خیال ظاہر کیا ہے وہ یہ ہیں:-

(۱) گیارہویں اور بارہویں صدی عیسوی میں حدیث کی تقریباً سب کتابیں ممالک اسلامی میں رائج ہو چکی تھیں۔ یہ کس طرح تسلیم کر لیا جائے کہ ان ملکوں سے جو علما ہجرت کر کر ہندوستان آئے وہ علم حدیث کو چھوڑ آئے اور باقی سب علوم اپنے ساتھ لے آئے۔

(۲) اگر اسلامی ہند کے ابتدائی دور کی کتابوں کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جائیگی کہ اس زمانہ میں علم حدیث کافی ترقی کر چکا تھا۔ کشف المحجوب کی سطریں جن ہاتھوں سے لکھی گئی ہیں، فوائد الفواد کے جملے جس زبان سے بولے گئے ہیں، ان کے عظیم المرتبت محدثین ہونے میں شبہ کرنا علم و دیانت کے خلاف ہے۔ فوائد الفواد کو پڑھتے وقت تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ علم حدیث کا ایک ناپیدا کنار سمندر موجیں مار رہا ہے!

(۳) قاضی منہاج السراج نے اپنی مشہور کتاب طبقات ناصری میں خروج الکفار کے سلسلہ میں "کتب معتبر حدیث" کا ذکر کیا ہے اور پھر سنن ابی داؤد سجستانی کو نقل کیا ہے۔[۱]

---

[۱] طبقات ناصری ص ۳۲۶ - ج ۲ ص ۶۲ طبع کابل

Marfat.com

(۴) حضرت شیخ نظام الدین اولیاؒ، مولانا رضی الدین صغانی صاحب مشارق الانوار کے متعلق لکھتے ہیں کہ جب وہ بدایوں سے دہلی پہنچے تو وہاں کافی علماء و محدثین موجود تھے :-

"باز بحضرت دہلی رسید، دراں ایام در حضرت دہلی علماء کبار بودند باہمہ در علوم متساوی بود اما در علم حدیث از ہمہ ممتاز" [۱]

(۵) شیخ حمید الدین ناگوریؒ خلیفہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے زمانہ میں علم حدیث ناگور میں اتنی ترقی کر گیا تھا کہ شیخ ناگوریؒ فرمایا کرتے تھے ـــ

"مرد را بست ہزار حدیث یاد باید تا محدث شود" [۲]

(۶) ضیاء الدین برنی نے علم حدیث کے متعلق اپنی یہ رائے لکھنے کے بعد ـــ

"بعد علم تفسیر الفس ترین علوم انفع ترین علوم است" [۳]

امام بخاری، امام ثعلبی، امام مقدسی، امام واقدی، امام محمد اسحاق، امام دینوری وغیرہ کی کتابوں کا ذکر کیا ہے [۴] جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے زمانہ میں حدیث کی یہ کتابیں نایاب نہ تھیں۔

(۷) بانکی پور کے کتب خانے میں صحیح مسلم کا ایک ایسا جزو محفوظ ہے جو سلطان سکندر لودی (۸۹۴-۹۲۲) کے لیے لکھا گیا تھا۔ پہلے صفحہ پر یہ عبارت ہے :-

برسم خزانۃ الکتب السلطان العادل الفاضل الکامل المجاهد فی سبیل الله ابی الفتح اسکندر شاہ ابن بهلول ملکه وخلافته

(۸) شاہ مظفر بلخیؒ خلیفہ حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ کے سلسلہ میں مناقب الاصفیاء میں لکھا ہے :

---

[۱] فوائد الفواد۔ ص ۱۰۴ — [۲] سرور الصدور (قلمی)

[۳] تاریخ فیروز شاہی۔ ص ۱۰ — [۴] ایضاً۔ ص ۱۳-۱۴

Marfat.com

"نقل است کہ صحیح مسلم نسخہ مصحح در غایت تصحیح بود در کاغذ افرنیمی بخط عرب نوشتہ بود
شیخ الاسلام شیخ معز بلخی را قرأت صحیح مسلم ہمداں نسخہ بود"

(۹) مکتوبات مولانا امام مظفر بلخیؒ میں لکھا ہے :

"شنیدہ شد کہ مولانا زین الدین ساکن دیوہ بہ بندگی صحیح مسلم و کتاب معتبر و معتمد
در علم حدیث ۔ ۔ ۔ ۔ و بہ نزدیک مخدوم کتب احادیث بسیار جمع شدہ"

(۱۰) مکتوبات صدی میں ایک حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے :۔

"ایں در صحیح بخاری است"

(۱۱) برنی شیخ علاء الدین اجودھنیؒ کے متعلق لکھتا ہے :

"من از ثقات شنیدہ ام کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ندیدیم شیخ علاء الدین را مگر در نماز یا در قرآن
یا در مطالعہ کتب حدیث" [۱]

(۱۲) مدرسہ فیروزی کے صدر مدرس "شارح پنج ستن"[۲] تھے، اور ان کا درس دیتے تھے
برنی نے لکھا ہے

"و متعلمان را ہموارہ تعلیم می کنند و تفسیر و حدیث و فقہ می خوانند" [۳]

مندرجہ بالا اقتباسات سے یہ حقیقت تو واضح ہو گئی کہ حدیث کی سب مشہور کتابیں ہندوستان میں موجود تھیں۔ اور کچھ لوگ ایسے بھی تھے جن کو علم حدیث سے دلچسپی تھی۔

دسویں صدی ہجری میں علم حدیث ہندوستان میں

شیخ عبدالحق دہلوی کی خدمات حدیث گیارہویں صدی ہجری سے تعلق رکھتی ہیں، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم دسویں صدی ہجری میں علوم حدیث کی عام حالت کا جائزہ لے کر آگے بڑھیں۔ دسویں صدی ہجری میں یو پی دہلی، پنجاب کے سارے علاقہ میں صرف دو محدثین کے نام نظر آتے ہیں۔ حاجی ابراہیم قادری

---

[۱] تاریخ فیروز شاہی ۔ ص ۳۴۷ [۲] دیوان مطہر اورنٹیل کالج میگزین۔
[۳] تاریخ فیروز شاہی ۔ ص ۵۶۴ [۴] حاجی صاحب کا تفصیلی حال ان کتابوں میں ملاحظہ ہو
گلزار ابرار ۔ ص ۲۲۳ ۔ منتخب التواریخ ۔ جلد سوم ۔ ص ۱۳۹۔

Marfat.com

محدثؒ اور مولانا اسمٰعیل لاہوری۔

حاجی ابراہیم قادری (المتوفی ۱۰۰۱ھ) مانک پور میں پیدا ہوئے تھے۔ دو تین سال بغداد میں رہ کر علم حدیث حاصل کیا۔ پھر مصر پہنچے۔ وہاں شیخ شمس الدین علقمی سے حدیث کی تصحیح کی۔ شیخ محمد بکری شافعی سے سند اور اجازت لے کر مکہ معظمہ پہنچے۔ وہاں شیخ عبد الرحمٰن ابن الفہد مغربی، شیخ مسعود مغربی اور شیخ علی متقیؒ کی خدمت میں ازسرِ نو حدیث کی تکرار کی۔ پھر مصر گئے۔ اور وہاں چوبیس سال تمام علوم کا درس دیا۔ آخر عمر میں وطن کی محبت غالب آئی تو ہندوستان کو روانہ ہو گئے۔ آگرہ سے گزر رہے تھے کہ خیال پیدا ہوا کہ یہیں تفسیر و حدیث کی محفل گرم کی جائے۔ چنانچہ چھیاسی سال کی عمر تک جبکہ جان جاں آفریں کے سپرد کی اسی میں مشغول رہے[۱]۔

مولانا اسمٰعیل لاہوری (المتوفی ۹۸۰ھ) کے متعلق گلزار ابرار میں لکھا ہے:

"آپ ارباب حدیث کی بڑی سند دینے والوں میں سے ہیں۔ فقہ اور سنت کی کتابیں ایران میں شیخ الاسلام مولانا سیف الدین احمد شہید ہروی اور حضرت امیر جمال الدین عطاء اللہ محدث کی خدمت میں تصحیح اور مطالعہ فرمائی تھیں"[۲]۔

ہندوستان کے ساحلی علاقوں اور سرحدی صوبوں کی حالت کا اس پر قیاس نہیں کرنا چاہیے۔ وہاں علم حدیث کا بہت زیادہ چرچا تھا اور احادیث کی شرحوں اور خلاصوں کا کام بڑی تیز رفتاری کے ساتھ ہو رہا تھا۔

اسی زمانہ میں بنگال کے بادشاہ علاء الدین حسین شاہ (المتوفی ۱۵۲۰ء) کو محمدؒ بن یزداں خواجگی شروانی نے صحیح بخاری کا نسخہ پیش کیا جو تین جلدوں پر مشتمل ہے اور

[۱] حاجی صاحب کا تفصیلی حال ان کتابوں میں ملاحظہ ہو:
گلزار ابرار۔ ص ۴۲۳، منتخب التواریخ۔ جلد سوم۔ ص ۱۳۹۔

[۲] گلزار ابرار۔ ص ۴۹۸۔

Marfat.com

بانکی پور کے کتب خانہ میں موجود ہے۔[1]

گجرات میں میر سید عبدالاول (۹۶۸ھ) نے صحیح بخاری کی شرح فیض الباری کے نام سے لکھی تھی۔[2] شیخ عبدالملک عباسی[3] نے صحیح بخاری کا اس قدر مطالعہ کیا کہ پوری کتاب اُن کو حفظ ہو گئی۔[4] شیخ محمد بن طاہر نے صحاح ستہ کی شرح مجمع البحار کے نام سے لکھی۔ اور مشکوٰۃ کی لغات پر رسالہ فی لغات المشکوٰۃ تصنیف فرمایا۔[5] گجرات کے ایک اور عالم شیخ ناصر ہمیشہ مشکوٰۃ کے مطالعہ میں مشغول رہتے تھے۔[6] برہان پور میں شیخ طیب نے مشکوٰۃ پر حاشیہ لکھا۔ سید ہبۃ اللہ المعروف بہ شاہ میر شیرازی گجراتی المتوفی ۹۵۰ھ نے رسالہ "سود مند" تیار کیا جس میں تمام اقسام حدیث کو نہایت سلیقہ سے جمع کیا گیا تھا۔ حکیم عثمان صدیقی شاگرد شیخ وجیہ الدین علوی نے صحیح بخاری کی شرح لکھی۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس زمانہ میں ہندوستان کا یہ قلب و جگر (یعنی شمالی علاقہ) علم حدیث اور محدثین سے کیوں اس قدر خالی تھا جب کہ ساحلی علاقوں میں حدیث کی کتابیں اس تیزی سے تصنیف ہو رہی تھیں۔ اس کے اسباب یہ ہیں:

محمد بن تغلق نے جب علماء و مشائخ کو ملک کے دور دراز حصوں میں بھیج دیا تو شمالی ہندوستان میں علمی محفلیں سرد پڑ گئیں۔ فیروز تغلق نے اس بکھری ہوئی مجلس کو سمیٹنے کی کوشش کی لیکن اس کے بعد جو سیاسی ابتری پیدا ہوئی اُس سے تنگ آکر علماء صوبوں میں چلے گئے اور یہ علاقہ علماء سے یکسر خالی ہو گیا۔ تیمور کے حملہ نے تباہی کو

---

[1] فہرست نمبر ۱۳۲ [2] ملاحظہ ہو اخبار الاخیار۔ ص ۲۴۵

[3] احمد آباد کے مشہور عالم تھے۔ حدیث کی سند اپنے بھائی شیخ قطب الدین سے لی تھی۔ شیخ قطب الدین شیخ سخاوی مصری شاگرد شیخ ابن حجر عسقلانی کے شاگرد تھے۔ (گلزار ابرار۔ ص ۳۱۱)۔

[4] گلزار ابرار۔ ص ۳۱۱۔ [5] حالات کے لیے ملاحظہ ہو۔ اخبار الاخیار۔ ص ۲۷۲۔۲۷۳، گلزار ابرار۔ ص ۳۲۲، حدائق الحنفیہ۔ ص ۳۸۵۔۳۸۷۔

[6] گلزار ابرار۔ ص ۳۱۶۔۳۱۷۔

مکمل کر دیا۔ سکندر لودی نے اس بزم کو پھر رونق دینی چاہی لیکن سیاسی انتشار اور غیر یقینی حالات کے باعث زیادہ کامیابی نہ ہوئی۔ پھر اکبر کی بے راہ روی سے متاثر ہو کر اکثر علماء و مشایخ اس علاقہ سے ہٹ گئے۔ انہوں نے یا تو حرمین شریفین کی راہ لی یا پھر دار السلطنت سے دور ساحلی علاقوں میں اقامت اختیار کر لی۔

بہر حال حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے جس وقت مسند درس بچھائی تھی اُس وقت شمالی ہندستان میں حدیث کا علم تقریباً ختم ہو چکا تھا۔ انہوں نے اس تنگ و تاریک ماحول میں علوم دینی کی ایسی شمع روشن کی کہ دور دور سے لوگ پروانوں کی طرح کھچ کر اُن کے گرد جمع ہونے لگے۔ درس حدیث کا ایک نیا سلسلہ شمالی ہندوستان میں جاری ہو گیا۔ علوم دینی خصوصاً حدیث کا مرکز ثقل گجرات سے منتقل ہو کر دہلی آ گیا۔ گیارہویں صدی ہجری کے شروع سے تیرہویں صدی کے آخر تک علم حدیث پر جتنی کتابیں ہندوستان میں لکھی گئی ہیں اُن کا بیشتر حصہ دہلی یا شمالی ہندوستان میں لکھا گیا ہے یہ سب شیخ عبد الحق محدث دہلوی کا اثر تھا۔

فقہی علوم

"اول علمے کہ مقصود شود علم فرائض باشد، و پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ است کہ "تعلموا الفرائض وعلموها"۔ [۱]

ان الفاظ میں خواجہ معین الدین اجمیری کے خلیفہ شیخ ناگوری نے علوم فقہ کو حاصل کرنے کی ترغیب دی تھی۔

ہندوستان میں ہمیشہ یہ دستور رہا کہ سلاطین بعض اہم فقہی مسائل پر علماء سے مشورہ کرتے تھے۔ کبھی کبھی محضر بھی طلب کیا جاتا تھا جس میں دور دور سے علماء شرکت

---

۱ سرور الصدور (قلمی نسخہ)

Marfat.com

کے لیے آتے تھے۔ شیخ جلال الدین تبریزیؒ کے متعلق ایک معاملہ پر ملک سے علماء کو طلب کیا گیا تو ڈھائی سو علماء نے شرکت کی۔ غیاث الدین تغلق کے دربار میں شیخ نظام الدین اولیاءؒ کو علماء کے ایک جلسہ میں سماع کے متعلق اپنا نقطہ نظر واضح کرنے کے لیے بلایا گیا۔ فیروز شاہ نے حق شرب پر فقہی مسئلہ دریافت کرنے کے لیے علماء کو طلب کیا ——
صرف یہ ہی نہیں، سلاطین کو خود مسائل کی کافی معلومات تھی۔ محمد بن تغلق کے متعلق تو یہ کہا جاتا ہے کہ ہدایہ نوک زبان پر تھی۔ دو سو فقہا اُس کے ساتھ کھانا کھاتے تھے ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ اس کا حکم تھا کہ

"ہر شخص نماز و شرائط اسلام کو سیکھے، تمام لوگ بازاروں میں نماز کے مسائل یاد کرتے پھرتے تھے اور کاغذوں پر لکھواتے تھے۔"

ہندوستان میں گو ابتداء سے فقہ حنفی کا عروج رہا ہے لیکن اور مذاہب کے لوگوں کے ساتھ بھی نہایت رواداری کا سلوک کیا گیا ہے۔ امیر خسرو عہد علائی کے متعلق لکھتے ہیں ؎

خوشا ہندوستان و رونق دیں
شریعت را کمال عز و تمکیں
ز علم باعمل دہلی بخارا
ز شاہان گشتہ اسلام آشکارا
مسلمانان نعمانی روش خاص
ز دل ہر چار آئیں را باخلاص
نہ کیں با شافعی نے مہر با زید
جماعت را و سنت را بجاں صید

علاء الدین خلجی نے اودھ کا شیخ الاسلام، شیخ فرید الدین کو بنایا تھا جو شافعی المذہب تھے

محمد بن تغلق کے زمانہ میں دہلی میں شافعیوں کا ایک مدرسہ بھی تھا۔ شافعی فقہ پر ہندوستان میں دو کتابیں لکھی گئی تھیں۔ ایک فقہ مخدومی جو شیخ علی بن احمد مہائمی (۱۴۳۱ء) نے مرتب کی تھی، اور دوسری قرۃ العین جو زین الدین بن عبدالعزیز صاحب تحفۃ المجاہدین (۱۵۸۳ء) نے لکھی تھی۔

اسلامی ہند کی تاریخ پر اگر فقہ کے نشو و نما کو سمجھنے کے لیے غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہاں کی کتابوں میں اجتہادی فکر و نظر بہت کم تھا۔ حد یہ ہے کہ جب سماع کے مسئلہ پر شیخ نظام الدین اولیاءؒ نے حدیث نبوی پیش کی تو علماء نے سننے سے انکار کیا۔ اور امام ابو حنیفہؒ کا قول طلب کیا[۱]۔ ہندوستان میں گو علم فقہ پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں لیکن اُن میں ہندوستان کے مخصوص حالات کو سامنے رکھ کر مسائل کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ ہندوستان سے باہر علم فقہ پر جو کتابیں لکھی گئی تھیں ان ہی کے گرد ہندوستان کی ساری فقہی دنیا گردش کرتی رہی۔ ان کے حواشی و شروح سے باہر نکلنے کی جرأت ہندوستان کا کوئی عالم نہ کرسکا۔

صرف چودہویں صدی عیسوی میں فقہ کی کتابوں پر ہندوستان میں جتنی شرحیں لکھی گئی ہیں، ان کی تفصیل ملاحظہ ہو:

حاشیہ علی التلویح۔ مولانا معین الدین عمرانی

حاشیہ علی الحسامی۔ مولانا معین الدین عمرانی۔

حاشیہ علی کنزالدقائق۔ مولانا معین الدین عمرانی۔

حاشیہ علی المنار۔ مولانا معین الدین عمرانی، مولانا ابوحفص سراج الدین عمر بن اسحاق
مولانا سید یوسف ملتانی

شرح الہدایہ۔ قاضی حمید الدین دہلوی، مولانا ابوحفص سراج الدین عمر بن اسحاق۔

---

[۱] ملاحظہ ہو سیر الاولیاء

Marfat.com

شرح الجامع الکبیر۔ مولانا ابوحفص سراج الدین عمر۔

شرح الجامع الصغیر۔ مولانا ابوحفص سراج الدین عمر

شرح المختار۔ مولانا ابوحفص سراج۔

آیئے ہندوستان میں علوم اسلامی کے اس نشوونما کو ذہن میں رکھ کر شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے حالات زندگی اور تصنیفات پر غور کریں۔

Marfat.com

حصۂ اوّل

سوانح

Marfat.com

باب اوّل

شیخ محدّثؒ کا خاندان

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے اجداد میں جس بزرگ نے سب سے پہلے سرزمین ہند پر قدم رکھا وہ آغا محمد ترک تھے۔ آغا محمد بخارا[1] کے رہنے والے تھے۔ تیرہویں صدی عیسوی میں جب مغلوں نے وسط ایشیا میں آگ و خون کا ہنگامہ برپا کیا تو وہ اپنے وطن کے حالات سے بددل اور مایوس ہو کر ترکوں کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ ہندوستان تشریف لے آئے۔ خود شیخ محدثؒ نے لکھا ہے:-

"بہ عدۂ کثیر از اتراک کہ پیوند قرابت و رابطہ بیعت و خدمت بوے داشتند، نیز از وطن اصلی انتقال نمودہ در ملازمت او دریں دیار رسیدہ"[2]	ترکوں کی ایک بڑی جماعت بھی جو ان سے سلسلہ قرابت اور رابطہ بیعت رکھتی تھی، اپنے اصلی وطن سے منتقل ہو کر اُن کی خدمت میں یہاں آگئی۔

یہ[3] سلطان علاء الدین خلجی (۱۲۹۶-۱۳۱۶) کا دور حکومت تھا۔ مسلمانانِ ہند کا سیاسی و ثقافتی عروج انتہا کو پہنچ چکا تھا[4]۔ سلطان نے آغا محمد ترک کی دستگیری کی اور ان کو اعلیٰ مراتب اور عہدوں سے نوازا۔ اُن دنوں گجرات کی مہم کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ چنانچہ سلطان نے اُن کو گجرات روانہ کر دیا[5]۔

۱؎ بخارا کے مختصر مگر دلچسپ حالات کے لیے ملاحظہ ہو: Ency. of Islam, Vol I PP 776-783, W.Barthold's article.

۲؎ اخبار الاخیار - ص ۲۸۹

۳؎ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، خاکسار کا مضمون "سلطان علاء الدین خلجی کے مذہبی رجحانات" مطبوعہ برہان دہلی، جون ۱۹۵۸ء

۴؎ گجرات پر ۶۹۷ھ مطابق ۱۲۹۷ء میں خلجی فوجوں نے حملہ کیا تھا۔ امیر خسروؒ نے خزائن الفتوح میں تاریخ لکھی ہے ۵؎ یعنی چہار شنبہ ۲۰ جمادی الاولیٰ بتاریخ سال ششصد و ہشت و نود شدہ (ص ۵)۔ اس مہم کے سپہ سالار الغ خاں و نصرت خاں تھے۔ مولانا سید عبدالحئی مرحوم نے اس حملہ کی تاریخ ۶۹۶ھ دیا (ایام ص ۳) لکھی ہے جو غلط ہے۔

Marfat.com

شیخ لکھتے ہیں :-

برائے تسخیر ممالک گجرات و فتح بنادر آں با جماعہ	وہ بڑے امرا کی ایک جماعت کے ساتھ ملک
از امرائے عالیشان متعین شد، ادا مضاد	گجرات اور اس کے بندرگاہوں کی فتح پر مامور
انصرام آں مہم بحکم سلطانی ہمانجا مخیم اقامت	ہوئے اور اس مہم کی انجام دہی کے لیے شاہی
ساخت" [1]	حکم سے وہیں مقیم ہو گئے۔

آغا محمد نے گجرات کی فتح کے بعد وہیں سکونت اختیار کر لی ۔ اللہ نے ان کو کثیر اولاد دی تھی ایک سو ایک بیٹے تھے جن کے ساتھ وہ نہایت شان و شوکت، عزت و وقار، اور سکون و اطمینان کے ساتھ دن گذارتے تھے ۔ ایک ہولناک سانحہ پیش آیا اور ع

مجلس یاراں پریشاں شد چو برگِ گُل زباد (خسروؔ)

سو لڑکے انتقال کر گئے ۔ صرف سب سے بڑا لڑکا ملک معز الدین باقی بچا ۔ آغا محمد ترک کے دل و دماغ پر بجلی سی گر گئی ۔ دنیا کی طرف سے دل سرد پڑ گیا ۔ جو شخص دہلی سے سلطان علاء الدین خلجی کی قشونِ قاہرہ کے ساتھ فتح و نصرت کے ڈنکے بجاتا ہوا گجرات میں داخل ہوا تھا، ماتمی لباس پہن کر اپنے اکلوتے بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر پھر دہلی واپس آ گیا ۔

زرنج و راحتِ گیتی مرنجاں دل مشو خرم
کہ آئینِ جہاں گاہے چناں گاہے چنیں باشد

دہلی آکر وہ شیخ صلاح الدین سہروردیؒ [2] کی خانقاہ میں بیٹھ گئے ۔ شیخ محدثؒ لکھتے ہیں :-

---

[1] اخبار الاخیار ۔ ص ۲۸۹ ۔

[2] شیخ صلاح الدین سہروردیؒ، شیخ صدر الدین سہروردیؒ کے مرید اور خلیفہ تھے ۔ شیخ نصیر الدین چراغ دہلویؒ کے معاصر اور ہمسایہ تھے ۔ اپنے سلسلہ کی روایات کے خلاف انہوں نے سلاطین وقت سے کوئی تعلق رکھنا پسند نہ کیا ۔ سلطان محمد بن تغلق نے جب دہلی کے علما و مشائخ کو ملک کے مختلف حصوں میں زبردستی روانہ کیا (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو خاکسار کا مضمون "سلطان محمد بن تغلق کے مذہبی رجحانات مطبوعہ برہان مارچ ۱۹۳۶ء") تو شیخ صلاح الدینؒ سے بھی درخواست کی، لیکن انہوں نے قبول نہیں کی اور سلطان کے ساتھ سختی سے پیش آئے ۔ شیخ محدثؒ کا بیان ہے "با سلطان مذکور سخت پیش می آمد" (اخبار الاخیار ۔ ص ۴۴۶) شیخ صلاح الدین کا مقبرہ اب شکستہ حالت میں پڑا ہے ۔ چاروں طرف کھیت ہیں اور بیچ میں مقبرہ کی عمارت اور ایک مسجد ۔ مسجد کے متصل ایک عمارت تھی اس کا طرز پکار رہا ہے کہ وہ مدرسہ رہا ہو گا ۔" (تفصیلات کے لیے آثار الصنادید ص ۳۲، ۱۳۲ اور [illegible] ص ۱۰۹، ۱۱۱ ملاحظہ کیجئے)

Marfat.com

"لہذا ترک جمیع خیل وحشم گفتہ ولباس سیاہ پوشیدہ در خانقاہ شیخ صلاح الدین سہروردیؒ معتکف شد"[1]

لہذا سب خیل وحشم کو ترک کر کے اور سیاہ لباس پہن کر شیخ صلاح الدین سہروردی کی خانقاہ میں معتکف ہو گئے۔

اخبار الاخیار سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سلطان غیاث الدین تغلق (۱۳۲۰-۱۳۲۵ء) کے عہد تک گجرات رہے تھے۔[2] ۱۷- ربیع الآخر ۷۳۹ھ مطابق ۱۳۳۸ء کو یعنی سلطان محمد بن تغلق کے زمانے میں آغا محمد ترک نے دہلی میں داعی اجل کو لبیک کہا اور عیدگاہ شمسی[3] کے عقب میں سپرد خاک کیے گئے۔[4]

ملک معز الدین سے اس خاندان کا سلسلہ جاری ہوا۔ خدائے تعالیٰ نے ان کو بے پناہ صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں۔ شیخ محدثؒ نے لکھا ہے

"حق سبحانہ وتعالیٰ ملک معز الدین را چناں کرد کہ گویا جمیع فیض واستعداد ونعم آں صد کس راہم بوے تنہا ارزانی داشت"[5]

حق تعالیٰ نے ملک معز الدین کو یہ مرتبہ دیا گویا سو انسانوں کی استعداد اور فیضان ان کو تنہا عطا فرما دیا۔

ملک معز الدین نے خاندان کے اس ماتمی ماحول کو ختم کیا جس کی ابتدا آغا محمد کے سہروردی خانقاہ میں بیٹھنے سے ہوئی تھی۔ انہوں نے عزم وہمت کے ساتھ دہلی میں سکونت اختیار کر لی۔ ان کے بعد ان کے فرزند ملک موسیٰ نے بڑی عزت اور شہرت حاصل کی لیکن قسمت نے پھر پلٹا کھایا۔ آغا محمد ترک کو ایک ذاتی سانحہ نے گجرات سے دہلی پھینک دیا۔ اس وقت ملک کے عام حالات نے ملک موسیٰ کو دہلی چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔

فیروز شاہ تغلق (المتوفی ۷۹۰ھ/۱۳۸۸ء) کے بعد ملک میں ہر طرف سیاسی انتشار پیدا ہو گیا۔ مرکز

---

۱ اخبار الاخیار۔ ص ۲۹۰ ۔۔۔ ۲ ایضاً ص ۲۸۹

۳ عیدگاہ شمسی کے لیے ملاحظہ ہو۔ واقعات دار الحکومت۔ جلد سوم۔ ص ۳۲۳

۴ اخبار الاخیار۔ ص ۲۹۰۔

Marfat.com

کا کمزور ہونا تھا کہ خود مختاریاں قائم ہونے لگیں۔ دہلی اور اس کے ارد گرد کا علاقہ چونکہ سیاسی اعتبار سے اہم تھا، اس لیے سیاسی نبرد آزمائی کا مرکز بھی یہی بنا۔ اور حالات اس قدر ناگفتہ بہ ہو گئے کہ علماء و مشائخ گجرات، جونپور، بنگال اور دیگر علاقوں کی طرف متوجہ ہو گئے[۱]۔ ملک موسیٰ ان حالات سے ایسے بد دل ہوئے کہ انہوں نے دہلی کو خیرباد کہہ کر ماوراء النہر کی راہ لی۔ شیخ محدث نے لکھا ہے:-

"ملک موسیٰ در فترات کہ بعد از انقضائے عہد دولت فیروزی واقع شد باز بولایت ماوراء النہر رفتہ"[۲]

سلطان فیروز شاہ تغلق کے عہد کے بعد جو بدنظمی پیدا ہوئی (اس سے بد دل ہو کر) ملک موسیٰ ماوراء النہر چلے گئے۔

لیکن وہاں زیادہ عرصہ ٹھہرنا نصیب نہ ہوا۔ جب تیمور نے ہندوستان پر حملہ کیا (۱۳۹۸ء) تو ملک موسیٰ اس کی فوجوں کے ہمراہ پھر ہندوستان آ گئے۔ ملفوظات تیموری[۳] اور ظفر نامہ یزدی[۴] میں لکھا ہے کہ تیمور نے ہندوستان پر حملہ کرنے سے قبل علماء سے مشورہ کیا تھا۔ اور ان کی ایک کثیر تعداد اس کے ساتھ ہندوستان بھی آئی تھی[۵]۔ ممکن ہے کہ ملک موسیٰ اسی سلسلہ میں تیمور سے وابستہ ہو گئے ہوں۔

شیخ محدث نے لکھا ہے:

"در رکاب دولت مآب صاحبقران اعظم امیر تیمور گورگان بدہلی قدم آوردہ، سلسلہ آبا و اجداد

صاحب قران امیر تیمور گورگان کے ساتھ وہ دہلی آئے اور اپنے بزرگوں کے سلسلہ کا احیاء کیا اور یہاں

---

[۱] مثلاً مولانا خواجگی کے متعلق لکھا ہے،
"پیش از آمدن امیر تیمور گورگان .... از دہلی برآمدہ بکالپی رسیدہ متوطن شد" اخبار الاخیار۔ ص ۱۴۲

[۲] اخبار الاخیار۔ ص ۲۹۰۔

[۳] Elliot and Dowson's History of India Vol III, p 397.

[۴] ص۔ ۸۰، ۳

[۵] اخبار الاخیار کے ایک بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ کے پوتے بھی تیمور کے ساتھ تھے اور مولانا احمد تھانیسری نے ان پر کچھ اعتراضات بھی کیے تھے۔ (ص ۱۴۲)

Marfat.com

تازہ کردہ، اقامت و استقامت محکم ساخت"[1] مستقل سکونت اختیار کرلی۔

ملک موسیٰ کے کئی بیٹے تھے۔ اُن میں شیخ فیروز امتیازی شان رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنے خاندان کی شہرت اور عظمت کو چار چاند لگا دیے۔ وہ علم سپہ گری، شعر و شاعری، سخاوت و لطافت سب میں وحید عصر اور یکتائے زمانہ سمجھے جاتے تھے۔ شیخ محدثؒ نے اُن کی بابت لکھا ہے۔

جامع فضائل صوری و معنوی و وہبی و کسبی بود،	وہ ظاہری اور باطنی اور وہبی و کسبی فضائل کے
در علم سپاہ گری و وقائع حرب نادر زماں خود بود،	جامع تھے۔ سپاہ گری میں اپنے زمانے میں بے مثل
و در اکثر صنائع حربیہ بقوت طبع و جودت سلیقہ	تھے۔ اور فن جنگ میں بے نظیر سلیقہ رکھتے تھے۔
بے نظیر وقت و در علم و شعر و شجاعت و سخاوت	علم، شعر، شجاعت و سخاوت، خوش طبعی، بذلہ سنجی
و ظرافت و لطافت و عشق و محبت و سائر	عشق و محبت اور دیگر خوبیوں میں ان کا جواب نہ
صفات حمیدہ بے عدیل عصر، و در دولت و حشمت	تھا۔ اور دولت حشمت۔ جاہ۔ مرتبہ۔ عزت و عظمت
و جاہ و مکنت و عزت و عظمت مشہور روزگار،	میں بے عدیل تھے ...... اور شاعری اور خوش
معنی حلویت و شعر و ظرافت در خانۂ ما از وے	طبعی کو بنا ہمارے خاندان میں ان ہی سے پڑی۔
پیدا شدہ"[2]	

[1] ایلیٹ (تاریخ ہند۔ جلد ششم ص ۱۰۵) نے بادشاہ نامہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ شیخ محدثؒ تیمور کی اولاد میں تھے۔ تیمور اپنے حملے کے بعد ان کے کسی بزرگ کو اپنے چند اور سرداروں کے ساتھ دہلی میں چھوڑ گیا تھا۔ بادشاہ نامہ کی اصل عبارت یہ ہے۔

یکے از نیاگانش در رکاب ظفر نصاب حضرت	اُن کے اجداد میں سے ایک بزرگ صاحبقران
صاحبقران جہاں ستاں، از توران بہ ہندستان	(تیمور) کے ہمراہ توران سے ہندوستان آئے تھے
آمدہ بود، و آنحضرت ہنگام معاودت او را باچندے	اور تیمور نے واپسی کے موقع پران کو چند امراء کے
از امراء در دار الملک دہلی گزاشتہ بود ند او دراں	ساتھ دار الحکومت دہلی میں شادی کرلی اور وہیں
دیار متاہل گشتہ اقامت گزیدہ" (حصہ دوم ص ۳۳۲)	مقیم ہو گئے۔

ایلیٹ کو اس عبارت کے سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ عبد الحمید لاہوری نے اس میں کہیں شیخ محدثؒ کو تیمور کی اولاد میں نہیں بتایا۔

[2] اخبار الاخیار۔ ص ۲۹۰

انہوں نے سلطان بہلول لودی اور سلطان حسین شرقی کی جنگ کا پورا واقعہ نظم کیا تھا۔ اس کے دو شعر شیخ محدث رحؒ کو یاد رہ گئے تھے۔ حسین شرقی، بہلول لودی کو مخاطب کر کے کہتا ہے ؎

ایا قابض شہر دہلی شنو — حیاتت چو خواہی ازیں جا برو

منم قابض ملک ما راست ملک — خدا داد ما را خدا راست ملک

شیخ فیروز ۸۶۰ھ/۱۴۵۵ء میں بہرائچ کے کسی معرکہ میں شہید ہو گئے تھے اور وہیں سپرد خاک کر دیے گئے تھے۔[1] لڑائی پر جانے سے قبل ان کی بیوی نے جو ان دنوں حاملہ تھیں ان کو روکنے کی کوشش تو جواب دیا:

"از خدا خواستہ ام کہ آں فرزند نرینہ باشد و	میں نے خدا سے دعا کی ہے کہ بیٹا ہو اور اس
از وے اولاد بسیار شود، و اورا و شمارا بہ	سے نسل چلے۔ اس کو اور تم کو خدا کے سپرد کرتا
خدا سپردیم، تا بعد ازیں ما را چہ پیش آید"[2]	ہوں نہ معلوم اب مجھے کیا پیش آئے

کچھ دنوں کے بعد شیخ سعد اللہ (شیخ محدث رحؒ کے دادا) پیدا ہوئے۔

شیخ سعد اللہ، بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ اُن میں اپنے شہید باپ کے سب اوصاف و خصائل موجود تھے۔ ابتدائی زمانہ تحصیل علم میں گزارا۔ پھر عبادت و ریاضت کی طرف متوجہ ہو گئے اور شیخ محمد منگن رحؒ کے دست حق پرست پر بیعت کر لی۔

شیخ محمد منگن رحؒ اپنے زمانہ کے صاحب حال بزرگ تھے[3] مصباح العاشقین کے لقب سے مشہور تھے۔ ابتدائی زمانہ میں شیخ احمد راوتی رحؒ کے مرید تھے۔ پھر شاہ جلال گجراتی[4] کے حلقہ مریدین

---

[1] اخبار الاخیار۔ ص ۲۹۰ [2] ایضاً۔ ص ۲۹۰

[3] "شیخ کامل و صحیح الحال بود" (اخبار الاخیار۔ ص ۱۶۸۔ ۱۶۹) اُن کا وصال سنہ ۹۰۰ھ مطابق سنہ ۱۴۹۴ء میں ہوا تھا۔

[4] شاہ جلال گجراتی چشتیہ سلسلہ کے بزرگ تھے۔ اُن کے مرشد شیخ پیارہ میر سید یداللہ نبیرہ و خلیفہ حضرت گیسو دراز رحؒ کے دامن سے وابستہ تھے۔ شیخ محدث نے شاہ جلال رحؒ کے متعلق لکھا ہے۔

"از کاملانِ وقت بود، صاحب تصرف و کرامت و ظاہر و باطن مرتبۂ عظیم و شانے رفیع داشت"

(اخبار الاخیار۔ ص ۱۶۸)

Marfat.com

میں شامل ہوگئے تھے۔ سماع کا بڑا شوق تھا۔ ان کے تقدس اور تعبد کی بنا پر سلطان سکندر لودی کو بھی اُن سے عقیدت ہوگئی تھی۔ علاوہ قصبہ قنوج میں ان کی خانقاہ ارشاد و تلقین کا مرکز تھی۔

شیخ سعد اللہ نے اُن کی رہنمائی میں سلوک و معرفت کی دشوار گزار راہیں طے کیں اور عبادت و ریاضت کا ایسا شوق ہوگیا کہ راتوں کو جاگنے لگے، اور اُن کی زندگی خسروؒ کے اس شعر کی مکمل تفسیر بن گئی ؎

عاشقاں را ہمہ شب از پئے نظارۂ تو   شب بزاری و سحر گہ بدعا میگذرد

اُن کے بیٹے شیخ سیف الدین نے اُن کو رات کے وقت رو رو کر عاشقانہ اشعار پڑھتے ہوئے دیکھا تھا شیخ محدثؒ کو امیر خسرو کے یہ دو شعر جو وہ اخیر شب میں پڑھا کرتے تھے، یاد رہ گئے تھے[1] ؎

ہمہ شب رود رہی را برہ صبا نشستہ   ہمہ کس بخوابِ راحت من مبتلا نشستہ

غرضے[2] ورائے امکان چہ خیال فاسد است   ہوسِ جمال سلطاں بدل گدا نشستہ[3]

---

[1] اخبار الاخیار۔ ص ۲۹۱ [2] اخبار الاخیار کے تین مطبوعہ نسخے پیش نظر ہیں۔ ان سب میں "غرض ورائے امکان" لکھا ہے۔ لیکن دیوان خسروؒ میں "غرضے" ہے جو غالباً صحیح ہے۔

اخبار الاخیار کے ایک قلمی نسخہ میں (جو حضرت جد امجد مولوی ارشاد علی صاحب مرحوم نے ۱۲۰۵ھ میں ملتان میں نقل کرایا تھا اور بڑے اہتمام سے تصحیح کی تھی) دوسرا شعر درج نہیں ہے، بلکہ اس کی جگہ یہ شعر لکھا ہے

بزک دل اسیراں یکجا گریز داز تو   بحوالی دو چشمت حشم بلا نشستہ

دیوان میں یہ شعر بھی کچھ اختلاف کے ساتھ درج ہے۔

[3] شیخ محدث نے یہ دو شعر نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: "تا آخر غزل خدمت عمی می فرمودند (ص ۲۹۱)۔ یہ غزل خسروؒ کے دیوان غرۃ الکمال میں ہے۔ بقیہ اشعار بھی سنیے ؎

ہمہ شب صبا و بوئیت من سوختہ چہ گویم   کہ چہا ست در دل من ز دم صبا نشستہ

تو ز نالۂ من از من سزدار جدا نشینی   کہ ز دست خویش من ہم ز خودم جدا نشستہ

دلِ مبتلائے عاشق بکجا گریزد از تو   بحوالیٔ دو چشمت چشم بلا نشستہ

تو در آ و غمزہ زن کہ نہند پیش بت سر   بستانہ کہ باشد صف پارسا نشستہ

اگر این ست ہم خوباں کہ بسر شوند راضی   منم اینکہ اندریں رہ ز سر رضا نشستہ

سر کوئے تست خسرو شب و روز چوں کنم من   کہ تو ام نمی گزاری نفسے بجا نشستہ

(دیوان خسرو، ص ۴۰۶)

اُن کے دوؔ بیٹے بہت مشہور ہوئے ۔ شیخ رزق اللہ مشتاقی اور شیخ سیف الدین ۔ شیخ سعد اللہ کے انتقال کے وقت شیخ سیف الدین کی عمر آٹھ سال کی تھی ۔ وصال سے کچھ عرصہ قبل اپنے آٹھ سالہ جگر گوشہ کو مکان کے بالائی حصّہ میں لے گئے ـــــ اور باقی قصہ خود شیخ سیف الدین ؒ کی زبانی سُنیے :-

"بعد از ادائے تہجد مرا مقابل قبلہ ایستادہ کردند وگفتند، خداوند تو می دانی کہ پسرانِ دیگر را تربیت کردہ واز ادائے حقوق او شاں برآمدہ ام، ایں را یتیم می گذارم وبے کس، حق ایں بر ذمہ من ، است ۔ ایں را بہ تو می سپارم ۔ مربی ومتولی امور اُو تو باش" ۲	نماز تہجد کے بعد مجھے قبلہ رو کھڑا کیا اور کہا: الٰہی تو جانتا ہے کہ میں دوسرے لڑکوں کی تربیت سے فارغ ہو چکا ۔ اور ان کے حقوق سے عہدہ برآ ہو گیا ۔ لیکن اس لڑکے کو یتیم وبیکس چھوڑ رہا ہوں اس کے حقوق میرے ذمہ ہیں، اس کو تیرے سپرد کرتا ہوں ۔ تو ہی اس کی تربیت اور حفاظت فرما ۔

یہ کہا اور نیچے اتر آئے ۔ کچھ ہی دنوں بعد ۲۲ ۔ ربیع الاوّل ۹۲۸ھ مطابق ۱۵۲۱ء کو ان کا وصال ہو گیا ۔ اللہ نے ان کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا ۔ اور اُن کا یہ جگر گوشہ ایک دن دہلی کا نہایت ہی باوقعت اور باعزت انسان بنا اور اسی کے گھر میں وہ آفتابِ علم نمودار ہوا جس نے ساری فضائے علم کو منور کر دیا ۔ نظامی نے خوب کہا ہے ۔

وز نیش خبر نے کہ پروردگار ۔۔۔ چگونہ ورا پرورد در کنار
چہ گنجینہا زیر بارش کشد ۔۔۔ چہ اقبالہا در کنارش کشد

۱ اس عبارت سے خیال ہوتا ہے کہ شیخ سعد اللہ کے دو سے زیادہ بیٹے تھے : لیکن شیخ محدث نے ان کا ذکر تفصیل سے نہیں کیا ۔ شیخ محمد حسن بن شیخ حسن طاہر کے حال میں لکھتے ہیں :-

"عم اوسط محرر سطور شیخ فضل اللہ کہ بہ شیخ منجھو عرف دارد مرید اوست، او آخر مریدان شیخ است و شیخ منجھو مردے بود صاحب برکت ونعمت وباشغال واوراد مشغول و در محبتِ پیر مغلوب، صاحب ذوق وحالت ومقبول مشائخ ومجاذیب وبرکتے ظاہر داشت ونعمتے شامل، در وقت فوت بسیار مردانہ رفت" (ص ۲۲۸)

۲ اخبار الاخیار ۔ (ص ۲۹۱)

شیخ رزق اللہ اور شیخ سیف الدین دونوں کو محبت الٰہی کا بے پناہ جذبہ باپ سے ورثہ میں ملا تھا شیخ محدثؒ دونوں کی مخصوص صلاحیتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

مجلس ایشاں از اول تا آخر شوق وگریہ ودرد ومحبت بود، نسبت شیخ رزق اللہ در سوز وگرمی چناں بود کہ آتشے در زیر خاکستر پنہاں می باشد اندک کہ کاوید ندہمہ آتش برآید و مثال والد چنانکہ آبے از چیزے چکیدہ می ماند ادنے آزارے کہ باو رسید تراصید"[1]

ان کی مجلس شروع سے آخر تک سراپا شوق و گریہ ومحبت تھی۔ شیخ رزق اللہ کی نسبت سوز وگرمی کے لحاظ سے ایسی تھی جیسے کہ راکھ کے نیچے آگ دبی ہوئی ہو۔ جوں ہی ذرا سا اس کو کریدا آگ نکل آئی اور ان کے برعکس والد ماجد کی یہ حالت تھی جیسے کہ کسی چیز سے پانی برابر ٹپکتا رہے۔ ان کو اگر معمولی سی تکلیف بھی پہنچتی تھی تو فوراً آنسو بہنے لگتے تھے۔

ان دونوں بھائیوں کو دہلی میں بڑی عزت اور شہرت حاصل ہوئی۔ شیخ محدثؒ کا بیان ہے کہ:

"مردم ایں شہر اتفاق دارند کہ دہلی عبارت ازیں برادران بود"[2]

اس شہر کے تمام لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ دہلی انہی بھائیوں سے عبارت تھی۔

شیخ سیف الدین کا حال ہم دوسرے باب میں تفصیل سے بیان کریں گے، یہاں شیخ رزق اللہ کے متعلق کچھ عرض کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

شیخ رزق اللہؒ (۹۸۹ - ۸۹۷ھ) اپنے زمانے کے مشہور عالم اور مرتاض بزرگ تھے شیخ محدثؒ نے لکھا ہے:

مردے کامل وفاضل وعارف از نوادر روزگار واز مردم سلف یادگار بود، جامع فضائل صوری ومعنوی و در مشرب عشق ومحبت وسلامت

وہ مرد کامل، فاضل، عارف تھے۔ نادر روزگار تھے سلف کی یادگار تھے۔ فضائل صوری و معنوی کے جامع تھے مشرب عشق ومحبت اور

[1] اخبار الاخیار - ص ۲۹۵ [2] ایضاً - ص ۲۹۱

عقل و وسعت حوصلہ و صبر بر مصائب و دوام حضور و استقامت احوال یگانہ عصر بود۔[1]	سلامتی عقل اور وسعت حوصلہ اور مصائب پر صبر کرتے ہیں، استقامت اور دوام حضور میں یگانہ عصر تھے۔

ابتدائی زمانہ سے علماء و مشائخ کی صحبت میں رہے تھے اور اُن سے درد و سوز کا بڑا سرمایہ پایا تھا۔ وہ شیخ محمد منگن رح کے مرید تھے۔ لیکن ذکر کی تعلیم شیخ بدہن شطاری رح سے حاصل کی تھی۔

شیخ بدہن رح[2] شطاریہ[3] سلسلہ کے مشہور بزرگ تھے۔ سلطان سکندر لودی کے زمانہ میں ان کی خانقاہ مرجع خلائق تھی۔ وہ شاہ عبداللہ شطاری رح (جنھوں نے شطاریہ سلسلہ کو ہندوستان میں جاری کیا تھا) کی اولاد میں تھے۔ اور شیخ حافظ جونپوری رح سے بیعت تھے۔ شطاریہ سلسلہ میں جذب و شوق کا عنصر غالب تھا۔ چنانچہ شیخ رزق اللہ کو شیخ بدہن کی صحبت سے عشق و محبت کی بے پناہ طپش ملی۔

شیخ رزق اللہ، عربی، فارسی اور سنسکرت کے فاضل تھے۔ فارسی میں مشتاقی اور ہندی میں راجن تخلص کرتے تھے۔ ہندی میں اُن کے کئی رسالے مثلاً پیمان اور جوت نرنجن وغیرہ بہت مشہور ہوئے۔ صبح گلشن میں ان کے یہ دو شعر نقل کیے گئے ہیں ؎

فتح قفل راز کلید ست اے عزیز   جنبش دست از تو می خواہند نیز

---

۱ اخبار الاخیار۔ ص ۱۶۹۔

۲ مختصر حال کے لیے ملاحظہ ہو اخبار الاخیار ص ۱۹۴-۱۹۵ و گلزار ابرار۔ ص ۲۰۸۔

۳ لفظ شطاری، شطر سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں کسی سمت میں تیزی سے چلنا۔ معارج الولایت میں لکھا ہے:

"معنی لفظ شطار تیز رو است۔ و در اصطلاح علم شطار شغل باطنی را گویند کہ از کسب آن فنا فی اللہ و بقا باللہ حاصل شود"

شاہ عبداللہ شطاری رح (المتوفی ۸۳۲ھ/۱۴۲۸ئ) نے اس سلسلہ کو ہندوستان میں جاری کیا۔ اس کے مشہور مشائخ میں شیخ حافظ جونپوری رح، شیخ ظہور حاجی رح، سید محمد غوث گوالیاری رح، شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی رح اور شاہ پیر میٹھی رح خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ سلسلہ کے متعلق تفصیلی معلومات درکار ہوں تو گلزار ابرار کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ راقم السطور نے اپنے مضمون "The Shattari Saints andeir attitude towards the State" مطبوعہ "Medieval India" (اکتوبر ۱۹۵۸ء) میں اس سلسلہ کے مشہور مشائخ کا مختصر حال لکھا ہے۔

Marfat.com

قدر خود را می نہ دانی اے وغل   تشنہ می میری و دریا در بغل[۱]

شطاریہ سلسلہ کے مشائخ کی ایک خصوصیت یہ بھی رہی ہے کہ اُنہوں نے ہندو مذہب کا مطالعہ بڑی گہری نظر سے کیا ہے۔ سید محمد غوث گوالیاریؒ کی کتاب بحر الحیات اس رجحان کی بہترین آئینہ دار ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مشتاقی نے بھی ہندوؤں کے علوم کا مطالعہ کیا تھا۔ صبح گلشن میں لکھا ہے

"و (در) کتب علمیہ ہندواں مہارتے کامل داشت"[۲]

مشتاقی کو تاریخ سے بھی دلچسپی تھی۔ اور پرانے تاریخی قصے اور واقعات بڑے شوق و ذوق کے ساتھ سُنایا کرتے تھے۔ احباب نے اصرار کر کران کو کتاب کی صورت میں منتقل کرا دیا[۳]۔ شیخ رزق اللہ نے اس کا نام واقعات مشتاقی رکھا۔ اس کے قلمی نسخے برٹش میوزیم میں موجود ہیں[۴]۔ لودھیوں کی تاریخ کے لیے واقعات مشتاقی کا مطالعہ بے حد ضروری ہے۔ ابھی تک یہ کتاب شائع نہیں ہوئی ہے۔ ایلیٹ نے اپنی تاریخ ہند[۵] میں اس کے کچھ حصہ کا ترجمہ پیش کیا ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شیخ عبد الحق محدثؒ کے خاندان کا حال ختم کرنے سے پہلے، اُن کے ننہیال کے متعلق بھی کچھ عرض کر دیا جائے۔

شیخ محدثؒ کی والدہ ماجدہ مولانا زین العابدین المعروف بہ شیخ ادھن دہلویؒ کی لڑکی تھیں شیخ ادھنؒ کے متعلق شیخ محدثؒ نے لکھا ہے:

"دانشمند کامل بود متورع و متعبد و در غایت خشوع و انکسار و تادب و وقار"[۶]

وہ اپنے زمانہ کے دو مشہور بزرگوں سے علمی اور روحانی نسبت رکھتے تھے۔ شیخ سماء الدینؒ[۷] ان کے روحانی اور میاں عبد اللہ تلنبیؒ[۸] اُن کے علمی مرشد۔

شیخ سماء الدینؒ سہروردیہ سلسلہ کے مشاہیر میں تھے۔ شیخ کبیرؒ نبیرۂ مخدوم جہانیاں سید

---

۱ صبح گلشن۔ ص ۴۱۳   ۲ ایضاً   ۳ ملاحظہ ہو مقدمہ واقعات مشتاقی   ۴ فہرست مخطوطات جلد ۳ ص ۹۲۱   ۵ تاریخ ہند۔ جلد چہارم ص ۵۵۷-۵۳۴۔   ۶ اخبار الاخیار۔ ص ۲۱۸
۷ اُن کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو اخبار الاخیار۔ ص ۲۰۵-۲۰۷۔ گلزار ابرار۔ ص ۲۰۹-۲۱۰۔ سیر العارفین۔ ص ۱۷۱-۱۷۴۔   ۸ حالات کے لیے ملاحظہ ہو، مآثر الکرام ص ۱۹۱-۱۹۲ و تذکرۂ علماء ہند۔ ص ۱۰۱۔

جلال الدین بخاریؒ کے مرید، سید شریف جرجانیؒ کے شاگرد، جمالیؒ کے پیر، اور لمعاتِ شیخ فخرالدین عراقیؒ کے محشی تھے —— ہندوستان میں اُن کی بڑی عزت اور شہرت تھی میاں عبداللہ تلنبیؒ، "پیشرو علماء" اور "قافلہ سالار فضلاء" تھے علم معقول کو ہندوستان میں ان ہی نے رواج دیا تھا۔ اور بقول آزاد بلگرامی "شش جہت را بہ نشر لوامع علوم منور ساخت"[1] —— ان دو بزرگوں کی نسبت سے شیخ ادہنؒ کو علمی اور روحانی دنیا میں ایک خاص مرتبہ حاصل ہوگیا تھا۔

شیخ ادہن کو اللہ تعالیٰ نے جمال و کمال دونوں سے نوازا تھا۔ وہ نہایت وجیہ اور حسین بزرگ تھے۔ عبادت و ریاضت میں غرق رہتے تھے۔ شیخ محدثؒ کے والد ماجد مولانا سیف الدینؒ فرمایا کرتے تھے کہ انہوں نے کبھی کسی ایسے انسان کو نہیں دیکھا جس میں شیخ ادہنؒ کے برابر ظاہر و باطن کی یکسانیت ہو[2]۔

شیخ ادہنؒ حالانکہ سہروردیہ سلسلہ میں بیعت تھے لیکن انہوں نے اپنے سلسلہ کی عام روش کے خلاف سلاطین و امراء سے کوئی تعلق رکھنا کبھی پسند نہ کیا۔ سلطان ابراہیم لودی نے شاہی ملازمت قبول کرنے کی درخواست کی مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اور گوشۂ قناعت سے قدم باہر نہ نکالا۔ شیخ محدثؒ نے ان کے متعلق لکھا ہے:

"انوار علم و تقوی از جبین ایشاں لائح بود،	علم اور تقوی کے انوار ان کی پیشانی پر چمکتے تھے
اکثر احوال صائم بودے و در لقمہ احتیاط	اکثر روزہ رکھتے تھے۔ اور حلال و حرام لقمہ کی
تمام داشتے"[3]	بڑی احتیاط کرتے تھے۔

شیخ ادہن نے ۹۳۴ھ کو وصال فرمایا۔ ان کا مزار حوض شمسی کے غربی کنارے پر ہے[4]۔

حاصل کلام یہ ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی ددھیال اور ننہیال کے دونوں خاندان علم و فضل، تقوی و دیانت میں ممتاز تھے۔ اُن کا دینی احساس بیدار تھا اور انہوں نے اپنے دیگر معاصرین کی طرح دنیوی عزت و حشمت کی خاطر کبھی علم و دیانت کو بے آبرو نہیں کیا تھا۔

---

[1] مآثر الکرام ص ۱۹۱۔ [2] اخبار الاخیار ص ۲۱۸ [3] ایضاً [4] ایضاً

Marfat.com

باب دوم (۲)

شیخ محدثؒ کے والد ماجد

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے والد ماجد مولانا سیف الدینؒ ۹۲۰ھ مطابق ۱۵۱۴ء کو دہلی میں پیدا ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو علم و عمل کی بہت سی خوبیاں عطا کی تھیں۔ وہ ایک صاحبِ دل بزرگ، اچھے شاعر اور پُرلطف اور بذلہ سنج انسان تھے۔ لوگ ان کی ظرافت و لطافت، معاملہ فہمی اور محبت اسلوبی کے معترف تھے۔ شیخ محدثؒ نے لکھا ہے:

"در شعر و فضیلت و قبول خاطر و ذوق وشوق و محبت و ظرافت، و لطائف و بے تعلقی و وارستگی و طیب قلب و حضور ذاکر و ذکر لطائف و نکات و فہم دقائق و ارشادات یگانۂ روزگار و افسانۂ دیار خود"[1]	شاعری، علم، مقبولیت، ذوق وشوق، ظرافت، زہد، پاکیزگی دل، حضورِ قلب اور نکتہ سنجی میں اپنے عہد میں بے مثال تھے۔

شیخ سیف الدینؒ کو عام لوگ شعر و سخن کی وجہ سے جانتے تھے، لیکن حقیقت میں وہ ایک صاحب باطن اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ رسالۂ وصیت میں شیخ محدثؒ ان کے متعلق لکھتے ہیں:-

"پدرِ من شیخ سیف الدین از عالم نیستی و فقر و فنا و توحید و تجرید، تفرید نصیبۂ کامل داشت و تکلف و تصنع را گرد سراپردۂ حال وے مجال نبود نظر او را	میرے والد شیخ سیف الدین کو فقر و فنا اور توحید و تجرید کا کافی حصہ ملا تھا۔ وہ تکلف و تصنع سے بالکل پاک تھے۔ نگاہ میں ایسا

[1] اخبار الاخیار، ص ۲۹۲۔

Marfat.com

تاثیرے بود کہ ہر کرا بعنوان محبت نظر می کرد، بقدر استعداد و مناسب حال اثر قبول می آورد"[1]

اثر تھا کہ جس پر توجہ کی خالی نہ گئی۔ اور اس کو حسب استعداد فائدہ پہنچا۔

اخبار الاخیار میں بھی شیخ محدث ؒ نے اُن کی 'نظر' کی 'تاثیر' کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے ـــــ "این معنی بسیار تجربہ کردہ شدہ است"۔ وہ ایک نظر میں ملنے کی صلاحیتوں کا اندازہ کر لیتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے:

"مارا از صفائی صحبت درویشاں و طول ملازمت ایشاں ایں مقدار شدہ است کہ حقیقت احوال آدمی را می شناسم..... اگر شب تاریک کسے را مساس کنم امید ہست کہ حقیقت حال او دریابم" [2]

درویشوں کی صحبت کے فیض سے میرا یہ حال ہو گیا ہے کہ انسان کی حقیقت کو پہچان لیتا ہوں اگر اندھیری رات میں بھی کسی سے ملوں تو امید ہے کہ اس کی حقیقت حال دریافت کر لوں۔

یہی وہ صلاحیت ہے جس کو حضرت شیخ نظام الدین اولیاء ؒ "نفس گیرا" سے تعبیر فرمایا کرتے تھے۔ روحانی اصلاح و تربیت میں اس کے حیرت انگیز اثرات سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

شیخ سیف الدین ؒ کا دنیا سے جو تعلق تھا وہ ظاہری تھا۔ شیخ محدث ؒ کا بیان ہے کہ وہ قسم کھا کر فرمایا کرتے تھے کہ انہیں دنیا کی ثروت اور اسباب غنا کے حاصل کرنے کا کبھی شوق پیدا نہیں ہوا۔ دل کو توجہ تھی تو فقر و محبت ہی کی طرف تھی[3]۔ سات سال کی عمر سے ان کو اس راہ کی طلب اور معرفت الٰہی کا شوق پیدا ہوا تھا۔ لکھا ہے:

"از ابتدائے ہفت سالگی کہ آغاز ادراک و شعور است در طلب آں راہ و شوق معرفت اللہ بود" [4]

سات سال کی عمر سے جو شعور کے آغاز کا زمانہ ہے در طلب اور شوق معرفت خدا دامن گیر تھا۔

"مشرب توحید" کا اُن پر اس قدر غلبہ تھا کہ مشائخ کا یہ قول اکثر نقل کیا کرتے تھے:

---

[1] رسالہ وصیت (قلمی)، [2] اخبار الاخیار، ص ۲۹۶ [3] ایضاً۔ ص ۲۹۲ [4] ایضاً

Marfat.com

"عالم از دوست بدوست وہمہ اوست" [1]

شیخ سیف الدین کو عرصہ تک مرشد کامل کی تلاش رہی۔ بالآخر حضرت شیخ امان اللہ پانی پتی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہاں اُن کو ایسا خضر طریقت مل گیا جس نے ان کے "مشرب توحید" کو جلا دے دی۔

شیخ امان اللہ پانی پتیؒ اُن کا نام عبدالملک اور لقب امان اللہ تھا۔ امام اکبر حضرت شیخ محیی الدین ابن عربیؒ کے فلسفہ وحدت الوجود پر کامل عبور رکھتے تھے۔ شیخ محدثؒ نے ان کے متعلق لکھا ہے:

"وے از علمائے صوفیہ موحدہ است، از تابعان ابن عربی قدس اللہ سرہ در علم ایں طائفہ مرتبہ بلند و پایۂ ارجمند داشت و در تقریر مسئلہ توحید بیان شانی و تقریر وافی و سخن توحید را فاش گفتے" [2]	وہ وحدت وجود پر اعتقاد رکھنے والے صوفیہ میں تھے ابن عربی قدس سرہ کے تابعان میں تھے۔ اس طبقہ کے علم میں اونچا مرتبہ اور بلند درجہ رکھتے تھے مسئلہ وحدت وجود پر بڑی شانی تقریر کرتے تھے اور اسرار توحید کو کھلم کھلا بیان کرتے تھے۔

انہوں نے "علم تصوف و توحید" میں بہت سی کتابیں لکھی تھیں، جن میں سے دو کتابوں اثبات الاحدیہ اور شرح لوائح جامی کو بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ اول الذکر کا ایک قلمی نسخہ آصفیہ کتب خانہ حیدر آباد [3] میں ہے۔ شیخ محدثؒ نے اثبات الاحدیہ کا ایک طویل اقتباس اخبار الاخیار میں دیا ہے۔

شیخ امان پانی پتیؒ اسرار توحید کو کھلم کھلا بیان کیا کرتے تھے۔ عشق حقیقی کی آگ ہمہ وقت اُن کے سینے میں سلگتی رہتی تھی۔ درس و تدریس کا شوق تھا۔ صوفیۂ متقدمین کی تصانیف کا مطالعہ خود بہت گہری نظر سے کیا تھا اور دوسروں کو بڑے ذوق و شوق سے پڑھاتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ ہر شخص کو کسی نہ کسی چیز سے کشائش ہوتی ہے۔ میری کشائش صوفیہ کی کتابوں میں ہے سو صال کے وقت ان کا یہ حال تھا کہ اپنی ایک ایک کتاب کو کھولتے، دیکھتے اور وداع کرتے تھے۔ [4]

---

[1] اخبار الاخیار۔ ص ۲۹۴ [2] ایضاً۔ ص ۲۳۳
[3] فہرست کتب جلد اول نمبر ۶۲۸ [4] اخبار الاخبار۔ ص ۲۳۵

Marfat.com

شیخ پانی پتی، شیخ محمد حسین پسر شیخ حسن طاہر[۱] سے بیعت تھے لیکن دوسرے سلسلوں کے مشائخ سے بھی تعلق رکھتے تھے۔ مشرب قلندریہ میں اُن کا سلسلہ دو واسطوں سے شاہ نعمت اللہ ولی تک پہنچتا تھا۔ سب سلسلوں میں قادریہ سلسلہ کا اعتقاد اُن پر غالب تھا[۲]۔

روحانی رہبر کی حیثیت سے اُن کی شان امتیازی تھی۔ وہ مریدوں کی روحانی تربیت سے پہلے اُن کی مخصوص صلاحیتوں اور فطری رجحانات کا جائزہ لیتے تھے، پھر اس کے لیے مناسب راہ عمل تجویز کرتے تھے۔ جب شیخ سیف الدین اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اُن سے کہا کہ اپنے حالات معہ خیالات و تصورات کے بتاؤ۔ انہوں نے عرض کیا کہ بندہ کو اکثر خیال ہوتا ہے کہ وہ عرش سے فرش تک ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے اور سب پر محیط ہے۔ فرمایا تم میں توحید کا تخم بویا ہوا ہے۔ اس کے بعد مناسب حال تربیت کی۔

شیخ امان اللہ پانی پتی نے ۱۲ ربیع الآخر ۹۵۷ھ مطابق ۱۵۵۰ء کو وصال فرمایا[۳]۔

شیخ سیف الدین شیخ امان کی خدمت میں

شیخ سیف الدین کو ابتدائی زمانہ سے مشائخ کی صحبت کا شوق تھا بہت سے بزرگوں کی خدمت میں عقیدت مندانہ حاضر ہوئے تھے لیکن تسکین کا سامان کہیں نہیں ملا تھا جب شیخ امان پانی پتی کی خدمت میں پہنچے تو ایسا محسوس ہوا کہ کسی نے زخموں پر مرہم لگا دیا۔ جو جذبات رہبر کامل کی غیر موجودگی میں ان کے دل و دماغ پر قیامت ڈھا رہے تھے، ان کی تربیت کا سامان مہیا ہو گیا۔ شیخ سیف الدین ابتدائے حال میں کسی سہروردی بزرگ سے منسلک ہو گئے تھے۔ شیخ امان کی خدمت میں عرض کیا کہ میں آپ کی خدمت میں آنے سے قبل مرید ہو چکا ہوں۔ لیکن اب آپ کا جذبۂ محبت و ارادت مجھ پر غالب آ رہا ہے۔ کیا کروں؟ فرمایا۔ المرء مع من احب۔ اس رستہ میں محبت کا اعتبار ہے۔ اس کے بعد اُن کی تربیت کی طرف متوجہ ہوئے۔ کچھ ضروری کتابیں اُن کو پڑھائیں۔ پھر اپنے دستِ خاص سے لکھ کر

---

[۱] شیخ محمد حسن کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو، اخبار الاخیار۔ ص ۲۲۸ - ۲۳۰

[۲] اخبار الاخیار۔ ص ۲۳۵ - [۳] ایضاً [۴] ایضاً [۵] ایضاً

خلافت نامہ عنایت فرمایا۔ شیخ محدثؒ نے لکھا ہے:

"والدم را بہ عنایت خاص مخصوص ساخت وخرقۂ خلافت پوشانید، ومثال خلافت تا چند روز بہ خط خاص خود مسودہ کرد"

میرے والد پر خاص عنایت فرمائی اور خرقہ خلافت عطا کیا۔ اور خلافت نامہ اپنے دست خاص سے لکھ کر دیا۔

شیخ سیف الدین نے ایک مثنوی میں اس طرح شیخ پانی پتیؒ کے احسانات کی گرانباری کا ذکر کیا ہے:

هر چه زمن در سخن آید یقین | هست ہم از صحبت آں مردِ دیں
ورنہ چہ حد است کہ راز دروں | از دہن چوں منے آید بروں
من کیم و کیستم و چیستم | از دمِ عیسیٰ نفسے زیستم
اوست دریں راہ مرا رہنما | خاکِ درش چشمِ مرا توتیا
ہست دل او بحق آویختہ | آب صفت در ہمہ آویختہ
دست من و دامن او بالیقیں | مقصد و مقصود من آں شاہِ دیں
عشق رخش ہمدم و ہمساز من | درد وغمش مونس و ہمراز من

شیخ سیف الدینؒ کا ذوقِ سخن

شیخ سیف الدینؒ کو شعر و سخن سے بڑی دلچسپی تھی۔ نام کی مناسبت سے سیفی تخلص کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے۔

"سیفی بخاری شاعرے بزرگ است، ما را باوے مشارکتے نیست۔ فقیر تہمت ایں تخلص بر خود می نہاد و لیکن چوں نام فقیر سیف الدین بود، بعضے یاراں بجد شدند کہ سیفی تخلص کنید بداں سبب

سیفی بخاری بڑے شاعر ہیں، مجھ کو ان کی برابری حاصل نہیں۔ فقیر نے اس تخلص کی تہمت اپنے اوپر نہیں رکھی لیکن چونکہ میرا نام سیف الدین ہے اس سبب سے بعض دوست مصر ہوئے کہ سیفی ہی تخلص ہو

لہ ملاحظہ ہو: Ency. of Islam, Vol III p. 74-75.

Marfat.com

درگذاشتن ایں تخلص مسا ہلہ کردہ شد"[1] — اس سبب سے اس تخلص کے چھوڑنے میں سستی ہوئی

شیخ سیف الدین نے ایک مثنوی "سلسلۃ الوصال" اور ایک رسالہ "مکاشفات" تحریر فرمایا تھا۔ مثنوی سلسلۃ الوصال میں پانچ سو اشعار تھے۔ یہ سب اشعار ایک دن میں لکھے گئے تھے۔ شیخ محدث کا بیان ہے۔

"می فرمودند کہ آں بغلبۂ شوق دریک روز گفتہ شدہ است، و باز ہرگز براں عبور نیفتادہ"[2] — فرماتے تھے کہ یہ مثنوی غلبۂ شوق کے عالم میں ایک دن میں کہی ہے، اور پھر دوبارہ نظر ڈالنے کا اتفاق نہیں ہوا۔

اُن کے اشعار بیاض تک پہنچنے سے پہلے ہی ضائع ہو جاتے تھے۔ ایک مرتبہ اُن کی کتابوں کا بیش بہا ذخیرہ چور قیمتی سامان سمجھ کر چُرا لے گئے تھے۔ جب دیکھا کہ کتابیں ہیں تو جلا کر خاک کر دیں۔

شیخ سیف الدینؒ نے شعر و سخن کا ذوق پایا تھا، اس لیے شعر کہہ کر طبیعت خوش ہو جاتی تھی۔ لیکن تصنیف و تالیف کی طرف رغبت نہ تھی۔ انہوں نے جو کچھ لکھا تھا وہ پیر و مرشد کے اصرار پر لکھا تھا۔ شیخ امان پانی پتیؒ اپنے مریدوں سے تقریر کرنے کا مطالبہ کرتے تھے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ انہوں نے کس حد تک شیخ کی تعلیمات اور افکار کو اخذ کیا ہے۔ جب شیخ سیف الدین سے اس کا مطالبہ کیا گیا تو عرض کیا کہ فقیر کو حضور کے سامنے تقریر کرنے کی مجال نہیں ہے۔ اگر حکم ہو تو لکھ کر پیش کر دے۔ شیخ نے اجازت دی تو چند رسائل تصنیف فرمائے جن میں سے ایک کا نام مکاشفات تھا۔[3] اس کے کچھ اقتباسات شیخ محدثؒ نے اخبار الاخیار میں دیے ہیں۔

شیخ محدثؒ نے اخبار الاخیار میں ان کی دو غزلیں نقل کی ہیں جن سے اُن کے شاعرانہ کمالات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

---

[1] اخبار الاخیار ص ۲۹۸ — [2] ایضاً۔ ص ۲۹۷ — [3] ایضاً۔ ص ۲۹۶۔ ۲۹۷

Marfat.com

سازے نمودہ در ہمہ اعیاں چناں عیاں | کز غایت ظہور نہانست در نہاں

از نام و از نشاں کہ تواند نشاں دہد | گویا ہزار نام و نشاں است بے نشاں

پیش از ظہور بود و ما کان شیٔ معہ | بعد از ظہور ہست علی ما علیہ کان

کون و مکاں بہ پرتو حسن جمال اوست | دیں طرفہ تر نگر کہ نہ کون ست نے مکاں

نزدیک عارفان محقق محقق است | کہ عین عالم ست ولیکن ورائے آں

گہ روئے پوش ہمچو عروساں جلوہ گر | گہ با ہزار شور و شغب جابجا دواں

سیفی بخویش نسبت ہستی گمانِ تست | اے وائے برکسے کہ بماند دریں گماں

ایک اور غزل ہے ؎

ہمائے سدرہ نشینی و مرغ بالائی | زبہر دانہ فتادی بدام رسوائی

شرابِ عشق بکام تو کے رسد ز حرص | پری بگرد شکر چوں ذباب حلوائی

ز دشمنی ست کہ نفس تو بہر پارۂ ناں | بساخت ست ترا ہر دری و ہرجائی

مدام در چمن از دست ساقی مہوش | چہ خام مشرب اے بادہ را نہ پیمائی

لباس بوریا گر پوشی از ریا ندہد | ہزار مرتبہ بہتر ز صوف دارائی

برو بمیکدہ سیفی و بنگر از سر ہوش | کہ عارفان خدا بیند زیر یکتائی [1]

شیخ سیف الدینؒ کا علمی مرتبہ

شیخ سیف الدین اپنے زمانہ کے علمی معیار اور روایات کے مطابق کوئی جید عالم تو نہ تھے، لیکن ان میں وہ تمام اخلاقی خوبیاں موجود تھیں جو علم و فضل سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور جن سے اس زمانے کے اکثر علماء بدقسمتی سے محروم تھے۔ طلبِ صادق، ایمانِ کامل، اعتقاد راسخ، سچائی، دیانت، استغنا سب ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا گیا تھا۔ جب وہ اپنے گرد ان علماء سو کو دیکھتے تھے جنہوں نے اکبری دور میں دنیوی جاہ و جلال کی خاطر اپنی علمی فضیلت کو خاک میں ملا دیا تھا تو وہ خدا کا شکر ادا کرتے تھے کہ انہوں نے علم حاصل

لہ اخبار الاخیار۔ ص ۲۹۷-۲۹۸۔

Marfat.com

نہیں کیا، ورنہ اُن کی بھی وہی حالت ہو جاتی[1]۔ فرماتے ہیں:

چوں مشاہدہ کردہ می شود کہ علماء و فضلاء در	جب دیکھتا ہوں کہ آج کل کے علماء و فضلاء
طلب جاہ و عزت و کثرت اسباب جمعیت	جاہ و عزت، مال و دولت اور خلق اللہ سے
اموال و نزاع و خصومت کہ با خلق می افتد	نزاع و خصومت میں مبتلا ہیں تو خدا کا شکر
مرا شکرانہ آید بر آن کہ بسیار نخواندیم و اکابر	ادا کرتا ہوں کہ میں نے زیادہ نہیں پڑھا،
شدیم"[2]	اور بڑے آدمیوں میں میرا شمار نہیں۔

جیسا کہ شیخ سیف الدین نے خود فرمایا وہ اکابر علماء میں نہ تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ علوم دینی سے خاص شغف رکھتے تھے۔ مولانا سید سلیمان صاحب ندوی لکھتے ہیں۔

"آج تک شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے علمی خانوادے کا آغاز ان ہی کی ذات سے کیا جاتا تھا، مگر حکیم صاحب (حکیم حبیب الرحمٰن صاحب ڈھاکہ) کے پاس ایک دستاویز ایسی ہے، جو اس آغاز کو ایک پشت اوپر تک لے جاتی ہے۔ یعنی علامہ ذہبی کی الکاشف جو اسماء الرجال کی ایک کتاب ہے۔ اس کا ایک نسخہ حکیم صاحب کی ملکیت میں ہے، جس کے پہلے صفحہ پر مولانا عبدالحق محدث دہلوی کے والد ماجد مولانا سیف الدین ترکؒ کے قلم کی ایک عبارت تحریر ہے"[3]

علالت اور وفات | آخری علالت کے زمانے میں شیخ سیف الدین پر ایک عجیب کیفیت

---

[1] اخبار الاخیار۔ ص ۲۹۲۔ لارڈ ایکٹن (Acton) نے اپنے لیکچر میں ریفارمیشن سے قبل کے حالات کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھا ہے:

"The people had begun to think of virtue apart from the institutions of the Church."

پادریوں کی عزب اخلاق بات نے عوام کو اس طرح سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ دور اکبری میں علماء کی خود غرضی، باہمی نزاع، اور طلب جاہ نے لوگوں کو علم سے برگشتہ کر دیا۔ کہا گیا علم کا حاصل وہی تھا جو ان لوگوں کو ملا تو اس سے بے علم رہنا بہتر تھا۔

[2] اخبار الاخیار۔ ص ۲۹۲۔

[3] 'معارف' فروری ۱۹۲۹ء ص ۸۷۔

Marfat.com

طاری رہی۔ خوف وخشیت کا اس قدر غلبہ ہوگیا کہ ہر وقت اسی میں پریشان رہنے لگے۔ جب کوئی ایسی آیت سُن لیتے جس میں "وعدہ رحمت" ہوتا تو طبیعت بشاش ہو جاتی۔ ایک مرتبہ شیخ محدث رح نے یہ آیت تلاوت کی:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ	تحقیق جنہوں نے کہا رب ہمارا اللہ ہے، پھر اسی پر
اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ	قائم رہے، ان پر اُترتے ہیں فرشتے کہ تم نہ ڈرو اور نہ
اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا	غم کھاؤ، اور خوشی سنو اس بہشت کی جس کا تم کو
بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝	وعدہ تھا۔

تو اُن کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اور شیخ محدث کو بہت سی دعائیں دیں۔ شیخ فرماتے ہیں:

"امید دارم کہ مراد عائے آں شب سرمایۂ	اُمیدوار ہوں کہ اس رات کی دعا میرے
دنیا و آخرت شود"[1]	لیے دنیا اور آخرت کا سرمایہ ہو۔

وصال سے کچھ قبل یہ کلمات اور اشعار لکھ کر کفن کے ساتھ رکھنے کی ہدایت کی:-

(۱) دارم دلکے غمیں بیامرز و مپرس	صد واقعہ در کمیں بیامرز و مپرس
شرمندہ شوم اگر بپرسی عملم	اے اکرم الاکرمین بیامرز و مپرس
(۲) قَدِمْتُ عَلَی الْکَرِیْمِ بِغَیْرِ زَادٍ	مِنَ الْحَسَنَاتِ وَالْقَلْبِ السَّلِیْمِ
میں آیا ہوں کریم کے پاس بغیر توشہ	نہ نیکیاں ہیں اور نہ قلب سلیم
فَحَمْلُ الزَّادِ اَقْبَحُ کُلِّ شَیْءٍ	اِذَا کَانَ الْقُدُوْمُ اِلَی الْکَرِیْمِ
مگر توشہ لے جانا تو ناموزوں بات ہے	جب کہ ایک کریم کے پاس جانا ہو

(۳) رَبِّیَ اللّٰہُ، ودینی الاسلام ونبی محمدٌ، وشیخی الشیخ عبدالقادر الجیلانی

وصال کے وقت "خوف وخشیت کی کیفیت" "ذوق وشوق" میں بدل گئی۔ عصر کا وقت تھا شیخ عبدالحق رح کو مسجد سے بلوایا۔ شیخ محدث رح خوشی اور بحالی کی یہ حالت دیکھ کر حیران رہ گئے۔ شیخ

[1] اخبار الاخیار۔ ص ۲۹۸۔

Marfat.com

سیف الدین نے پھر اُن سے فرمایا:

"بابا! بدانکہ ما را اکنوں اصلا رنجے ومحنتے وکوفتے نیست، شوق در شوق و طرب در طرب است، ہر زحمتے و بیماری کہ در بدن ما بود بدر رفتہ است ولیکن ترا باید کہ مشغول شوی و دعا کنی کہ مرا زود ازینجا بردارند، مرا مطلوبے کہ در تمام عمر بود دست دادہ است مبادا باز ایں حالت نماند دائم دعا می کردم کہ آخر دم دریاد خود داری و بشوق و ذوق ازیں جا بری۔ اکنوں جمال ایں مراد باحسن وجوہ جلوہ گر شدہ است، اگر ہم دریں حالت پیش خود طلبد بکمال لطف و عنایت او باشد"[1]

بابا جان لو کہ مجھ کو اس وقت کچھ رنج و فکر نہیں ہے بلکہ شوق پر شوق اور خوشی پر خوشی ہے۔ جو کچھ تکلیف اور بیماری میرے بدن میں تھی چلی گئی ہے۔ تم کو چاہیے کہ مشغول ہو کر یہ دعا کرو کہ مجھ کو جلد اس جگہ سے لیجائیں تمام عمر میں جو میرا مطلوب تھا اب حاصل ہوا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ ہاتھ سے جاتا رہے۔ تمام عمر میں نے دعا کی تھی کہ آخر وقت میں ذوق شوق کے ساتھ اس جگہ سے لے جائیو۔ اب اس مراد کا جمال ہزار ہا حسن کے ساتھ جلوہ گر ہوا ہے۔ اگر اس حالت میں اپنے سامنے بلا لیگا تو اس کی انتہائی عنایت اور کرم ہوگا۔

معشوق حقیقی کے دیدار کی اس قدر بے چینی تھی کہ اگر کوئی شخص عیادت کو آتا اور یہ کہتا کہ حق تعالیٰ آپ کو صحت عطا فرمائے تو آپ ناخوش ہوتے اور فرماتے کہ خدارا یہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھے یہاں سے بلا لے۔ غذا سے پرہیز کرنے لگے تو لوگوں نے وجہ پوچھی۔ فرمایا:

"ازبرائے ایں نیز نمی خورم کہ مبادا سبب بقائے من شود، مارا ہر دم کہ ایں جا می رود بکلفت می رود"[2]

اس وجہ سے بھی نہیں کھاتا ہوں کہ شاید کہ یہ میری بقا کا سبب بن جائے۔ مجھے اب ایک سانس لینا بھی باعث کلفت ہے۔

٢٧ شعبان ٩٩٠ھ / ١٥٨٢ء کو یہ بے چین عاشق اپنے محبوب حقیقی سے جا ملا۔ اور عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا!

[1] اخبار الاخیار۔ ص ٢٩٩۔ [2] ایضاً

Marfat.com

باب سوم

شیخ محدثؒ کی ولادت اور ابتدائی تعلیم و تربیت

ولادت | ماہ محرم ۹۵۸ھ مطابق ۱۵۵۱ء کو شیخ محدثؒ دہلی میں پیدا ہوئے ؎

زندگی گفت کہ در خاک تپیدم ہمہ عمر

تا ازیں گنبد دیرینہ درے پیدا شد

یہ اسلام شاہ سوری کا عہد حکومت تھا۔ مہدوی تحریک اس وقت پورے عروج پر تھی اور علماء کی جانب سے تکفیر و تضلیل کا کام بڑے زور و شور کے ساتھ کیا جا رہا تھا۔

مہدوی فرقہ کے بانی سید محمد جونپوری تھے۔ اُن کے متعلق مخالفین نے بہت کچھ لکھا ہے اور اُن کے اعتقادات کو باطل ثابت کرنے کی کوشش کی ہے لیکن جیسا کہ مولانا ابوالکلام آزاد نے لکھا ہے "خود سید محمد اور اُن کے پیروؤں کی پہلی جماعت کے اکثر بزرگ بڑے ہی پاک نفس اور خدا پرست لوگ تھے۔ اس قسم کے معاملات ہمیشہ ابتدا میں کچھ ہوتے ہیں اور آگے چل کر کچھ اور بن جاتے ہیں۔ .... یہی حالت اس جماعت کو بھی پیش آئی۔ اور رفتہ رفتہ اس کی بنیادی صداقت اخلاف کے غلو اور محدثات میں گم ہو گئی۔"[1]

حقیقت میں مہدوی تحریک، احیاء شریعت اور قیام امر بالمعروف کی تحریک تھی۔ سید محمد جونپوریؒ اور ان کے رفقاء کار علماء سو کی دنیا طلبی اور جاہل صوفیہ کی بدعات و منکرات سے سخت نالاں تھے اور چاہتے تھے کہ مسلمانوں کی سوسائٹی ان فاسد عناصر کو دور کر کے احکام شرع کو تقویت پہنچائی جائے۔ جوں ہی یہ کوشش شروع ہوئی علماء سو اور مشائخ دنیا پرست کی جانب

---

[1] تذکرہ۔ ص ۴۴-۴۵ (جدید ایڈیشن)

Marfat.com

سے مخالفت کا ایک طوفان برپا ہو گیا۔ یہاں اس تحریک کی پوری تاریخ بیان کرنے کا موقع نہیں تفصیل کے لیے دوسری کتابوں کی طرف رجوع کرنا چاہیے[1]۔ یہاں ہم صرف سلیم شاہ کے زمانہ کے حالات پر اکتفا کرینگے، تاکہ شیخ محدث رح کی پیدائش کے وقت کا مذہبی ماحول سامنے آجائے۔

سلیم شاہ کے عہد میں مخدوم الملک ملا عبداللہ سلطانپوری شیخ الاسلام آگرہ نے مہدویوں کی مخالفت پر کمر باندھی، اور بادشاہ کو ڈرایا کہ اگر ان کو ختم نہ کیا گیا تو وہ ہندوستان پر قبضہ کرلینگے ملا نظام الدین نے لکھا ہے:۔

"مخدوم الملک ایں معنی باقبح وجوہ خاطر نشان سلیم شاہ نمودہ کہ ایں مرد دعوئی مہدویت می کند ومہدی پادشاہ تمام روئے زمین خواہد شد وتمام لشکر تو بایں گرویدہ است واحتمال خلل در ملک است" [2]

سلیم شاہ نے شیخ علائی رح کو آگرہ میں طلب کیا۔ اور ملک کے مشاہیر علماء کو بحث ومباحثہ میں شرکت کی دعوت دی۔ شیخ علائی پھٹے پرانے کپڑوں میں اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت

---

[1] خود مہدویوں کی مندرجہ ذیل تصانیف ہیں۔

"سیرت امام مہدی موعود": شاہ عبدالرحمن (اوائل دسویں صدی ہجری) مطبوعہ ابراہیمیہ (حیدرآباد دکن

خصائص امام مہدی: عبدالملک سجاوندی (حیدرآباد ۱۳۶۸ھ) (مطبوعہ)

مجالس شیخ مصطفیٰ گجراتی: (مطبوعہ مکتبہ ابراہیمیہ ۱۳۶۷ھ

جواہر التصدیق، شیخ مصطفیٰ گجراتی (مطبوعہ معین پریس حیدرآباد ۱۳۶۷ھ)

انصاف نامہ۔ (مطبوعہ دائرہ زمستان پور۔ حیدرآباد۔ دکن)

انوار العیون؛ سید قاسم (مطبع ابراہیمیہ حیدرآباد ۱۳۷۰ھ

علاوہ ازیں مندرجہ ذیل کتب میں مفید معلومات ملتی ہیں:

"زاد المتقین" شیخ محدث رح (قلمی) "تذکرہ" مولانا ابوالکلام آزاد

"میاں مصطفیٰ" پروفیسر محمود شیرانی (سلسلہ مرتضوی ۱۵ حیدرآباد)

[2] طبقات اکبری۔

Marfat.com

کے ساتھ دربار میں حاضر ہوئے۔ سلام کر کے ایک کونے میں بیٹھ گئے۔ بحث شروع ہوئی تو شیخ علائی نے دنیا پرست علماء کی مذمت کی اور امراء و سلاطین کے فرائض بیان کیے۔ اُن کا ہر ہر لفظ دل سے نکلتا اور دل کی گہرائیوں میں اپنی جگہ تلاش کرتا تھا۔ سلیم شاہ کی آنکھیں بھی نمناک ہوئے بغیر نہ رہ سکیں اور شیخ علائی کے متعلق اس کی رائے بدل گئی۔ دوسرے دن پھر مباحثہ ہوا تو شیخ علائی نے ان الفاظ میں مخدوم الملک کی مذمت کی۔

"تو از علماء دنیائی، و دزد دینی، و مرتکب چندیں نامشروعاتی"

کئی دن تک معاملہ چلتا رہا۔ مخدوم الملک نے سلیم شاہ کو شیخ علائی کے قتل پر آمادہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ لیکن سلیم شاہ اُن کے دینی جذبات سے اس قدر مرعوب ہو چکا تھا کہ صرف جلاوطنی کے حکم پر اکتفا کیا۔ شیخ علائی دکن چلے گئے۔ مخدوم الملک نے پھر شیخ علائی کو آگرہ طلب کیا۔ سلیم شاہ نے علماء آگرہ کی ذہنیت کا اندازہ کر لیا تھا۔ وہ مخدوم الملک کے زیر اثر شیخ علائی کے قتل پر تُلے ہوئے تھے۔ لہٰذا اس نے شیخ علائی کو شیخ بڈھا بہاری کے پاس روانہ کر دیا۔ کہ جو اُن کا فیصلہ ہو اس پر عمل کیا جائے۔ شیخ بڈھا اپنے زمانہ کے جید عالم تھے۔ مُلا عبدالقادر بدایونی نے لکھا ہے کہ شیر شاہ تک اُن کی جوتیاں سیدھی کیا کرتا تھا۔ شیخ علائی جب اُن کے مکان پر پہنچے تو سرود و ساز کی آواز سنائی دی۔ اندر پہنچے تو غیر شرعی حرکات دیکھیں۔ ضبط نہ ہو سکا اور بے اختیار امر معروف و نہی منکر شروع کر دیا۔ شیخ بڈھا ان سے متاثر ہوئے۔ اور ایک تحریر میں ان کی تکفیر کو ناجائز قرار دیا۔ لیکن لڑکوں نے سمجھایا کہ مخدوم الملک کے خلاف رائے دینا مناسب نہیں۔ اگر اس نے بادشاہ سے کہہ کر اس رائے کی مزید تحقیق کے لیے آگرہ بلایا، تو پیرانہ سالی میں بہار سے آگرہ تک کا سفر کرنا پڑیگا۔ شیخ بڈھا کا دینی جذبہ مصلحت اندیشی سے شکست کھا گیا۔ دنیا پرستی نے ضمیر کی آواز کو خاموش کر دیا اور انہوں نے دوسرا مراسلہ بھیجا اور لکھا کہ مخدوم الملک علماء محققین میں سے ہیں، ان کا فتویٰ اپنی جگہ اٹل ہے۔ اب سلیم شاہ نے بھی مجبور ہو کر معاملہ مخدوم الملک کے سپرد کر دیا، مخدوم الملک نے حکم دیا کہ ان کے

Marfat.com

کوڑے لگائے جائیں۔ شیخ علائی طویل سفر کی تکالیف اٹھا کر خستہ جان ہو چکے تھے، گلے میں ایک بڑا زخم تھا۔ تیسرے کوڑے میں جان جاں آفریں کے سپرد کر دی ــــــ

یہ ایک واقعہ شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ کی پیدائش کے وقت کے عام مذہبی ماحول کو سمجھنے کے لیے کافی ہے۔ سلیم شاہ۔ شیخ علائی۔ مخدوم الملک۔ شیخ بڈھا ــــــ یہ محض چار شخصیتیں نہیں۔۔ یہ چار عناصر ہیں، چار تحریکیں ہیں، چار رجحانات ہیں جنھوں نے آئندہ سالوں میں ہندوستان کے سماجی، اور دینی ماحول کو بنانے اور بگاڑنے کا کام انجام دیا۔ ان حالات گرد وپیش میں پیدا ہونے والے انسان کو اپنی شاہراہ عمل متعین کرنے میں جن مشکلات اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا، ان کی تفصیل آئندہ صفحات میں نظر سے گزریگی۔

محرم ۹۵۸ھ ــــــ اسلامی ہند کی تاریخ میں ایک اہم مہینہ ہے۔ اسی مہینے میں شیخ عبد الحق محدثؒ پیدا ہوئے، اور اسی مہینہ میں ابوالفضل۔ موخر الذکر نے اسلامی شعار کی تضحیک، وتوہین میں وقت صرف کیا، تو اول الذکر نے احیاء شریعت اور قیام امر بالمعروف میں اپنی ساری زندگی گزار دی۔ ایک سے "دین الٰہی" نے تقویت پائی، دوسرے سے "دینِ محمدیؐ" کو عروج ہوا۔

باپ کے آغوش میں | شیخ محدثؒ کی ابتدائی تعلیم وتربیت اور خیالات کے نشو ونما میں ان کے والد ماجد کا خاص حصہ تھا۔ ایام طفلی ہی سے اُنھوں نے اپنے بیٹے کی تربیت کی طرف توجہ کی تھی۔ شیخ محدثؒ کا بیان ہے کہ

"شب وروز در کنار رحمت وجوار عنایت ایشاں تربیت می یافتم"[۱]	رات دن میں اُن کی آغوش عاطفت میں تربیت حاصل کرتا تھا۔

تین چار سال کا بچہ دیکھیے اور باپ کا یہ ذوق وشوق کہ شب وروز آغوش میں لیے اس کی تربیت میں مشغول ہے۔ اور برسوں کی ریاضت نے جو ذہنی اور قلبی کیفیات اس میں پیدا

---

۱ اخبار الاخیار۔ ص ۳۰۰

کردی ہیں اُن کو منتقل کرنے کے لیے بے چین ہے۔ مسئلہ وحدت الوجود کے اسرار سے اس بچہ کو آشنا کرنا چاہتا ہے۔ جب کوئی نکتہ بچے کی سمجھ میں نہیں آتا تو تجربہ کار باپ یہ کہہ کر تسلی کرتا ہے

"اِنْ شَاءَ اللہ رفتہ رفتہ پردہ از روئے کار	ان شاء اللہ رفتہ رفتہ حقیقت کے چہرے سے
بکشاید و جمال یقین روئے نماید" [۱]	پردہ اُٹھیگا اور جمال یقین نظر آئیگا۔

لیکن ساتھ ہی یہ ہدایت بھی کرتا ہے:

"لیکن باید کہ دایم دریں خیال باشند و	لیکن یہ ضروری ہے کہ ہمیشہ اسی خیال میں
ہر مقدار کہ دست دہد سعی کنید.... [۲]	رہو اور جس قدر ممکن ہو کوشش کرتے رہو۔

لنگ و لوک و خفتہ شکل و بے ادب

سوئے او می خیز و او را می طلب!

ایک انگریز مصنف نے لکھا ہے کہ بچے کی تربیت اس وقت سے ہونی چاہیے جب وہ شکاری کے جواب میں مسکرانا شروع کردے۔ شیخ سیف الدینؒ اسی اصول کے قائل تھے۔ اُن کے تعلیمی نظریات بہت بلند تھے۔ تعلیم کا مقصد اُن کے نزدیک صرف ذہن ہی کی جلا نہ تھی، بلکہ اُس سے دلی اور روحانی قویٰ کی شگفتگی بھی منظور تھی۔ وہ جانتے تھے کہ "حکمتِ زندگی" سینا و فارابی کی کتابوں سے نہیں سیکھی جا سکتی۔ اس لیے چاہتے تھے کہ اپنے دل کی وہ بے چین دھڑکنیں جن میں زندگی کا راز مضمر تھا، اپنے بیٹے کے سینے میں منتقل کردیں۔ اس زمانہ کی پوری کیفیت شیخ محدث کی زبانی سُنیئے:۔

"اسی زمانہ طفلی میں انہوں نے مجھے حضرات صوفیہ کے اقوال بتائے اور شفقت ظاہری کے ساتھ باطنی تربیت کا برابر خیال رکھا۔ میں بھی بہ تقاضائے فطرت اُن اقوال کا دلدادہ تھا۔ جب وہ ذرا خاموش ہوتے میں کچھ دیر کے لیے اپنے آپ کو بھول جاتا اور واقفان اسرار کی طرح ان حقائق کو دوبارہ بیان کرنے کی استدعا کرتا۔ ان میں سے بعض باتیں اپنی خصوصیات

---

[۱] اخبار الاخیار۔ ص ۳۰۰

Marfat.com

کے ساتھ ابھی تک حافظے میں محفوظ ہیں۔ یہ امر بہت غیر معمولی ہے۔ اس سے بڑھ کر عجیب بات یہ ہے کہ فقیر کو اپنے دودھ چھٹنے کا زمانہ جبکہ عمر دو یا ڈھائی سال کی ہوگی ایسا یاد ہے جیسے کہ کل کی بات۔ اسی زمانہ میں جب کہ والد کی تربیت و عنایت کا فیض جاری تھا میں تحصیل علم کر چکا تھا اور ان کی خدمت میں علمی بحث و تکرار میں مصروف رہتا تھا۔ اسی شغل میں راتیں گذر جاتی تھیں۔ والد ماجد فقیر کو خصوصاً تلقین علم توحید اور تحقیق مسئلہ وحدت وجود میں شرف مکالمت عطا کرتے اور خوش ہوتے تھے۔" [۱]

شیخ محدثؒ کے والد ماجد نے ان کو بعض ایسی ہدایتیں کی تھیں جن پر شیخ تمام عمر عمل پیرا رہے، اور جو آج بھی اُن کی خاص شان اور مخصوص روایات کا ایک اہم حصہ سمجھی جاتی ہیں۔

شیخ سیف الدینؒ نے اپنے زمانے کے علمار کی بے راہ روی، کج بحثی اور گمراہی کا خوب مشاہدہ کیا تھا۔ اس لیے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی:

"باید کہ با ہیچ کس در بحث علم نزاع نکنی۔ و بہ کلفت نرسانی۔ اگر دانی کہ حق بجانب دیگر است قبول کنی، و اگر نہ دو سہ بار بگو، اگر قبول نکنند بگو کہ بندہ را چنیں معلوم است۔ آں نوع نیز تواند بود کہ شما می گوئید۔ نزاع برائے چیست" [۲]

چاہیے کہ کسی سے علمی بحث میں جھگڑا نہ کرو، اور تکلیف نہ پہنچاؤ۔ اگر یہ سمجھو کہ دوسرا حق بجانب ہے تو اس کی بات مان لو۔ اور اگر ایسا نہیں ہے تو اس کو دو تین بار سمجھا دو۔ اگر نہ مانے تو کہو کہ مجھے تو یہی معلوم ہے ممکن ہے کہ جیسا تم کہتے ہو ویسا ہی ہو۔ پھر جھگڑے کی کیا بات ہے۔

فرمایا کرتے تھے کہ علمی بحث میں جو جنگ کی جاتی ہے وہ صرف اپنے نفس کے واسطے ہوتی ہے۔ یہ لاحاصل چیز ہے، اس سے منافرت اور مخالفت کے سوتے اُبل پڑتے ہیں۔ علمی مسائل میں محبت والفت سے تبادلۂ خیالات ہونا چاہیے کہ

این کار محبت است، آنرا کہ محبت نباشد چہ کار کند [۳] — یہ محبت کا معاملہ ہے جس میں محبت نہیں وہ کیا کریگا

[۱] اخبار الاخیار۔ ص ۳۰۰ [۲] و [۳] ایضاً۔ ص ۲۹۲۔

Marfat.com

شیخ سیف الدینؒ کی ان نصیحتوں کو شیخ محدثؒ کے دماغ کے ہر رگ و ریشے نے قبول کیا۔ اور وہ ان کی زندگی کا جزو بن گئیں۔ اکبری دور میں بحث و مباحثہ، تکفیر و تضلیل کے کیسے کیسے ہنگامے برپا ہوئے، لیکن شیخ محدثؒ نے اپنے مسلک سے کبھی سرمو انحراف نہیں کیا۔ اُن کی زندگی کی بنیاد کچھ ان اصولوں پر رکھی گئی تھی ؎

تنے پیدا کن از مشتِ غبارے   تنے محکم تراز سنگیں حصارے
درون او دلے درد آشنائے   چو جوئے در کنار کوہسارے

شیخ سیف الدینؒ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اُنھوں نے اپنے بیٹے کے دل میں صرف حصولِ علم کی لگن ہی پیدا نہیں کی بلکہ اس کے ذہن میں علم کے متعلق صحیح نظریے بھی قائم کر دیے۔

ابتدائی تعلیم

شیخ محدثؒ کو ابتدائی تعلیم خود اُن کے والد ماجد ہی نے دی تھی۔ سب سے پہلے قرآنِ پاک شروع کرایا اور وہ بھی نئے انداز سے۔ شیخ محدثؒ نے ابھی قواعد تہجی بھی نہیں سیکھے تھے کہ اُن کے والد ماجد نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ قرآن پاک کی کچھ سورتیں لکھ کر اُن کو یاد کرنے کے لیے دے دیتے تھے۔ اسی طرح دو تین مہینے میں پورا کلام پاک ختم ہو گیا۔ خود شیخ محدثؒ فرماتے ہیں:

"اول از قرآن مجید بے سابقہ تعلیم قواعد تہجی کہ اطفال خوانند، دو سہ جزو بلکہ کم تر..... تعلیم فرمودند۔ سبق در سبق ایشاں می نوشتند و من می خواندم، از قرآن ہمیں مقدار تعلیم کردہ ام، بعد ازاں از اثر تربیت و شفقت ایشاں چناں قوت بہم رسید کہ ہر روز قدرے از قرآن می خواندم و ہر مقدار کہ می خواندم پیش ایشاں می گذرانیدم۔ در دو سہ ماہ قرآن

سب سے پہلے قرآن مجید بے سابقہ تعلیم قواعد تہجی کے (جس طرح لڑکوں کو عموماً پڑھایا جاتا ہے) دو تین جزو بلکہ اس سے کم تعلیم فرمائے تھے۔ وہ سبق لکھتے تھے میں پڑھتا تھا۔ قرآن کی یہی مقدار میں نے اُن سے سبقاً پڑھی ہے۔ اس کے بعد ان کی تربیت و شفقت کے اثر سے ایسی قوت بہم پہنچی کہ ہر روز تھوڑا سا قرآن پڑھنے لگا۔ اور جتنا پڑھتا تھا اُن کو سنا دیتا تھا۔ غرض دو تین مہینے میں قرآن شریف

Marfat.com

ختم کردم" [1]	ختم کرلیا۔

اس کے بعد لکھنے کی طرف توجہ کی اور ایک ماہ کی قلیل مدت میں لکھنا سیکھ لیا۔

"در اندک مدت، شاید اگر مقدار یک ماہ تعیین کنم دروغ نگفتہ باشم، کتابت وسلیقہ انشار پیدا شد" [2]	تھوڑی ہی مدت میں۔ اگر ایک مہینہ کہوں تو جھوٹ نہ ہوگا، کتابت اور انشار کا سلیقہ پیدا ہوگیا۔

اتنے کم عرصہ میں لکھنا اور پڑھنا سیکھ لینا، شیخ کی غیر معمولی ذہانت کا کرشمہ ہے۔ شیخ محدثؒ نے اپنی اس کامیابی کا اصلی سبب اپنے والد کو قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"ہر چہ ہست اثر توجہ وعنایت ایشان است" [3]	جو کچھ بھی ہے وہ ان کی توجہ اور عنایت کا اثر ہے

شیخ سیف الدینؒ نے اپنے فرزند کی تعلیم میں اس زمانہ کے مروجہ نصاب یا طریقہ تعلیم کی پابندی نہیں کی۔ بلکہ ضرورت اور اہمیت کے پیش نظر جس کتاب کو مناسب سمجھا پڑھا دیا۔ اُس زمانہ میں نظم کی بہت سی کتابیں نصاب میں شامل تھیں اور اُن کا پڑھنا ابتدائی تعلیم کا لازمی جزو سمجھا جاتا تھا۔ شیخ سیف الدینؒ نے اپنے بیٹے کو بوستاں اور دیوان حافظ کے چند جزو کے علاوہ نظم کی کوئی کتاب نہیں پڑھائی۔ قرآن پاک کے بعد میزان شروع کردی۔ اور مصباح اور کافیہ تک خود تعلیم دی۔ شیخ محدثؒ کا بیان ہے

"این کتابہائے نظم واشعار کہ تعلیم آں متعارف ایں دیار است، شاید کہ چند جزو از بوستاں وگلستاں ودیوان خواجہ حافظ تعلیم کردہ باشند وہم از ابتدائے حالت صغرسنی بعد از ختم قرآن میزان الصرف یاد دادند۔ تا مصباح وکافیہ خود تعلیم فرمودند" [4]	اور نظم کی اُن کتابوں میں سے جو اس ملک میں مروج ہیں، شاید گلستاں بوستاں کے چند جزو اور دیوان حافظ پڑھایا ہو۔ اور لڑکپن ہی سے قرآن پاک ختم کرنے کے بعد میزان الصرف سے مصباح وکافیہ تک خود تعلیم دی۔

[1] اخبار الاخیار۔ ص ۳۰۰
[2] و [3] ایضاً ص ۳۰۱۔
[4] (ہ صفحہ ۳۳)

پڑھاتے وقت اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اِن شاء اللہ تو جلد عالم بن جائیگا۔

"اِن شاء اللہ تو زود دانشمند شوی"

شیخ سیف الدینؒ اپنے بیٹے کی تعلیم خود اپنی نگرانی میں مکمل کرنے کے لیے بے چین رہتے تھے۔ ان کی تمنا تھی کہ وہ اپنے جگر گوشہ کے سینہ میں وہ تمام علوم منتقل کردیں جو انہوں نے عمر بھر کے ریاض کے بعد حاصل کیے تھے لیکن یہ اُن کی پیرانہ سالی کا زمانہ تھا۔ اس لیے سخت مجبور بھی تھے۔ کبھی کتابوں کا شمار کرتے اور حسرت کے ساتھ کہتے کہ یہ اور پڑھالوں پھر فرماتے

"مرا حظے غریب دست دہد بہ تصور آنکہ حق تعالے ترا بجائے کہ من خیال کردہ ام برساند" [۱]

مجھے بڑی خوشی ہوتی ہے جس وقت یہ تصور کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو اس کمال تک پہنچادے کہ جو میں نے خیال کیا ہے۔

شیخ محدثؒ خود بے حد ذہین تھے۔ طلب علم کا سچا جذبہ تھا۔ جس علم کی طرف توجہ کرتے، پانی ہوجاتا بوڑھا باپ، بیٹے کی ذہانت اور سعی پیہم سے خوش ہوتا اور اس کے شاندار علمی مستقبل کے نقشے ذہن میں جماتا رہتا تھا۔ ایک دن کا واقعہ شیخ محدثؒ خود اس طرح بیان فرماتے ہیں:

"یاد دارم کہ روزے در ملازمت ایشاں تقریر بعضے سخنان علمی می کردند، و ایشاں بجانب بند ناظر بودند۔ در اثنائے سخن ایشاں را حالتے در گرفت، و نعرہا زدند و گریہ کردند۔ و ہم دراں حالت

(حاشیہ صفحہ ۳۲) تک ۶ھ سے ہندوستان کے نصاب میں یہی کتابیں شامل تھیں۔ عباس شیروانی شیر شاہ کی تعلیم کے متعلق تاریخ شیر شاہی میں لکھتا ہے:

"فرید بہ تحصیل علوم عربیہ مشغول شد۔ کافیہ بحواشی قاضی شہاب الدین خوب طرق بخواند، و علوم دیگر نیز تحصیل کرد و گلستاں و بوستاں و سکندر نامہ وغیرہم بخواند" (قلمی نسخہ)

اس زمانہ کے نصاب تعلیم کے متعلق تفصیلی معلومات درکار ہوں تو مولانا حکیم عبدالحیی مرحوم کا مضمون "ہندوستان کا نصاب درس" (الندوہ۔ فروری ۱۹۰۹ء) ملاحظہ کرنا چاہیے۔ نیز ڈاکٹر صوفی کی کتاب المنہاج بھی اس موضوع پر کافی دلچسپ ہے۔

(Al-Minhaj Dr. G. M. D. Sufi Lahore 1941)

(فوٹ صفحہ ہذا) [۱] اخبار الاخیار۔ ص ۳۰۱۔

Marfat.com

ہر دو دست بروئے فقیر بر آوردند، دعا کردند، وبعد از فرود آمدن آں حالت فرمودند کہ مارا از مشاہدہ شما تجلی دست داد، و نورے مشہود شد کہ تعبیر از کیفیت آں ممکن نباشد خداوند کہ آں چہ حالت بود"

بارہ[۱۲] تیرہ[۱۳] برس کی عمر میں شرح شمسیہ اور شرح عقائد پڑھ لی۔ پندرہ[۱۵] سولہ[۱۶] برس کی عمر ہوگی کہ مختصر و مطول سے فارغ ہو گئے۔ اٹھارہ[۱۸] برس کی عمر میں علوم عقلی و نقلی کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جس کی سیر نہ کر چکے ہوں۔ اس زمانہ کی پوری روئداد خود اُن کی زبانی سننے کے قابل ہے۔ فرماتے ہیں :۔

"اور یہ بھی فرماتے تھے (اپنے والد کی طرف اشارہ کرتے ہیں) کہ ہر ایک علم میں سے مختصر پڑھ لوگے تو تم کو کافی ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے بعد برکت اور سعادت کے دروازے تم پر کھل جائینگے اور تمہیں سارے علوم بے تکلف حاصل ہو جائینگے۔ ان کے اس ارشاد پاک نے یہ اثر کیا کہ تحصیل علوم میں مجھ کو ایسی سرعت حاصل ہوئی کہ جس کو طے زمان اور طے مکان کہتے ہیں ہر علم حاصل ہو گیا۔ یعنی مختصرات نحو مثل کافیہ ولب وارشاد وغیرہ شاید ایک ایک جزو بلکہ زیادہ یاد کرتا تھا اور اتمام تحصیلِ علم کے لیے اس قدر بے چینی تھی کہ اگر کوئی جزو ان مختصرات کا صحیح اور محشی مل جاتا تھا تو اس کو خود مطالعہ کر لیتا۔ حاجت استاد سے پڑھنے یا دریافت کرنے کی نہ ہوتی۔ اگر بحث آسان ہوتی یا مضمون سے پہلے سے واقفیت ہوتی تو میرا فکر اس کو قبول نہ کرتا۔ خدا جانے کہ ان دنوں میں کیا سمجھتا تھا اور کیا دیکھتا تھا لیکن ہر کتاب کے متن اور حاشیے اور ان کے الفاظ سے پورا فائدہ حاصل کرتا تھا۔ اور جو کتاب میرے ہاتھ آتی یا جزو کسی کتاب کا ملتا، خواہ میرے پڑھے ہوئے ہوتے یا نہ ہوتے اُس کو اول سے آخر تک دیکھنا اپنے اوپر واجب کر لیتا تھا۔ اور میں اس امر کا مقید نہ تھا کہ شروع یا خاتمہ کتاب ملے تو دیکھوں۔ میری نظر تحصیل علم پر تھی۔ خواہ کسی طرح پر ہو"[۱]

اس زمانہ میں تحصیلِ علم سے اُن کا مقصد کیا تھا ؟ اخبار الاخیار میں اُنہوں نے طالب علمی

[۱] اخبار الاخیار۔ ص ۳۰۱۔

کے زمانہ کے ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے، جس سے اُن کے مقاصد اور رجحانات کا پتہ چلتا ہے۔
ایک دن اُن کے کچھ ساتھی اس بات پر گفتگو کر رہے تھے کہ حصول علم سے اُن کا کیا مقصد ہے۔
کسی نے کہا کہ معرفت الٰہی کی غرض سے علم حاصل کرتا ہوں۔ کسی نے کہا دنیوی مشکلات کو حل
کرنے کے لیے۔ شیخ محدث کی باری آئی تو اُنھوں نے جواب دیا:

"من اصلا ندانم کہ بر تحصیل علم معرفت الٰہی
مرتب شود یا اسباب ملاہی مرا بالفعل خود
شوق این ست کہ بارے بدانم کہ چندیں عقلا
و علما گذشتہ اند، چہ گفتہ اند و در کشف حقیقت
معلومات سائل چہ دُرہا سفتہ اند تا بعد از
حصول آں چہ حالت دست دہد بحظ نفس
برد یا بمحبت مولیٰ یا بتحصیل دنیا کشد یا طلب
عقبیٰ۔" ۱؎

میں بالکل نہیں جانتا کہ تحصیل علم سے معرفت
الٰہی حاصل ہو یا اسباب لہو۔ بالفعل مجھے
یہ شوق ہے کہ معلوم کروں کہ اتنے عقلاء اور
علماء جو گزرے ہیں کیا کہتے ہیں اور کشف
حقیقت معلومات میں کس قدر موتی پروئے
ہیں۔ اور اس کے حاصل کرنے کے بعد کیا
حالت ہوئی، یعنی حظ نفس کی طرف گئے یا
محبت مولیٰ یا تحصیل دنیا یا طلب عقبیٰ کی طرف۔

۱؎ اخبار الاخیار۔ ص ۳۰۲۔

Marfat.com

باب چہارم (۴)

شیخ محدثؒ طالبِ علم کی حیثیت سے

شیخ محدثؒ نے اپنے بڑھاپے میں نواب مرتضیٰ خاں، شیخ فرید کو ایک خط میں "طلب صادق" کی نوعیت بتائی تھی کہ

"ہر دمے کہ زند و ہر قدمے کہ نہد حصول مطلوب — انسان جو سانس لے اور جو قدم رکھے اس میں
و حضور محبوب پیش چشم دارد" لہ — ہمیشہ حصول مطلوب اور حضور محبوب پیشِ نظر رہے

طالب علمی کے زمانہ میں خود اُن کا یہی حال تھا۔ دن اور رات اسی میں غرق رہتے تھے حصول علم کا جذبہ اس قدر غالب تھا کہ زندگی اور اس کی ساری دلچسپیاں سمٹ کر اسی میں آگئی تھیں۔ خود لکھتے ہیں۔

"از ابتدائے ایام طفولیت نمی دانم کہ بازی — بچپن سے (میرا یہ حال ہے کہ) مجھے یہ نہیں معلوم کہ
چیست، و خواب کدام۔ مصاحبت کیست — کھیل کود کیا ہے۔ خواب مصاحبت، آرام اور آسائش
و آرام چہ، و آسائش کو و سیر کجا ؏ — کے کیا معنی ہیں میں نہیں جانتا کہ سیر کیسی ہوتی ہے ؏

شب خواب چہ و سکوں کدام است

خود خواب بعاشقاں حرام است!

ہرگز در شوق کسب و کار طعام بوقت نخوردہ — تحصیل علم میں مشغولیت کی بنا پر کھانا کبھی بر وقت
و خواب در محل نبردہ" ٹہ — نہیں کھایا اور نیند بھر کر نہیں سویا۔

لہ المکاتیب والرسائل۔ ص ۴۷۔ ٹہ اخبار الاخیار۔ ص ۳۰۲

Marfat.com

جس محنت و مشقت اور جانفشانی کے ساتھ انہوں نے علم حاصل کیا تھا، اُس کی مثال اِس زمانہ میں ملنی مشکل ہے۔ ابوالفضل نے اگر رات کو پڑھتے پڑھتے اپنے دماغ میں خشکی پیدا کر لی تھی تو شیخ محدث رح نے بارہا مطالعہ کی مشغولیت میں اپنے بالوں اور عمامہ کو چراغ سے جلایا ہے۔ اور وہ بھی اس طرح کہ آگ لگنے کی خبر تک بھی نہیں ہوئی ہے۔ فرماتے ہیں۔

چہ دود ہائے چراغے کہ در دماغ نرفت | کدام بادۂ محنت کہ در ایاغ نرفت

کدام خواب وچہ آسائش و کجا آرام | چہ خار خار کہ در بسترِ فراغ نرفت

بجیر تم زدل خود کہ عمر رفت و لے | ز کنج عکمدہ ہرگز بہ صحنِ باغ نرفت[1]

شیخ محدث رح نے صبح سے رات تک کا اپنا پورا پروگرام بتایا ہے حقیقت یہ ہے کہ علمی دنیا کی صدر نشینی کے لیے جس ریاض کی ضرورت تھی، اُس میں اُنہوں نے کوئی کمی نہیں کی تھی بچپن سے اُنہیں اس بات کا احساس تھا کہ ؎ جنت تری پنہاں ہے ترے خونِ جگر میں ۔ اس لیے اُنہوں نے تحصیل علم میں اپنے خون کا پانی کر دیا۔ طلوع آفتاب سے قبل وہ مدرسہ کو روانہ ہو جاتے تھے۔ مدرسہ مکان سے دو میل کے فاصلہ پر تھا۔ دوپہر کو کھانا کھانے تھوڑی دیر کے لیے گھر آتے اس کے بعد پھر مدرسہ جا کر مطالعہ میں مشغول ہو جاتے۔ چھ میل کی مسافت طے کر چکنے کے بعد بھی ان کو تھکن محسوس نہ ہوتی تھی اور وہ پورے ذوق وانہماک کے ساتھ رات تک مدرسہ میں مطالعہ کرتے رہتے تھے۔ رات کو جب گھر واپس آتے تو آرام کرنے کے بجائے پڑھنے کے لیے بیٹھ جاتے والدین اُن کی اس محنت اور مصروفیت سے بہت پریشان ہوتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ کبھی کبھی آرام بھی کرنا چاہیے لیکن اُن پر تحصیل علم کا ایک نشہ سا تھا۔ وہ سب کی نصیحتیں سُنتے تھے لیکن کچھ مجبور سے تھے مفصل کیفیت خود اُن کی زبانی سُنیے۔ فرماتے ہیں:۔

"ہر روز با وجود غلبۂ برودت ہوائے زمستاں و | میں جاڑے کی ٹھنڈی ہوا اور گرمی کے جھلسا دینے والی

---

[1] کہتا ہے ؎ دود چراغ خوردہ شب آوردہ آم بروز ؎ معذورم ار نماند دماغ مرا تری

[2] اخبار الاخیار۔ ص ۳۰۳۔

شدت حرارت تابستان دوبارہ بمدرسۂ دہلی
کہ شاید از منزل مابعد دو میل داشتہ باشد
میل می کردم۔ درمیان روزانی وقفہ در غریب خانہ
بسبب تناول چند لقمہ کہ بسبب عادی توام
حرکت ارادی است واقع می شد۔۔۔۔۔
دائم پدر ما در من درپے آں بودند کہ یک دم
با کودکان محلہ بازی کنم یا شب بوقت متعارف
یا دراز کشم۔ دمن می گفتم کہ آخر غرض از بازی
خاطر خوش کردنست و مرا خاطر بہمیں خوش
است کہ چیزے بخوانم یا مشقے کنم، برعکس آنکہ
پدران ومادران اطفال را برخواندن ومکتب
رفتن زجر کنند وعتاب نمایند مرا در جانب
دیگر بمبالغہ خطاب می کردند۔ گاہے دراثنائے
مطالعہ کہ از نیم شب در می گذشت، والدم
قدس سرہ مرا فریاد می زد کہ بابا! چہ می کنی،
من فی الحال دراز می کشیدم تا دروغ واقع
نشود و می گفتم کہ خفتہ ام چہ می فرمایند باز بر
می نشستم ومشغول می شدم۔ [لہ]

جھونکوں میں ہر روز دوبار دہلی کے مدرسہ میں جاتا
تھا جو ہمارے مکان سے تقریباً دو میل کے فاصلہ
پر ہوگا۔ دوپہر کو تھوڑی دیر گھر ٹھہر کر چند لقمے ضرور
کھالیتا۔۔۔۔۔ میرے والدین ہر چند
کہتے تھے کہ تھوڑی دیر کے لیے محلے کے لڑکوں
کے ساتھ کھیل لو اور وقت پر سو جاؤ میں کہتا
تھا کہ آخر کھیلنے سے مقصد دل کا خوش کرنا ہی
تو ہے میری طبیعت اسی سے خوش ہوتی
ہے کہ کچھ پڑھوں یا لکھوں۔ عام طور پر ماں
باپ بچوں کو پڑھنے اور مکتب جانے کی تاکید
اور تنبیہ کیا کرتے ہیں لیکن اس کے برعکس
مجھے کھیل کود کی ترغیب دیتے تھے کبھی مطالعہ
کے دوران میں ایسا بھی ہوا ہے کہ آدھی رات
گزر گئی ہے۔ میرے والد نے مجھ سے فریاد کی
ہے کہ بابا! کیا کرتے ہو۔ میں سُنتے ہی فوراً
لیٹ جاتا کہ جھوٹ واقع نہ ہوا اور کہتا کہ میں
سوتا ہوں۔ آپ کیا فرماتے ہیں؟ جب وہ
مطمئن ہو جاتے تو پھر اٹھ بیٹھتا اور مشغول ہو جاتا۔

شاہ صاحب کے زمانہ میں تحصیلِ علم کا کام صرف خواندن پر ہی ختم نہ ہوتا تھا بلکہ اُس کے اور مراحل بھی تھے۔

لہ اخبار الاخیار۔ ص ۳۰۲۔۳۰۳۔

Marfat.com

(۱) مطالعہ (۲) بحث وتکرار (۳) کتابت

ان منزلوں سے گزر کر سبق جس قدر پختہ ہو جاتا تھا اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ طالب علم کے دل ودماغ کا رگ وریشہ اس تعلیم سے متاثر ہوتا تھا اور اس کا قصر علم آج کل کی طرح نقش بر آب نہیں، بلکہ آہنی ستونوں پر کھڑا ہوتا تھا۔ شاہ صاحبؒ مطالعہ اور بحث و تکرار میں مستقل مشغولیت کے باوجود کتابت کے لیے وقت ضرور نکال لیتے تھے۔ فرماتے ہیں :-

"وغریب تر آنکہ باوجود احاطہ اوقات وشمول ساعات بمطالعہ وتذکار وبحث وتکرار ہرچہ از کتب خواندہ می شد بلکہ ورائے آں از شروح وحواشی درنظر می آمد تقید آں بہ کتابت از ضروریات وقت می دانستم ، اکثرے از شب وپارہ از روز بہ مطالعہ می گذشت وپارہ از شب واکثرے از روز بکتابت می رفت" [۱]

اور زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ باوجود مطالعہ تذکرہ اور بحث وتکرار میں بیشتر وقت منہمک رہنے کے، جو کتابیں پڑھتا تھا بلکہ اُن کے علاوہ شروح وحواشی بھی جو نظر سے گزرتے تھے ان کے لیے بھی، لکھنے کی مشق کو ضروریات وقت میں سے شمار کرتا تھا۔ رات کا زیادہ حصہ اور تھوڑا حصہ دن کا مطالعہ میں گزرتا تھا۔ اور تھوڑا حصہ رات کا اور زیادہ حصہ دن کا لکھنے میں صرف ہوتا تھا۔

یہ تھا اس شخص کی طالب علمی کا زمانہ جس نے سترہویں صدی میں احیاء علوم الدین کی شاندار خدمت انجام دی !

حفظ کلام پاک شیخ محدثؒ نے ابتدائی زمانہ میں ہی قرآنِ پاک حفظ کر لیا تھا۔ اس کام میں اُن کو سال، سوا سال محنت کرنی پڑی تھی۔ خود فرماتے ہیں :

"بعد ازاں بہ حفظ قرآن مجید نیز موفق شدم و

اس کے بعد قرآن مجید کے حفظ کرنے کی توفیق

[۱] اخبار الاخیار ۔ ص ۳۰۲ ۔

درکنفِ حفظ درآمدم و در مدت یک سال وچیزے این نعمت را ..... بدست آوردم[۵۱] | اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمائی اور میں نے ایک سال اور کچھ دنوں میں اس نعمت کو حاصل کرلیا۔

دانشمندانِ ماوراءالنہر سے تلمذ عربی میں کامل دستگاہ اور علم کلام و منطق پر پورا عبور حاصل کرنے کے بعد شیخ محدث رحؒ نے "دانشمندانِ ماوراءالنہر" سے اکتساب علم کیا۔ شیخ نے ان بزرگوں کے نام نہیں بتائے۔ بہر حال ان علوم کے حصول میں بھی ان کی مشغولیت اور انہماک کا وہی عالم رہا کہ رات اور دن کے کسی حصّہ میں فرصت نہ ملتی تھی۔ اخبار الاخیار کی تصنیف کے وقت نہایت حسرت سے اُن کی زبان سے یہ الفاظ نکلے ہیں:۔

"اگر آں قدر ذوق و شوق در طلب مولیٰ و ریاضت باطن می بود تا کار بکجا می کشید"[۵۲] | اگر اس قدر ذوق و شوق کا اظہار ریاضت اور طلب مولیٰ میں ہوتا تو میں کیا کیا حاصل کرلیتا!

شیخ محدث رحؒ نے بڑی رسا طبیعت پائی تھی، جس علم کی طرف متوجہ ہوتے تھے اپنی محنت اور ذہانت سے اس میں کمال حاصل کرلیتے تھے۔ چنانچہ علم کلام اور فلسفہ میں بھی ایسا درک پیدا کرلیا کہ اُن کے اُستاد بھی اُن کے کمالات کی تعریف کرنے لگے۔ حد یہ ہے کہ انہوں نے اپنے ذہین شاگرد سے اس کا اعتراف کیا:

"ما را از تو مستفیدیم و مارا بر تو منتے نیست"[۵۳] | ہم تجھ سے مستفید ہیں ہمارا تجھ پر کوئی احسان نہیں۔

عبادت و ریاضت کی ابتدا اقبال رحؒ نے کہا ہے:

علم کا مقصود ہے پاکیٔ عقل و خرد
فقر کا مقصود ہے عفتِ قلب و نگاہ

شیخ محدث رحؒ نے "پاکیٔ عقل و خرد" کے ساتھ ساتھ "عفتِ قلب و نگاہ" کا بھی پورا پورا خیال رکھا۔ بچپن سے اُن کو عبادت و ریاضت میں دلچسپی تھی۔ اُن کے والد ماجد نے ہدایت کی تھی۔

"ملائے خشک و ناہموار نباشی!"[۵۴]

---

[۵۱] اخبار الاخیار۔ ص ۳۰۱-۳۰۲۔ [۵۲] ایضاً۔ ص ۳۰۲ [۵۳] ایضاً۔ ص ۳۰۲.
[۵۴] ایضاً۔ ص ۳۰۳۔

Marfat.com

چنانچہ عمر بھراُن کے ایک ہاتھ میں "جامِ شریعت" رہا۔ دوسرے میں سندانِ عشق۔ عشق الٰہی کی لگن تو اُن کا خاندانی ورثہ تھی۔ شیخ سیف الدینؒ نے اُن میں عشقِ حقیقی کے وہ جذبات پھونک دیے تھے جو آخر عمر تک انکے قلب و جگر کو گرماتے رہے۔

ابتدائی زمانہ میں اُن کا معمول تھا کہ وہ رات ہیں بیدار ہو کر عبادت میں مشغول ہو جاتے تھے۔ لکھتے ہیں۔

"وباوجود شوق وشغف تحصیل وتکرار علم در | تحصیل علم میں اس قدر انہماک اور مشغولیت کے
کثرت صلوٰۃ واوراد وشب خیزی ومناجات | باوجود اس زمانہ طفلی میں نماز، اوراد، شب خیزی اور
ہم دراں طفولیت... بوجود می آمد[1] | مناجات کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا۔

اس زمانہ میں جس ذوق وشوق کے ساتھ وہ دعائیں مانگا کرتے تھے، اس کے تصور سے پیرانہ سالی میں اُس کے کام ودہن لطف اندوز ہوتے تھے۔ فرماتے ہیں:

ہنوز ذوق آں اسحار واوقات در کام وقت پیدا است"[2]

اس زمانہ میں شیخ محدثؒ کو علماء ومشائخ کی صحبت میں بیٹھنے اوران سے مستفید ہونے کا بڑا شوق تھا۔ اپنے مذہبی جذبات اور خلوص نیت کے باعث وہ ان بزرگوں کے لطف وکرم کا مرکز بن جاتے تھے۔ شیخ اسحاقؒ (المتوفی ۹۸۹ھ) سہروردیہ سلسلہ کے مشہور بزرگ تھے اور ملتان کو چھوڑ کر دہلی میں اقامت اختیار کرلی تھی۔ اکثر اوقات خاموش رہتے تھے۔ بہت کم کسی سے بات کرتے تھے لیکن جب شیخ محدثؒ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بے حد التفات وکرم فرمایا، اور

"بفقیر سخناں بسیار کردہ"[3]

---

[1] اخبار الاخیار۔ ص ۳۰۳ [2] ایضاً۔ [3] ایضاً۔ ص ۲۷۸

Marfat.com

باب (۵) پنجم

تکمیلِ علم کے بعد

آتشے درعندلیباں می زنم | باز گلبانگ پریشاں می زنم

سر بدیوار گلستاں می زنم | حملۂ گل بہر من کردند و من

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے تکمیل علم بہت کم عمر میں کر لی تھی اس کے بعد ۹۹۶ھ/۱۵۸۸ء تک (جب کہ وہ حرمین شریفین کے لیے روانہ ہوئے) وہ کیا کرتے رہے؟ —— اس کا کچھ پتہ ان کی تصانیف سے نہیں چلتا۔ عبدالحمید لاہوری کے ایک بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ تحصیلِ علم سے فراغت کے بعد (یعنی حج بیت اللہ کو روانگی سے قبل) انہوں نے درس و تدریس کا کام شروع کر دیا تھا —— لکھا ہے:

"چوں سنین عمرش بعشرین رسید از پایۂ تحصیل بدرجۂ تدریس برآمد و چندے ہنگامۂ افادہ گرم داشتہ بپائے طلب بادیہ پیمائی سفر حجاز گردید"[۱]

جب ان کی عمر بیس سال کی ہوئی تو تکمیل علم کے بعد درس و تدریس کا شغل اختیار کیا۔ اور کچھ دنوں یہ مشغلہ جاری رکھنے کے بعد عازم حجاز ہوئے۔

اخبار الاخیار میں اپنی تعلیم کا ذکر کرنے کے بعد ایک دم سے یہ کہنے لگتے ہیں:-

"چارہ گر بیچارگاں و راہ نمائے آوارگاں مرا بجانب خود طلبید و من بے خانماں را

بے بسوں کے مددگار اور پریشاں حال لوگوں کے راہ نما نے مجھے اپنی طرف بلا لیا اور مجھ

---

[۱] بادشاہ نامہ۔ حصہ دوم: ص ۳۴۱۔۳۴۲۔

محمد صالح کنبوہ نے شاہجہاں نامہ (جلد سوم ص ۳۸۴) میں بھی یہی لکھا ہے: "روزے بتدریس و تعلیم گزرانید" اس کے بعد "معنی توحید بر لوح دل بزنگاشتہ بہ عزم کعبہ سفینہ نشست"

Marfat.com

سلسلۂ شوق در گردن افگندہ بسوئے خانۂ خود کشید و من نامراد را بہ منزل مراد رسانید یعنی بدرگاہ حبیب خود صلی اللہ علیہ وسلم جائے داد[1]

بے خانماں کی گردن میں زنجیر شوق ڈال کر اپنے گھر کی طرف کھینچ لیا اور مجھ نامراد کو منزل مراد تک پہنچا دیا یعنی اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی درگاہ میں مجھے جگہ دی۔

زاد المتقین میں لکھتے ہیں:۔

"درسنہ ست وتسعین وتسع مائۃ جاذبہ از غیب در رسید و وحشت در دل پدید آمد۔ چارہ نماند جز دیوانگی کردن و زاد ہمت بخیال سفر بربستن"[2]

۹۹۶ھ میں جذبہ غیب سے پیدا ہو گیا۔ اور دل پر وحشت طاری ہو گئی۔ دیوانگی کی حالت میں سفر کا ارادہ کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہا۔

آخر وہ ہندوستان میں اپنے آپ کو "بے خانماں" کیوں سمجھتے تھے؟ اور وہ "وحشت" جس کا ذکر اُنھوں نے زاد المتقین میں کیا ہے اُن کو ہندوستان میں کیوں محسوس ہونے لگی تھی؟ شیخ عبد الوہاب کی خدمت میں پہنچ کر اُنھوں نے اس وحشت کا سبب اس طرح بیان کیا:

"یا سیدی! انا امرء نشأت من زمان صغری فی الریاضۃ للتعلم والتعبد لم اعتد بصحبۃ الناس والاختلاط معہم والدخول فیہم ولما حصل لی بفضل اللہ طرف صالح من ذلک وقضیت وطری وحاجتی مما ھنالک دعانی بعض اھل الحقوق الی الخروج الی ارباب الدنیا فادرکت سلطان الوقت والامراء فاعتنوا بشأنی ورفعوا

یا سیدی! میں وہ شخص ہوں جو بچپن ہی سے تحصیل علم اور عبادت گزاری کی محنت اور ریاضت میں پلا ہے۔ میں کبھی عام لوگوں کی صحبت اور میل جول کو خاطر میں نہیں لایا۔ اور رب اللہ کے کرم سے مجھے (علم کا) اچھا خاصہ حصہ مل گیا، اور میں نے اپنی ضروریات یہاں کی چیزوں سے پوری کر لیں تو بعض اہل حقوق نے مجھے دنیا دار لوگوں کی طرف بلایا۔ چنانچہ میں بادشاہ وقت اور امراء کے پاس گیا۔ اُنھوں نے میری طرف

---

[1] اخبار الاخیار، ص ۳۰۴ [2] زاد المتقین (قلمی نسخہ)

Marfat.com

مکانی وارادوان یکثروابی سوادھم ویحکسوا ویعدوا بھذا الضعیف صورھم وموادھم فحمانی اللہ ولم یترکنی معھم واوجد فی قلب عبدہ جذبۃ ھداھا الی ھذا المقام الشریف" ؎۱

بہت توجہ کی، میرا رتبہ بلند کیا اور یہ ارادہ کیا کہ میرے ذریعہ اپنی جماعت بڑھائیں اور مجھ کمزور سے اپنی طاقت مضبوط کریں۔ پس اللہ نے مجھے محفوظ رکھا اور ان کے ساتھ مجھے نہ چھوڑا اپنے بندہ کے دل میں ایک جذبہ پیدا کیا جس نے اس مقام شریف تک پہنچایا۔

اس سے پہلی بار یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیخ محدثؒ کچھ عرصہ فتح پور سیکری میں بھی رہے تھے ۔ اور وہاں اکبر اور اس کے درباریوں نے اُن کی بڑی قدر بھی کی تھی لیکن جس شخص کی قسمت میں علوم اسلامی کی تجدید اور تقویت شرع لکھی ہوئی تھی وہ کس طرح اُس ماحول میں ٹھہر سکتا تھا جہاں شرع کی بے حرمتی ہو رہی تھی اور بدعات کا ہنگامہ برپا تھا ۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے لکھا ہے :۔

"چوں وضع زمانہ و زمانیاں کہ ہمہ مخل و برمکارہ طبیعی مشتمل است دیگرگوں شد و براوضاع آشنایاں اعتماد نماند، صحبت فلانی وفلانی راست نیامد و توفیق رفتن بہ کعبۂ شریف رفیق او شد، از دہلی بہ طریق جذبہ بہ ہیچ چیز مقید نہ شدہ بہ گجرات رفت" ؎۲

جب اہل زمانہ کی وضع میں (جو اوقات میں مخل اور مکروہات پر مشتمل ہے) فرق آیا اور ملنے والوں کے حالات اعتماد کے قابل نہ رہے اور فلاں و فلاں کی صحبت سازگار نہ ہوئی اور کعبہ شریف جانے کی توفیق رفیق حال ہوئی تو شیخ جذبہ کے عالم بے سروسامانی کے ساتھ دہلی سے گجرات کو روانہ ہوگئے

جس وقت شیخ محدثؒ نے ہندوستان کو چھوڑنے کا فیصلہ کیا تھا، اُس وقت یہاں کی

؎۱ المکاتیب والرسائل - ص ۲۷۹ ؎۲ منتخب التواریخ - جلد سوم - ص ۱۱۳۔

سر وولزلے ہیگ (Sir Wolseley Haig) کا خیال ہے کہ ملا عبدالقادر نے یہاں فیضی اور ابوالفضل کا نام لکھنے کے بجائے "صحبت فلانی وفلانی" لکھ دیا ہے۔ (انگریزی ترجمہ منتخب التواریخ - جلد سوم - ص ۱۶۸)

Marfat.com

دینی فضا انتہائی مکدر تھی علما رسو نے دربار اور دربار سے باہر جو افسوسناک حالات پیدا کر دیے تھے، ان میں کسی بزرگ کا یہاں ٹھہرنا، آسان نہ تھا "مدعیان علم و مشیخت" اور "زہد فروشان سجادہ طریقت" نے ہر طرف فتنہ و فساد پھیلا دیا تھا۔ مولانا ابوالکلام آزاد اس 'عزم شکن' اور 'ایمان آزما' دور کی تصویر پیش کرنے کے بعد بے اختیار پکار اٹھتے ہیں :-

"ان تمام حالات کو سامنے لا کر غور کرو کہ اس عہد کی عالم آشوبی کا کیا حال تھا؟ کس طرح ہر طرف سکوت عن الحق کا سناٹا اور قبول باطل و اطاعت ظلم و طغیان کی مردنی چھائی ہوئی تھی؟ اور جابروں کی ہیبت اور ظالموں کے جبروت نے کلمۂ حق کی گونج سے تمام فضائے ہند کو خالی کر دیا تھا" [1]

اسی زمانہ میں ایک بزرگ شیخ جمال الدینؒ ہندوستان کو چھوڑ کر حجاز چلے گئے تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں: "جب دیکھا کہ زمانہ کی حالت دگرگوں ہو گئی ہے اور وقت کی حکومت دنیا سازوں اور دنیا بازوں کے قبضہ میں چلی گئی ہے۔ حتیٰ کہ گوشہ نشینوں کے لیے بھی امن باقی نہ رہا، تو ترک وطن پر آمادہ ہو گئے۔ اور ہندوستان ہی کو چھوڑ دیا ؎

دامن اس کا تو بھلا دور ہے اے دست جنوں
کیوں ہے بیکار، گریباں تو مرا دور نہیں" [2]

آئیے، اس زمانہ کے حالات پر بھی ایک سرسری نظر ڈال لیں۔

ربیع الثانی ۹۸۲ھ مطابق ۱۵۷۵ء کو اکبر نے عبادت خانہ کی تعمیر کا حکم دیا۔ میاں عبداللہ نیازی سرہندی کے مسکن پر یہ عمارت تیار ہوئی۔ ملا شیری نے ایک نظم میں لکھا ؎

دریں ایام دیدم جمع اموال فنا ردقی
عبادتہائے فرعونی، عمارتہائے شدادی

ابتدا میں صرف مسلمان علما و اکابر کو اس میں شرکت کی دعوت دی گئی اور مذہب کے

---

[1] تذکرہ۔ ص ۸۷ (پہلا اڈیشن) [2] ایضاً۔ ص ۱۵۔

Marfat.com

مختلف مسائل پر مباحث کی ابتدا ہوئی۔ ان مباحث سے اکبر کا مقصد تلاش حق تھا اور اس نے خلوص نیت کے ساتھ دینی معاملات پر معلومات حاصل کرنے کی غرض سے علماء کو دعو کیا تھا لیکن علماء نے عبادت خانہ کو دنگل میں تبدیل کر دیا۔ اور بقول حالی یہ حال ہو گیا کہ

کبھی وہ گلے کی رگیں ہیں پھلاتے — کبھی جھاگ پر جھاگ ہیں منہ پہ لاتے
کبھی خوک اور سگ ہیں اس کو بتلاتے — کبھی مارنے کو عصا ہیں اُٹھاتے

ستوں چشم بد دور ہیں آپ دیں کے
نمونہ ہیں خلق رسول امیں کے (حالی)

ایک جس فعل کو حرام کہتا، دوسرا کسی حیلہ سے اس کو حلال ثابت کر دیتا۔ اکبر اس ماحول سے گھبرا گیا۔ جن علماء کو وہ رازیؒ اور غزالیؒ کے مرتبے کا سمجھتا تھا، وہ اپنے کردار کے باعث ننگ دیں ثابت ہوئے۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے لکھا ہے:

"علمائے عہد خویش را بہتر از غزالیؒ و رازیؒ تصور نمودہ بود چوں رکاکتہائے ایشاں را دید قیاس غائب بر شاہد کردہ سلف را نیز منکر شدند"[1]	اپنے زمانہ کے علماء کو رازیؒ اور غزالیؒ سے بھی برتر خیال کرتا تھا۔ جب ان کے چھوٹے پن کو دیکھا تو سامنے والوں پر غائبوں کو قیاس کر کے سلف کا بھی منکر ہو گیا۔

عبادت خانے کے مباحث بند کر دیے گئے۔ اور ملا مبارک ناگوری نے ایک محضر نامہ تیار کر کر علماء وقت کے دستخط کرائے اور یہ اعلان کیا ــــ

"مرتبۂ سلطان عادل عند اللہ زیادہ از مرتبۂ مجتہد است"

اس کے بعد اکبر کے دینی رجحانات میں نہایت تیزی کے ساتھ تبدیلی واقع ہونے لگی دربار میں ائمہ اسلام کی توہین کی جانے لگی۔ "کیش احمدیؐ" کہہ کہہ کر اسلام کے ارکان دینی کا مذاق اڑایا جانے لگا۔ پھر "دین الٰہی" کی تدوین کی گئی اور ایک نئے فتنہ کو مذہبی رنگ میں شروع

[1] منتخب التواریخ [2] آئین اکبری۔ باب زیر عنوان "می فرمودند"

Marfat.com

کیا گیا۔ ان تمام احداث و بدعات کی تفصیل مناسب موقع پر پیش کی جائیگی۔

ابوالفضل اور فیضی نے اس دینی انتشار وابتری کی رہبری کی شیخ عبدالحق کے فیضی سے ذاتی تعلقات تھے۔ دربار کے یہ حالات دیکھ کر ان کی طبیعت گھبرا اُٹھی۔ اگر زمانہ سازی پر ان کی طبیعت ذرا بھی راضی ہو جاتی تو دولت وثروت اور عزت وحشمت ان کے قدم چومتی لیکن اُن کا مذہبی شعور بیدار تھا اور وہ کسی قیمت پر اپنے ضمیر کی آواز کو دبانے کے لیے تیار نہ تھے۔ اکبر کا سیاسی اقتدار اس منزل پر پہنچ چکا تھا جہاں مخالف تحریکوں کا نشوونما پانا ناممکن تھا۔ ان حالات میں ترک وطن کے علاوہ کوئی چارہ کار سمجھ میں نہ آیا۔ اور انہوں نے غیرت دینی سے مجبور ہو کر حجاز کی راہ لی۔

Marfat.com

باب ششم (۶)

شیخ محدثؒ حجاز کی طرف

سنہ ۹۹۶ھ مطابق سنہ ۱۵۸۷ء میں جب کہ شیخ محدثؒ کی عمر[1] تیس سال کی تھی وہ حجاز کی طرف روانہ ہو گئے۔ محمد غوثی نے گلزار ابرار میں لکھا ہے کہ شیخ سنہ ۹۹۵ھ کے شروع میں مالوہ ہوتے ہوئے گجرات پہنچ گئے تھے۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ جہاز کا موسم گزر چکا ہے۔ چنانچہ آپ سال بھر وہیں رہے۔ اور سنہ ۹۹۶ھ میں حجاز کو روانہ ہوئے۔

اس زمانہ میں مرزا عزیز کوکہ[1] مالوہ کے حاکم تھے شیخ نے اُن کے پاس بھی قیام فرمایا تھا[2]۔ وہاں سے وہ مانڈو تشریف لے گئے تھے۔ مانڈو میں گلزار ابرار کے مصنف نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر "بہت کچھ فیروزی اور فرخندگی کے فوائد حاصل کیے تھے[3]"۔ مانڈو سے روانہ ہو کر شیخ محدثؒ احمد آباد پہنچے۔ وہاں اُن دنوں مرزا نظام الدین احمدؒ مصنف طبقات اکبری صوبے کے بخشی تھے انہوں نے نہایت گرم جوشی سے شیخ کا استقبال کیا اور "بے حد التماس کر کے آئندہ موسم تک ٹھہرایا"[4]

---

[1] مرزا کوکہ۔ خان اعظم لقب تھا۔ اَتکہ خاں کا لڑکا اور اکبر کا رضاعی بھائی تھا۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے اس کے متعلق لکھا ہے:۔

"بحسن اخلاق و بانواع فضائل و ہنر موصوف بود" (ج ۲ ص ۲۸۰۔ ۲۸۱)

اکبر جب اس سے ناراض ہوتا تو کہا کرتا تھا کہ میرے اور عزیز کے درمیان دودھ کی ایک نہر بہتی ہے اس لیے مجبور ہوں۔ جہانگیر نے اس کے سب علمی فضائل کو مختصراً بیان کیا ہے:

"در علم سیر و فن تاریخ استحضار تمام داشت۔ و در تاریخ و تقریر بے نظیر بود و در مدعا نویسی ید طولیٰ داشت و در لطیفہ گوئی بے مثل بود و در شعر ہموار می گفت۔"

[2] گلزار ابرار۔ ص ۵۹۹ [3] ایضاً [4] ایضاً

Marfat.com

احمد آباد میں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ شیخ وجیہ الدین علویؒ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور ان کی صحبت سے فیض حاصل کیا۔ اخبار الاخیار میں لکھتے ہیں :-

محرر سطور در وقتیکہ بہ قصد زیارت سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بہ احمد آباد گجرات رسید از متاخرین مشائخ آں دیار کہ شیخ وجیہ الدینؒ جامع کمالات و برکات و سن و عمر و مرتا ... مشغول بتدریس علوم و تصنیف کتب و ترتیب و ارشاد طالبان بود۔ بملاقات وے مستعد شد۔ و بہ بعضے اذکار و اشغال بسلسلۂ عالیہ قادریہ مشرف گردید

محرر سطور جب سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے ارادہ سے احمد آباد گجرات پہنچا تو اس وقت وہاں مشائخ متاخرین اے شیخ وجیہ الدین جو جامع کمالات و برکات سن رسیدہ بزرگ تھے درس تدریس میں مشغول تھے کتابوں کی تصنیف و ترتیب اور ارشاد طالباں میں ان کا انہماک تھا۔ ان کی ملاقات کی سعادت حاصل کی اور سلسلہ عالیہ قادریہ کے کچھ اذکار و اشغال ان سے حاصل کیے۔

شیخ وجیہ الدین علوی گجراتیؒ شیخ وجیہ الدین علویؒ اپنے زمانے کے جید عالم تھے۔ علوم دینی میں بے پناہ تبحر رکھتے تھے۔ تقریباً ترسٹھ سال تک احمد آباد میں انہوں نے درس و تدریس کا ہنگامہ گرم رکھا تھا۔ ان کی زندگی ہی میں احمد آباد سے لاہور تک ان کے شاگرد پھیل گئے تھے۔ ملا عبدالقادر بدایونی کا بیان ہے :-

"دائم بدرس علوم دینی اشتغال داشت و قدرت او در جمیع علوم عقلی و نقلی بمرتبہ بود کہ کم کتاب درس از صرف ہوائی تا قانون و شفا و شرح مفتاح و عضدی باشد کہ او شرح یا حاشیہ براں ننوشتہ و خلائق دا پیوستہ از انفاس متبرکہ او فیض می رسید"[1]

وہ ہمیشہ علوم دینی کے درس میں مشغول رہتے تھے۔ تمام علوم عقلی و نقلی پر اُن کا عبور اس حد کو پہنچ گیا تھا کہ صرف ہوائی سے قانون و شفا شرح مفتاح اور عضدی تک شاید ہی کوئی کوئی ایسی کتاب ہو جس پر شرح یا حاشیہ نہ لکھا ہو لوگ ہمیشہ ان کی ذات بابرکات سے فیض حاصل

[1] ... صفحہ ۵۰)

Marfat.com

شیخ وجیہ الدینؒ ۲۲ محرم ۹۱۰ھ کو بمقام چاپانیر پیدا ہوئے تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے چچا سید شمس الدینؒ سے حاصل کی۔ پھر اپنے ماموں سید ابوالقاسمؒ سے حدیث پڑھی۔ چودہ پندرہ سال کی عمر میں علامہ محمد بن محمدؒ سے حدیث کا اختتام فرمایا۔ آخر میں حضرت ابوالبرکات بنبانی عباسیؒ کو حدیثیں سنائیں۔ علوم عقلیہ مولانا عماد الدین طارمی شاگرد رشید مولانا جلال الدین دوانی اور ابوالفضل مظفر الدین محمدؒ گاذرونی سے حاصل کیے

شیخ وجیہ الدین نے چشتیہ اور مغربیہ سلسلہ کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی تھی۔ پھر حضرت شاہ قاضن چشتیؒ کی صحبت میں رہے اُن کے بعد میاں بدرالدین ابوالقاسم سہروردیؒ کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب جذبہ شوق کا غلبہ ہوتا تو سید کبیر الدین مجذوبؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور درد دل کی شکایت بتا کر علاج کی درخواست کرتے۔ آخر میں سید محمد غوث گوالیاری شطاریؒ کے دامن تربیت سے وابستہ ہو گئے۔ مرید ہونے کا قصہ بھی عجیب تھا۔ شیخ گوالیاریؒ کے خلاف شیخ علی متقیؒ نے (جو شیخ عبدالحق محدثؒ کے استاد شیخ عبدالوہاب کے استاد تھے) کفر کا فتویٰ دیا تھا۔ اُن کی تصانیف میں بعض باتیں قابل اعتراض تھیں۔ سلطان محمود گجراتی نے یہ فتویٰ شیخ وجیہ الدین کے پاس استصواب رائے کے لیے بھیجا۔ شیخ وجیہ الدینؒ نے جب سید محمد غوث گوالیاری کو دیکھا تو اس قدر شیفتہ ہوئے کہ استفتار کو پارہ پارہ کر دیا، اور شیخ گوالیاریؒ کے حلقہ مریدین میں شامل ہو گئے۔ شیخ علی متقی کو اس کی اطلاع ہوئی تو شیخ وجیہ الدین کے پاس آکر اپنے کپڑوں کو تار تار کر ڈالا اور پوچھا:

چرا بشیوع بدعت و وقوع رخنہ در دین راضی می شوید۔	بدعت کی اشاعت اور دین میں رخنہ پیدا کرنے میں تم کس طرح راضی ہو گئے۔

شیخ وجیہ الدینؒ نے جن کا قلب و جگر پہلے ہی شیخ گوالیاری کے دام الفت میں پھنس چکا تھا، جواب دیا

لہ منتخب التواریخ ۔ ملا نے ان کا نام اس تعظیم سے لیا ہے "قدوۃ العلماء الراسخین والمتبحرین صاحب التصانیف الشائقۃ العالم باللہ شیخ وجیہ الدین ......" جلد دوم۔ ص ۴۳۔

"ما ارباب قال ایم و شیخ اہل حال، فہم ما بکمالات او نمی رسد، و بظاہر شریعت ہیچ اعتراض قادح برو متوجہ نمی گردد۔[1]

ہم ارباب قال ہیں، شیخ اہل حال ہیں ہمارا فہم ان کے کمالات تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور بظاہر شریعت کا کوئی اعتراض اُن پر عاید نہیں ہوتا۔

کسی نے سچ کہا ہے

چوں بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطاست

سخن شناس نہ، دلبرا خطا اینجاست!

جہانگیر نے لکھا ہے کہ شیخ وجیہ الدین شیخ گوالیاری کے خلیفہ ضرور تھے، مگر ایسے خلیفہ تھے کہ مرشد کو بھی اُن پر فخر تھا۔ "مرشد بخلافت او مباہات کند"[2]

شیخ وجیہ الدین کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ اُن کی مندرجہ ذیل تصانیف خاص طور پر مشہور ہیں۔

۱۔ حاشیہ علی تفسیر البیضاوی[3]
۲۔ حاشیہ علی التلویح[4]
۳۔ حاشیہ علی المواقف[5]
۴۔ شرح شرح نخبۃ الفکر[6]
۵۔ حاشیہ علی شرح الوقایہ[7]
۶۔ حاشیہ علی شرح الجامی[8]

---

[1] منتخب التواریخ۔ جلد سوم۔ ص ۴۴

[2] تزک جہانگیری (سر سید ایڈیشن) ص ۲۱۱
تزک جہانگیری کے انگریز مترجم روجرس (Rogers) نے اس جملہ کا ترجمہ بڑا دلچسپ کیا ہے۔ لکھا ہے:۔
"but a successor against whom the techer disputed
Vol I p420
بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی!

[3] کتب خانہ آصفیہ میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے (جلد ۳ ص۔ ۲۱ جو قدیم ترین ہے اور خاص مصنف کے نسخے سے منقول ہے۔ ایک نسخہ جس کی کتابت کا سنہ ۱۰۰۳ھ ہے حبیب گنج (علی گڑھ) کے کتب خانہ میں بھی ہے۔

[4] قلمی نسخہ ندوۃ العلماء (لکھنؤ) کے کتب خانہ میں ہے (۱۲)

[5] متولی درگاہ شیخ وجیہ الدینؒ کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

[6] قلمی نسخہ رامپور کے کتب خانہ میں ہے (۱۲۷)

[7] قلمی نسخہ رام پور میں موجود ہے۔ (۱۸۶)

[8] رام پور، آصفیہ، ندوۃ العلماء کے کتب خانوں میں قلمی نسخے موجود ہیں۔

Marfat.com

(۷) شرح ارشاد النحو [1] | (۸) شرح جام جہاں نما [1]
(۹) رسالہ اسکزیہ [2] | (۱۰) حاشیہ علی المختصر للمعانی [3]
(۱۱) حاشیہ علی العضدی [4] | (۱۲) شرح البسیط العلوی۔
(۱۳) رسالہ ترتیب ارکان الصلوٰۃ | (۱۴) وافیہ شرح کافیہ
(۱۵) رسالہ قوشجی فی الہیئت | (۱۶) حواشی علی المنہل
(۱۷) شرح شواہد المنہل [5]

شیخ محدث دہلی سے بلا کسی زاد دام کے احمد آباد پہنچے تھے۔ احمد آباد میں مرزا نظام الدین بخشی نے جو ان کے دیرینہ دوست تھے اُن کو اپنے یہاں ٹھہرایا۔ جب حجاز کو روانہ ہونے کا وقت آیا تو زاد راہ فراہم کی اور جہاز کا بندوبست کیا۔ ملا عبدالقادر کا بیان ہے:

"از دہلی بطریق جذبہ بہیچ چیز مقید نشدہ بگجرات رفت و بحسن سعی میرزا نظام الدین احمد مددگاری او در جہاز نشستہ بسفر حجاز رفت۔" [6]

دہلی سے ایک جذبہ کی حالت میں، بلا سامان سفر کے گجرات پہنچ گئے اور میرزا نظام الدین احمد کی مدد سے جہاز میں بیٹھ کر حجاز کو روانہ ہو گئے۔

رسالہ صلوٰۃ الاسرار میں شیخ محدث نے لکھا ہے کہ اُن کا شریک سفر ایک قادری درویش

---

[1] رام پور میں قلمی نسخہ موجود ہے۔ [2] تا [5] نمبر ۹ تا ۱۷ اہنولی درگاہ کے کتب خانہ میں موجود ہیں (ملاحظہ ہو معارف مارچ ۱۹۳۳ء صفحہ نمبر ۱۲ تا ۱۵) یہ کتابیں شیخ کے متوسلین سلسلہ کے پاس موجود ہیں۔ بعض خود متولی درگاہ کے پاس ہیں۔ شرح کافیہ بقول مولانا عبدالعزیز میمن کسی زمانہ میں بمبئی میں چھپی تھی (معارف اپریل ۱۹۳۳ء)

شیخ کی جن کتابوں کا سراغ نہیں ملتا وہ یہ ہیں:-

(۱) حاشیہ علی اصول البزدوی

(۲) حاشیہ علی الشرح العضدی علی المختصر ابن حاجب۔

(۳) الحاشیہ علی التجویہ | (۴) الحاشیہ علی شرح العقائد للتفتازانی۔

(۵) الحاشیہ علی الحاشیۃ القدیمہ | (۶) حاشیہ علی المطول | (۷) حاشیہ علی مختصر المعانی

نیز ملاحظہ ہو The contribution of India to Arabic literature. By Dr Zubaid Ahmad.

[6] منتخب التواریخ۔ جلد سوم۔ ص ۱۱۳

تھا۔ صبح کو جب جہاز کا لنگر اُٹھایا جاتا تھا یہ درویش جہاز کے ایک کونے میں بیٹھا ہوا حضرت شیخ عبدالقادر گیلانیؒ کا نام زور زور سے لیا کرتا تھا۔ شیخ کو اس کی آواز بہت بھلی معلوم ہوتی تھی شیخ محدثؒ ماہِ رمضان سے کافی عرصہ قبل مکہ معظمہ پہنچ گئے تھے۔ چنانچہ رمضان سنہ ۹۹۶ھ تک اُنہوں نے مکہ معظمہ کے محدثین سے صحیح مسلم اور صحیح بخاری کا درس لے لیا۔ پھر شیخ عبدالوہاب متقی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

Marfat.com

باب ہفتم (۷)

مولانا عبدالوہاب متقیؒ کے قدموں میں

شیخ عبدالحق دہلویؒ ۹۹۶ھ/۱۵۸۷-۸۸ء میں حجاز پہنچے تھے۔ ۹۹۹ھ/۱۵۹۰ء تک ان کا وہاں قیام رہا۔ یہ تقریباً تمام وقت شیخ عبدالوہاب ہی کی خدمت میں گزرا۔ ان کی صحبت نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ شیخ نے علم کی تکمیل کرائی اور احسان وسلوک کی راہوں سے آشنا کیا ——— تکمیلِ علم کے بعد ذخیر عالم کو ایک سخت منزل پیش آتی ہے۔ اُسے کسی ایسے رہبر کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کے علمی ذخیرے کو تعمیری کاموں میں لگادے۔ دل و دماغ پر علم کا ایک بوجھ ہوتا ہے، اور وہ اُس وقت تک ہلکا نہیں ہوتا جب تک اُس کے استعمال کے لیے صحیح راہیں متعین نہ ہو جائیں۔ اس منزل پر ذراسی لغزش عمر بھر کے ریاض کو بیکار کر دیتی ہے ——— شیخ عبدالحقؒ خوش قسمت تھے کہ ان کو ایسا رہبر کامل مل گیا جس نے اُن کے علم اور علمی صلاحیتوں کو صحیح راہ پر لگا دیا۔

شیخ عبدالوہاب متقیؒ شیخ عبدالوہاب متقیؒ ہندوستان کے اُن عدیم المثال علماء حدیث میں سے تھے جنہوں نے مکہ معظمہ کے ایک گوشہ میں بیٹھ کر ساری علمی دنیا کو اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا۔ اور اپنے علمی تبحر کا سکہ حجاز، یمن، مصر اور شام سے منوایا تھا۔ شیخ محدثؒ کا بیان ہے:

اہل حرمین و مشائخ یمن باسرہم حاضراً وغائباً	تمام اہل حرمین اور کل مشائخ یمن حاضراً وغائباً اور
واز مشائخ مصر و شام ہر کہ ایشاں را دریافتہ است	مشائخ مصر و شام سے جس نے حضرت کو دیکھا ہے ان کا
معتقد اند بر ولایت وعلوشان ایشانؒ [1]	معتقد ہے اور ان کی ولایت اور علو شان کا قائل ہے

[1] اخبار الاخیار - ص ۲۶۳ -

Marfat.com

شیخ عبدالوہاب متقیؒ مندو[1] میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے والد شیخ ولی اللہ وہاں کے اعیان واکابر میں شمار کیے جاتے تھے۔ کچھ واقعات ایسے پیش آئے کہ شیخ ولی اللہ کو وطن چھوڑ کر برہان پور جانا پڑا۔ اس سفر میں ان کو بڑے مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ خود ایک مرتبہ انہوں نے فرمایا تھا:

"یک بارے در صغر سن ہمراہ والد خود بتقریب بعضے حوادث کہ در دیار مندو حدوث یافتہ بود در بیابانہا افتادہ و راہ گم کردہ بودیم، و ہیچ چیز از جنس طعام و شراب ہمراہ ما نہ گرسنگی بر ما غلبہ کردہ، چنانچہ عادت اطفال باشد در گریہ آمدیم، والد دلداری می داد و می گفت کہ صبر کن طعام در پیش است"[2]

مندو میں کچھ حوادث پیش آجانے کی وجہ سے ایک دفعہ بچپن میں والد کے ساتھ جنگلوں میں چلا گیا۔ اور ہم راستہ بھول گئے۔ کھانے پینے کو کچھ پاس نہ تھا۔ بھوک کا غلبہ ہوا جیسے کہ بچوں کی عادت ہوتی ہے میں نے رونا شروع کر دیا۔ والد نے چمکارا اور فرمایا کہ صبر کرو۔ کھانا آگے ہے۔

شیخ عبدالوہاب ابھی کمسن ہی تھے کہ والدین کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ اس سانحہ کا دل پر کچھ ایسا اثر پڑا کہ وطن کو خیرباد کہہ کر خانہ بدوشی اختیار کرلی۔ گجرات، دکن، لنکا، سراندیپ وغیرہ میں عرصہ تک سرگرم سیاحت رہے۔ عموماً کسی مقام پر تین دن سے زیادہ نہ ٹھہرتے تھے لیکن جب کوئی قبلۂ علم یا خضر طریقت مل جاتا تو اس کے آستانہ پر کچھ دنوں زیادہ قیام کر لیتے۔ لکھا ہے:

"در اکثر اوقات قرار دادہ بہاں بود کہ زیادت از سہ روز در ہیچ مقامے اقامت نہ کنند مگر در بعضے شہرہا کہ بجہت تحصیل علم و عزیب صحبت مشائخ و صلحا بقدر استیفا غرض و

معمول تو یہ تھا کہ تین دن سے زیادہ کہیں قیام نہ فرماتے تھے لیکن بعض شہروں میں تحصیل علم کی غرض سے یا مشائخ و صلحا کی صحبت سے فیض حاصل کرنے کی نیت سے بقدر ضرورت

---

[1] مندو، مالوہ کی قدیم حکومت کا صدر مقام تھا۔ مندو کے تاریخی حالات اور جغرافیائی تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو: اقبال نامہ جہانگیری۔ ص ۹۷-۹۹۔ منتخب اللباب۔ ج ۱۔ ص ۲۸۹-۲۹۰۔ تاریخ فرشتہ ج ۲۔ ص ۲۶۸-۲۶۴-۵۳۴۔ Yerry pp 181-184

[2] اخبار الاخیار۔ ص ۲۶۸

Marfat.com

الغرض حاجت اضطرار اقامت ضرورت می اُفتاد"[1] قیام بڑھا دیتے تھے۔

اس زمانے میں انہوں نے جس طرح اپنے دن گزارے اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے جو انہوں نے شیخ عبدالحق کو مکہ معظمہ میں سُنایا تھا:

"چندگاہ قوت ما آں بود کہ یارے میرفت و استخوانہائے ناکارآمدی کہ قصاباں می بر افگنند می آورد و پارہ از کاہ گندم کہ درمیان کشت زارہا افتادہ بود می آورد و آں استخوانہا را می کوفتہ و آں کاہ را شستہ و پاکیزہ می کردند و درمیان دیگ کردہ در آب می جوشانیدند و ہر کدام کاسہ ازاں صاف کردہ می خوردند بعد از چندروز مردم شہر آگاہ می شدند و طعامہا می آوردند و دیگر ازاں جا انتقال می کردیم و جائے دیگر می رفتیم"[2]

کتنی ہی بار ہمارا کھانا اس طرح ہوتا ہے کہ کوئی ساتھی چلا جاتا اور قصائیوں کی دکان کے آگے سے بیکار ہڈیاں اُٹھا لاتا۔ اور گیہوں کی بھال جو کھیتوں میں گرے پڑے رہتے تھے چن لاتا۔ ان ہڈیوں کو کوٹ کر اور اس گھاس کو پاک و صاف کر کر پکالیا جاتا۔ اور پھر ایک ایک پیالہ کرکے پی لیتے تھے۔ آخر اہلِ شہر کو اس کی خبر ہو جاتی اور وہ کھانے لانے لگتے، تو ہم اس جگہ سے منتقل ہو کر دوسری جگہ چلے جاتے۔

اسی طرح سیاحت کرتے کرتے مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ یہ جمادی الاول ۹۶۳ھ/۱۵۵۵ء کا واقعہ ہے۔ اُس وقت ان کی عمر بیس سال سے کم ہی تھی۔ مکہ معظمہ میں اس وقت شیخ علی متقی[3] مسند درس پر متمکن تھے۔ دور دور اُن کی شہرت تھی۔ وہ شیخ عبدالوہاب کے والد سے بھی واقف تھے۔ چنانچہ شیخ عبدالوہاب ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پھر اُن ہی کے ہو رہے ؎

اے رو سے تو راحتِ دلِ من
چشمِ تو چراغ منزلِ من

---

[1] اخبار الاخیار۔ ص ۲۶۱ [2] ایضاً۔ ص ۲۷۰

[3] شیخ علی متقی کا تفصیلی حال ضمیمہ میں ملاحظہ فرمایئے۔

Marfat.com

شیخ عبدالوہاب کا خط بہت صاف اور پاکیزہ تھا شیخ علی متقیؒ نے سب سے پہلے اُن سے یہی کام کیا۔ جو شخص مدتوں صحرا نوردی کرتا رہا تھا اُس کی طبیعت میں یکسوئی پیدا کرنے کے لیے اس سے بہتر کوئی کام نہیں ہوسکتا تھا۔ شیخ عبدالوہابؒ نے بھی یہ کام دل وجان سے انجام دیا۔ شیخ علی متقیؒ کی ایک کتاب بارہ ہزار سطروں کی تھی۔ انھوں نے بارہ ۱۲ راتوں میں اس کی کتابت مکمل کر دی تعجب خیز بات یہ تھی کہ دن بھر دوسری کتابوں کی تصحیح و کتابت میں مشغولیت رہتی تھی۔ صرف رات کو شیخ علی متقی کی اس کتاب کی کتابت کا موقع ملتا تھا۔ شیخ علی متقیؒ نے جب ان کا یہ ذوق و شوق محنت اور جذبہ دیکھا تو ان کو اپنے اس نووارد شاگرد سے بہت خصوصیت پیدا ہوگئی شیخ عبدالوہابؒ نے بھی اُن کے آستانے کو اس مضبوطی سے پکڑا کہ ۹۷۵ھ تک (جب شیخ علی متقیؒ کا انتقال ہوا) وہیں جمے رہے۔ اس کے بعد مکہ معظمہ میں ایسا مرکز علم قائم کیا جس کی شہرت دور دور پھیل گئی۔ شیخ عبدالحقؒ لکھتے ہیں:

دریں زمان بدانش ایشاں در علوم شرعیہ کمتر کسے خواہد بود، قاموس لغت مبالغہ می تواں گفت کر گویا ہمہ یاد داشت، و فقہ و حدیث نیز ہمیں حکم دارد و مبادی علوم عربیت نیز زیادہ از قدر کفایت است۔ سالہا در حرم شریف درس ایں علوم گفتہ بودند" لے	اس زمانے میں ان کے برابر علوم شرعیہ پر عبور رکھنے والے کم ہونگے۔ وہ ایک زندہ قاموس تھے، سب کچھ انہیں یاد تھا۔ فقہ و حدیث کا بھی یہی حال تھا۔ اور صرف و نحو و ادب وغیرہ بھی کفایت سے زیادہ جانتے ہیں۔ برسوں تک حرم شریف میں ان علوم کا درس دیا تھا۔

شیخ عبدالوہابؒ عمر کے بیشتر حصہ میں مجرد ہی رہے۔ جب عمر چالیس اور پچاس کے درمیان تھی تو شادی کی۔ شادی سے پہلے ان کا یہ حال تھا کہ جو کچھ فتوح یا کتابت کی اُجرت آتی تھی سب فقراء پر تقسیم کر دیتے تھے۔ شادی کے بعد اہل و عیال کے حقوق کو مقدم سمجھنے لگے تھے۔ لیکن پھر بھی یہ حال تھا کہ کسی محتاج کی مدد سے گریز نہ کرتے تھے۔ ہندوستان کے فقراء اُن کی خدمت

لے اخبار الاخیار۔ ص ۲۶۵۔

Marfat.com

میں حاضر ہوتے تھے اور وہ کھانے اور کپڑے سے اُن کی مدد کرتے تھے۔

شیخ عبدالوہاب متقیؒ کے ارشادات اور شیخ محدثؒ پراُن کا اثر

اخبار الاخیار میں شیخ عبدالحق دہلویؒ نے اپنے استاد محترم شیخ عبدالوہاب متقی کے بعض اقوال و ارشادات نقل کیے ہیں اُن کو سامنے رکھ کر جب شیخ عبدالحق کی پوری زندگی پر نظر ڈالی جاتی ہے تو اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے کس طرح اپنے اُستاد اور مرشد کی تعلیمات کو نہ صرف اپنے اندر جذب کر لیا تھا بلکہ اس کی جیتی جاگتی تصویر بن گئے تھے۔

(۱) اختلافی مسائل میں ان کی روش نہایت ہی سلامت روی کی تھی۔ لایعنی بحث و مباحث سے نفرت کرتے تھے۔ مسئلہ وحدت وجود کے متعلق ان کا رویہ یہ تھا۔

دراب کتب حقائق و توحید مثل فصوص و امثال آں توقف و تسلیم است۔ ایں ہا را درس نگویند، و بداں اشتغال نکنند و انکار ہم نکنند و بد نگویند و چنانچہ عادت فقہا است بطعن و تشنیع پیش نیایند"۔[1]	کتب حقائق و توحید مثلاً فصوص الحکم وغیرہ کے سلسلہ میں اُن کا رویہ توقف و تسلیم کا ہے۔ ان کتابوں کا درس نہیں دیتے اور نہ ان میں اشتغال رکھتے ہیں، نہ ان کا انکار کرتے ہیں نہ ان کو بُرا کہتے ہیں۔ ان کی عادت فقہا کی سی نہیں ہے جو ان کتابوں کی طعن و تشنیع کرتے ہیں

(۲) مذہبی انتشار کے زمانہ میں عقائد کا صحیح رکھنا بڑا دشوار کام ہے۔ جب متضاد نظریات و افکار ٹکراتے ہیں تو شبہات کا پیدا ہونا لازمی ہو جاتا ہے۔ شیخ عبدالوہابؒ کی ہدایت تھی کہ ان حالات میں یہ رویہ اختیار کیا جائے۔

"اول باید کہ اعتقاد خود را ظاہراً و باطناً باعتقاد اہل سنت و جماعت راست سازند و راسخ گردانند و بعد از رسوخ ایں عقیدہ از ہر چہ ایشاں گفتہ اند	اول یہ چاہیے کہ اپنا عقیدہ ظاہراً و باطناً اہل سنت کے اعتقاد کے موافق درست اور راسخ کرے پھر عقیدہ مضبوط ہونے کے بعد یہ کرے کہ جو کچھ

[1] اخبار الاخیار۔ ص ۲۶۳۔

و نوشتہ اند نیز محروم نمانند کتب ایشاں را کہ در حقائق و اسرار نوشتہ اند نیز مطالعہ بکنند وانچہ مشکل شود ازاں بگذرند و در نمانند و غلجان را بخود راہ ندہند نہ آنکہ اعتقاد را ابتدا از ہمیں کتب راست کنند و از ہر کس ہر چہ بشنوند متابع شوند ..... ہر چہ بشنوند اگرچہ سخن باطل باشد زود بانکار و تعصب پیش نیایند۔ اول خود بشنوند کہ چہ می گوید و بفہم سخن نیک در روند کہ قائل آں چہ مقصود دارد۔ بعد ازاں اگر توانند آں را موافق حق سازند وگرنہ رد کنند و اگر ایں را نہ توانند از سر آں بگذرند و خلل در عقیدہ خود نیندازند" [1]

اُنھوں نے (صوفیہ موحدین) نے لکھا ہے اُس سے محروم نہ رہے۔ انھوں نے اسرار و معارف میں جو کتابیں لکھی ہیں ان کا مطالعہ کرے۔ جو سمجھ میں نہ آئے اُس کو چھوڑ دے۔ اپنی طبیعت میں خلجان نہ پیدا کرے۔ یہ اچھا نہیں کہ ابتدا ہی ان کتابوں سے عقیدہ درست کرنے لگے اور جس کسی سے جو سُن لے اُس کا پیرو ہو جائے ... جو کچھ کسی سے سُنے اگرچہ وہ باطل ہی ہو مگر جلدی سے انکار نہ کرے۔ اوّل سُن لے پھر سوچے کہ کہنے والے کا مطلب سمجھ میں آگیا یا نہیں۔ پھر اگر اسے حق سمجھے تو قبول کر لے ورنہ رد کر دے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اس کو چھوڑ کر آگے بڑھ جائے اور اپنے عقیدہ میں خلل نہ ڈالے

(۳) ایک ایسے دور میں جبکہ علماء نے تکفیر و تذلیل کو اہم ترین فرض سمجھ رکھا تھا، شیخ عبدالوہاب متقی کا خیال تھا —

ہر کرا کہ بینند کہ بہ کلمۂ اسلام اقرار می کند و اندرے اگر امثال ایں کلمات چیزے صادر شود معذور دارند و تکفیر و تشنیع نکنند و نسبت بالحاد نکنند [2]

جس کو دیکھو کہ کلمہ پڑھتا ہے اور اس پر یقین رکھتا ہے تو اگر اس سے ایسے کلمات صادر ہوں تو اس کو معذور رکھو۔ اور اس کی تکفیر و تشنیع نہ کرو۔ اور اس کو ملحد نہ بتاؤ۔

(۴) سماع کے متعلق جو اس زمانہ کا نہایت ہی اختلافی مسئلہ تھا، شیخ عبدالوہاب متقیؒ کا رویہ یہ تھا —

[1] اخبار الاخیار، ص ۲۶۳-۲۶۴ [2] اخبار الاخیار، ص ۲۶۴

Marfat.com

بتسیل آں راضی نیستند و برفضل مشائخ منکرند[۱]" | نہ مریدین کے کام کرنے سے راضی ہیں اور نہ مشائخ کے فضل کے منکر۔

(۵) علم کے متعلق ارشاد ہوتا ہے ـــ

"علم بمنزلہ غذا است کہ ہمیشہ احتیاج بآں باقی است[۲]" | علم، غذا کی مانند ہے، جس کی ضرورت ہمیشہ باقی رہتی ہے۔

(۶) ایک مرتبہ کسی نے شیخ عبدالوہاب متقیؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ مشائخ فرماتے ہیں کہ طالب کو ہمیشہ ذاکر رہنا چاہیے۔ فرمایا جو کوئی کار خیر ہے حقیقت میں وہ ذکر ہی میں ہے۔ نماز پڑھنا ذکر ہے۔ قرآن مجید پڑھنا ذکر ہے۔ علم دین کا درس دینا ذکر ہے۔ اور جو عمل خیر ہے وہ ذکر ہی ہے ـــ

ـــ ذکر کا یہ جامع اور ہمہ گیر مفہوم، تصوف کی اعلیٰ ترین تعلیمات کی ترجمانی کرتا ہے۔

شیخ عبدالوہاب متقیؒ کی اس تعلیم نے شیخ عبدالحقؒ کے دل اور دماغ دونوں کو متاثر کیا۔ اور وہ آخر دم تک اس پر عامل رہے۔ زمانہ نے کیا کیا رخ بدلے اور حالات نے کیسی کیسی کروٹیں لیں لیکن اُن کے پائے ثبات میں کبھی لغزش پیدا نہ ہوئی۔

شیخ عبدالحقؒ کی تعلیم و تربیت شیخ متقیؒ کی نگرانی میں

رمضان ۹۹۶ھ میں شیخ عبدالحق دہلویؒ، شیخ عبدالوہاب متقیؒ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ اور مشکوٰۃ کا سبق لینا شروع کیا۔ رمضان کے آخری دس دنوں میں اُن کے ساتھ معتکف رہے۔ مناسک حج انہی کے ساتھ ادا کیے۔ عرفات اور مزدلفہ میں اُن کی صحبت سے فوائد حاصل کیے۔ پھر درس میں مشغول ہوگئے۔ ۲۳ ربیع الثانی ۹۹۷ھ کو شیخ عبدالوہاب کی اجازت سے مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے۔ اور آخر رجب ۹۹۸ھ تک یہیں مقیم رہے۔ پھر مکہ معظمہ آکر شیخ عبدالوہاب سے مشکوٰۃ کا درس پورا کیا۔ جب اس سے فارغ ہوئے تو شیخ نے فرمایا:

الحمد للہ نسبتے بایں علم شریف بوجہ اتم حاصل شد" | الحمد للہ اس علم پر پورا عبور حاصل ہوگیا ہے بلکہ

---

[۱] اخبار الاخیار۔ ص ۲۶۳۔ [۲] ایضاً ص ۲۶۵۔

Marfat.com

شدہ است۔ وایں مقدار شدہ است کہ از عہدہ خدمت ایں علم توانید برآمد۔ اکنوں چندروز بکار دیگر ہم پردازید۔ واللہ کے لذت خلوت و ذکر اللہ نیز دریابید" ؎۱

اس قدر ہو گیا ہے کہ اس علم کی خدمت کا حق ادا کیا جا سکتا ہے۔ اب چند دن دوسرے کام میں مصروف ہونا چاہیے اور خلوت و ذکر اللہ کی کچھ لذت بھی چکھنی چاہیے۔

اور اُن کو آداب، اوضاع ذکر، تقلیل طعام وغیرہ کی تعلیم دی اور تصوف کی کچھ کتابیں پڑھائیں ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:۔

دراں ہنگام کہ شیخ اجل اعز اکرم، اوحد اعدل عبدالوہاب متقی قادری شاذلی ایں مسکین را تلقین ذکر نمود و اجازت داد و آداب آں آموخت کتابے بدست من داد مسمیٰ بہ منہج السالک الی اشرف المسالک ؎۲ و چوں عبارت آں کتاب عربی بود برے طالبان ترجمہ کردم"

جس زمانہ میں حضرت شیخ عبدالوہاب متقی قادری شاذلی اس مسکین کو تلقین ذکر فرما رہے تھے، اور اس کے آداب بتا کر اجازت دی تھی، ایک کتاب میرے ہاتھ میں دی تھی۔ اس کا نام منہج السالک الی اشرف المسالک تھا۔ وہ کتاب عربی میں تھی۔ اس لیے میں نے اس کا (فارسی میں) ترجمہ کر دیا۔
(المکاتیب و الرسائل)

ایک اور کتاب جس کی تعلیم خاص طور پر دی تھی وہ قواعد الطریقہ فی الجمع بین الشریعۃ والحقیقۃ تھی کتاب کے عنوان ہی سے شیخ متقیؒ کے مقصدِ تعلیم کا پتہ چلتا ہے۔

پھر حرم شریف کے ایک حجرے میں جو باب جیاد کے مقابل اور حجر اسود اور رکن یمانی کے مابین واقع تھا، ریاضت کے لیے بٹھا دیا۔ شیخ عبدالوہاب متقیؒ نے اس زمانہ میں ان کی طرف خاص توجہ کی۔ اُن کا یہ دستور تھا کہ ہر جمعہ کو حرم شریف میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ جب یہاں آتے تو شیخ عبدالحق سے بھی ملتے اور ان کی عبادت و ریاضت کی نگرانی فرماتے۔ شیخ محدثؒ زاد المتقین میں لکھتے ہیں:۔

؎۱ زاد المتقین (قلمی) ؎۲ شاہ کلیم اللہ دہلویؒ نے کشکول کلیمی (ص ۱۲-۱۱) میں اس کا طویل اقتباس دیا ہے۔

Marfat.com

"فقیر را نیز دراں خلوت مشرف می ساختند و پرسش احوال می کردند و می فرمودند که الحمد للہ ظہور احوال موافق مقصود است"

فقیر کے پاس اس خلوت میں تشریف لاتے تھے۔ پرسش احوال کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ الحمد للہ ظہور احوال مقصد کے مطابق ہے۔

جب اس خلوت کدہ سے باہر آنے کی اجازت ملی تو شیخ محدث نے صحیح مسلم کی قرأت کی اجازت چاہی۔ جب اُس سے بھی فارغ ہو گئے تو حکم ہوا۔

اکنوں عزیمت ہندوستان بکنید

اب ہندوستان کا ارادہ کرو۔

شیخ عبدالوہاب متقی نے اپنے علم حدیث کا وہ بیش بہا حصہ عنایت فرمایا جس کی شہرت سے مصر و عرب کے علمی حلقے گونج رہے تھے۔ شیخ عبدالحق فرماتے ہیں۔

تمام کتب احادیث و سائر علوم دینیہ از علمائے آں عالی مقام علیہم رحمۃ اللہ الملک العلام خصوصاً از حضرت شیخ اجل واکرم اوحد اکمل عبدالوہاب متقی قادری شاذلی قدس اللہ روحہ واوصل الینا فیوضہ وفتوحہ تلقین ذکر و ایثار خلوت و برکت مشرف و فائز شدہ و نعمتہا و بشارتہا از خدمت ایشاں در حصول انوار و آثار نتائج و ثمرات برکت والتزام مقام صدق و استقامت در نشر علوم دینی و حصول مواہب یقینی مشرف و مبشر گشتہ برجوع و عود بوطن مالوف مامور و مکلف شدہ [1]

تمام کتب احادیث اور سارے علوم دینیہ حجاز کے علمائے کرام سے حاصل کیے۔ خصوصاً حضرت شیخ عبدالوہاب متقی قادری شاذلی قدس اللہ روحہ سے ذکر وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ اور اُن کی خدمت سے بہت سی نعمتیں حاصل کیں اور حصول انوار و برکات و ترقی درجات اور علوم دینی کی نشر و اشاعت میں استقامت کے متعلق بہت سی بشارتیں سننے کے بعد بندہ وطن مالوف کو واپس ہوا۔

(۲) علم ظاہری کے بعد علم باطنی کی تعلیم دی۔ اور سلوک و معرفت کی دشوار گزار راہوں سے

---

[1] تالیف قلب الالیف (قلمی)

Marfat.com

آشنا کیا۔ تصوف کی کتابیں پڑھائیں اور عبادت وریاضت حرم شریف کے اندر اپنی نگرانی میں کرائی۔

(۳) حقوق العباد کا صحیح جذبہ اور صحیح تصور پیدا کیا۔ تفصیل اگلے باب میں آئیگی۔

(۴) فقہ حنفی کے متعلق شیخ محدثؒ کے خیالات قیام حجاز کے دوران میں بدل گئے تھے اور وہ شافعی مذہب اختیار کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ شیخ عبدالوہابؒ کو اس کا علم ہوا تو مناقب امام اعظمؒ پر ایسا پرتاثیر خطبہ ارشاد فرمایا کہ شیخ محدثؒ کے خیالات بدل گئے اور فقہ حنفی کی عظمت اُن کے دل میں قائم ہوگئی۔

حدیث۔ تصوف۔ فقہ حنفی۔ حقوق العباد —— ان چار چیزوں کی اعلیٰ تعلیم شیخ عبدالحقؒ نے حقیقت میں شیخ عبدالوہاب متقیؒ کے قدموں ہی میں حاصل کی۔

Marfat.com

باب ہشتم (۸)

مدینۃ الرسول میں

شیخ عبدالحق دہلویؒ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک سے عشق تھا۔ دیار حبیب میں جب داخل ہوتے تو برہنہ پا ہو جاتے تھے تحفۃ الکرام میں لکھا ہے:۔

در مدینہ برہنہ پا گردیدے

ایک مرتبہ یہ قصیدہ[1] سرور کائنات ؐ کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔

قصیدہ

بیا اے دل دمے از ہستی خود ترک دعویٰ کن
میفگن چشم بر صورت نظر در عین معنی کن

فگندی چوں نظر در عین معنی بعد ازاں اے دل
چو عنقا از سر عزت بقاف فقر ماوے کن

ز چاک سینہ ہر دم صد نوائے درد دل بشنو
بدیں قانونِ محنت ترک بزم اہل دنیا کن

چو زیں دار فنا قصد سفر سوئے دگر داری
چرا غافل نشینی اے دل اسباب مہیا کن

---

[1] یہ قصیدہ ہندوستان میں لکھا گیا تھا۔ اس میں متعدد جگہ حالات گردوپیش پر افسوس اور بد دلی کا اظہار کیا گیا ہے۔ ظلم سیہ کاراںؑ اور بے ہمتان دہر ہندوستان کی دینی فضا کو خراب کرنے کے ذمہ دار تھے۔ شیخ فرماتے ہیں ؎

جہاں تاریک شد از ظلمت سیہ کاراں بیاؤ عالمے را روشن از نور تجلی کن

بصد خونِ جگر در زیرِ ران کش توسنِ نفست
بدنیساں زاد و راحل گیر و قصد راہ عقبیٰ کن
پس انگہ بر سر کوئے فنا نہ پائے استغنا
وجودِ خویش را گم در شہودِ نورِ مولےٰ کن
اگر خواہی تماشائے جمالِ شاہد معنی
نخست این چشم صورت بیں دمیل چشم اعمیٰ کن
بشاگردی برآ در مکتب جاں پس بلوح دل
بتعلیم دبیر عشق حرف شوق املا کن
مبند اے خفتہ دل چشم تماشا سر فرو مفگن
بعینِ عبرت آخر سیر صُنعِ حق تعالےٰ کن
چہ حاجت کز پئے خلوت روی در کُنجِ تنہائی
بیادِ دوست خود را از خیالِ غیر تنہا کن
بیا در انجمن خلوت گزین و از رہِ دیگر
بچشمِ دل جمالِ دوست را ہر دم تماشا کن
بسترش غیر را محرم مگرداں بلکہ در خلوت
چناں پوشیدہ کن ذکرش کہ از دل نیز اخفا کن
چو نفی ماسوے کردی چہ دل گو جاں ہمہ ہیچ اند
دلیلت كل شيءٍ هالك الا وجهه را کن
چو فرق واضح آمد درمیان ہلک و ہالک
ہلاک و نیستی را حکم بر ہر چیز حالا کن
کش از پرکار لا خطِ عدم بر صفحۂ عالم

Marfat.com

بسانِ دائرہ آنرا محیط جملہ اشیاء کن

پس انکہ نقطۂ ذات ست کامد مرکزِ ہستی
بروں زیں دائرہ آں نقطہ را ثابت بالآکن

بروں از روئے صورت شو واز معنی دروں دانش
میانِ نقطۂ وآں دائرہ غیرت با فنا کن

ہماں نقطہ تحرک کرد وآمد دائرہ پیدا
مثال از بہرایں از نقطۂ جوالہ پیدا کن

چو بینی نورِ مطلق خویشتن را درمیاں ناری
ہو الحق از انا الحق بعدازیں محنتا راولی کن

مسمّٰی واحد و اسمائے او از حد و عد بیروں
بہر اسمے شہودِ نورِ ذات آں مسمّٰی کن

در اسمائے حقیقی شد مسمّٰی عین ہر اسمے
عجب مشکل حدیث است ایں بگوشِ ہوش اصغا کن

معمائیست مشکل در حسابِ عاقلاں وحدت
بتحصیل کمالِ نفس حلِ ایں معما کن

کمالِ نفس در تہذیب اخلاقت بدست آید
وگرایں را ہوس داری بنائے شرع برپا کن

حقیقت از شریعت نیست پیشِ عارفاں بیروں
مثالِ آں بکشتی سازو شبہ آں بدریا کن

بریں کشتی نشیں تا بگذری زیں بحرِ بے پایاں
نہ چوں فرعون خود را غرقِ بحرِ کفر و اغوا کن

Marfat.com

زباں بکشا بنا فرمودہ شارع سخن اینست
پئے اسمائے توفیقی زبانِ عجز گویا کن

دہان را قفل خاموشی نہ و سر بستہ داراں در
کلیدِ امرش آور وآں درِ سر بستہ را وا کن

وگر خواہی زباں بکشائی و راہِ سخن پوئی
ثنائے پادشاہِ یثرب و سلطانِ بطحا کن

سریر آرائے ملک آفرینش احمدِ مرسل
کہ پیش از وے نشد در ملکِ ہستی کار فرما کن

نشد تا بر سرِ منشورِ عالم خاتمِ حکمش
ز دیوان ازل نامد بران منشور طغرا کن

بیان قربت او قاب قوسین است او ادنیٰ
بمقدارِ علوِ قدرِ او این نیز ادنیٰ کن

قیاس رتبۂ و معتدار فصل از انبیا تا وے
ز قطرہ تا بدریا یا ز ذرہ تا بہ بیضا کن

حبیب اللہ بود او انبیا ر اداں محب اللہ
قیاس کار ز اسریٰ بعبدہ و جائے موسیٰ کن

بخود میرفت موسیٰ لیکن او را حق بخود بردش
ز رفتن تا بُبردن فہم فرق آشکارا کن

چو خود بردند او را در حق او قد دانی گفتند
بموسیٰ لن ترانی فہم تفضیلش ازینجا کن

خطاب با عتاب اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اگر خوانے

Marfat.com

باین والی والا قدر ملک دین تولا کن

اگر از حسرت دنیا و عقبیٰ آرزو داری
بدرگاهش بیا و هرچہ می خواہی تمنا کن

بیا اے دل قدم نہ بر سر کوئے وفا وانگہ
زراہ صدق جاں را خاک راہِ آں کف پا کن

سر و تن را براہ جلوۂ آں سرو بالا کش
دل و جاں را فدائے حسن آں رخسار زیبا کن

ثنایش گو و لے چوں نیست ایفایش ز تو ممکن
باین یک بیت مدحش را علی الاجمال اکفا کن

مخواں اورا خدا از بہر امر شرع و حفظِ دیں
دگر ہر وصف کش میخواہی اندر مدحش انشا کن

چو از انشائے تفصیل صفاتش عاجزی اے دل
بیا و عرض حال خویش بر خدامش آنہا کن

خرابم در غم ہجر جمالت یا رسول اللہ!
جمال خود نما رحمے بجان زار شیدا کن

اسیرانِ تو جاں دادند در ہجر لب لعلت
دہاں بکشا و از راہ کرم احیائے موتیٰ کن

جہاں تاریک شد از ظلم سیہ کاراں
بیا و عالمے را روشن از نور تجلیٰ کن

زیاں کاراں ببازار ہوا سودائے زر دادند
شکستِ رونق و گرمی ایں بازار و سودا کن

ہمہ بے ہمتانِ دہر بخل آئینِ خود کردند
بلطف امعان مبین از کرم احیای محیا کن

ز ظلم ظالماں شور است و غوغا ہر طرف آخر
بعدل و رافت خود برطرف ایں شور و غوغا کن

بسنگ سیم و زر جاہل گراں بار است از عالم
بمیزانِ عدالت قدر ہر یک راہویدا کن

بصدیق رضہ صداقت پیشہ فرما تا قدوم آرد
طریق صدق و آئین وفا را باز پیدا کن

عمر رضہ را باز بنشاں بر سریرِ معدلت آئین
بدیں آئیں میان خلق رسم عدل احیا کن

ہمہ کس راست از عجب و تکبر دعوے اندر سر
ز سر بفرست عثمان رضہ را و قطع امر شورا کن

بدفع حیلہ ایں روبہاں بفرست شیرِ حق
بفرمایش کہ قلع باغیاں و قمع اعدا کن

بزور بازوئے خیبر کشا بنیاد جہل افگن
رواج رونق بازار علم و کار تقوےٰ کن

دگرنائی تو با یاراں بظلم آباد ایں دنیا
بدفع ظالمان حکمِ نیابت را بعیسیٰ کن

بہر صورت کہ باشد یا رسول اللہ کرم فرما
بلطف خود سر و ساماں جمع بے سر و پا کن

Marfat.com

محب آل و اصحاب توام کار منِ حیراں
بلطف خویش ہم امروز ہم در روز فردا کن
بیا حقی مدہ تصدیع خدام جنابش را
کہ احوال تو معلوم است اظہارش مکن یا کن
بقسمت باش راضی دم مزن الا بشکر حق
سکونت ورزد تسکین دل خود از قسمنا کن

زاد المتقین میں لکھا ہے کہ جب اس شعر پر پہنچے ؎

خرابم در غم ہجر جمالت یا رسول اللہ ؐ — جمال خود نما، رحمے بجان زار شیدا کن

تو دل بے قابو ہو گیا اور بقول خود

"گریہ زار زار در گرفت" ۱؎

خلوص و عقیدت کا یہ والہانہ تقاضہ قبول ہوا اور وہ زیارت رسول پاک ؐ سے مشرف ہوئے
زاد المتقین میں شیخ عبدالحق دہلوی ؒ نے چار بار زیارت رسول اکرم سے مشرف ہونے کا حال لکھا ہے۔ ۲۱۔ ذی الحجہ ۹۹۸ھ کو مکہ معظمہ میں جو خواب دیکھا اس کو اس طرح بیان کرتے ہیں

"دیدم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بر سریرے نشستہ درس علم حدیث شریف میفرمایند و انوار جمال و جلال از وجہ شریف وے متلالی است و با حسن صورت متجلی است کہ فوق آں تصور نتواں کرد"

میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک تخت پر بیٹھے ہوئے حدیث شریف کا درس دے رہے ہیں۔ اور جمال و جلال کے وہ انوار اُن کے چہرۂ مبارک سے چمک رہے ہیں جن سے زیادہ تصور ہی نہیں کیے جا سکتے۔

اسی شب میں یہ بھی خواب میں دیکھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اعدائے دین سے لڑنے کے لیے لشکر تیار کر رہے ہیں ——— شیخ عبدالحق ؒ کی پوری زندگی حقیقت میں اسی خواب کی تعبیر بن گئی۔ وہ آخری سانس تک حدیث کی نشر و اشاعت میں سرگرم اور بدعات کے خلاف نبرد آزمائی میں

۱؎ زاد المتقین (قلمی)

Marfat.com

مصروف رہے۔

باب نہم (۹)
حجاز سے روانگی

علم وعمل کی سب وادیوں کی سیر کرانے کے بعد شیخ عبدالوہاب متقی ؒ نے شیخ عبدالحق کو ہندوستان واپس جانے کی ہدایت کی اور فرمایا۔

"بخانہ خود بروید کہ والدہ وفرزنداں شما بسیار پریشان حال وبجانب شما نگراں خواہند بود	(اب تم) اپنے گھر جاؤ کہ تمہاری والدہ اور بچے بہت پریشان حال اور تمہارے منتظر ہونگے۔

شیخ محدث ؒ ہندوستان کے حالات سے کچھ ایسے دل برداشتہ ہو چکے تھے کہ یہاں آنے کو مطلق طبیعت نہ چاہتی تھی۔ عرض کیا ـــــ

"فقیر رانیت اقامت ایں مقامات شریفہ بسیار است وبعد ازاں نیت سیر بغداد وزیارت حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ ہست"	فقیر کے دل میں ان مقامات مقدسہ میں قیام کرنے کی بڑی تمنا ہے۔ اس کے بعد سفر بغداد اور زیارت حضرت غوث الثقلین رضؓ کی نیت ہے۔

اس سلسلہ میں اُستاد اور شاگردوں میں جو گفتگو ہوئی وہ خود اُن ہی کی زبانی سُننے کے قابل ہے۔

شیخ عبدالوہاب :-

شما را بعد ازیں گنجائش ندارد کہ اینجا باشید یا جائے دیگر روید الا بوطن اصلی خود حق شرع برہمہ مقدم است۔ وحضرت غوث الثقلین	اب اس کے بعد تمہیں یہاں رہنے یا اصلی وطن کے سوا دوسری جگہ جانے کی اجازت نہیں۔ حق شرع سب پر مقدم ہے حضرت

رضی اللہ عنہ باشما اند، ہرجا کہ باشید محبت و اعتقاد و توجہ باایشاں درست دارید۔ وقصد اتباع ایشاں بکنید۔ و بر فرمودۂ ایشاں روید۔ ایشاں ہرگز راضی نیستند کہ ایذائے والدہ و زوجہ و فرزنداں صغیر بکنید۔ وشما خود می گفتند کہ والدۂ من مرا رضائے حرمین دادہ وگفتہ است کہ جائے ثالث نروی۔ پس چوں می توانید رفت۔

غوث اعظم تمہارے ساتھ ہیں جس جگہ بھی رہو اُن سے محبت اور اعتقاد اور ان کی طرف توجہ رکھو۔ ان کی پیروی کی کوشش کرو اور ان کے حکم پر چلو۔ وہ اس سے ہرگز خوش نہیں کہ تم اپنی والدہ بیوی اور چھوٹے بچوں کو ایذا دو۔ تم خود کہتے تھے کہ میری والدہ نے مجھے حرمین شریفین جانے کی اجازت دی ہے اور تاکید کردی ہے کہ تیسری جگہ نہ جانا۔ اس حالت میں تم کیونکر جا سکتے ہو

شیخ عبدالحق رح:۔

"فقیر نیت کردہ است کہ ازہماں راہ بغداد رسیدہ، بہندوستان رود۔ چہ ایں راہ و چہ آں راہ۔ پس گویا جائے ثالث نرفتہ"

فقیر نے یہ نیت کی ہے کہ اُسی راہ سے بغداد ہوتا ہوا ہندوستان جائے جیسی یہ راہ ویسی وہ راہ لہٰذا اس کو تیسری جگہ جانا کیونکر کہا جا سکتا ہے۔

شیخ عبدالوہاب رح:۔

ایں چنیں اگر کنید درست است۔ اما می توانید کہ در بغداد یک ماہ یا چہل روز باشید۔ بعدہٗ ازانجا برآئید نمی توانید۔ ایں نسبت کہ شما بجانب ایشاں دارید برآمدن شما ازآں جا مشکل ست نمی توانید ازآنجا برآمد۔ سفر ممتد می شود۔ جماعہ شما در انتظار ہلاک می شوند و ایذا می کشند۔

اگر ایسا کرو تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ تم بغداد میں صرف ایک ماہ یا چالیس روز قیام کرو اور پھر وہاں سے ہندوستان کو روانہ ہو جاؤ۔ نہیں۔ حضرت غوث اعظم سے تمہاری نسبت کو دیکھتے ہوئے تمہارا وہاں سے نکلنا مشکل ہے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ سفر طویل ہو جائیگا اور تمہاری جماعت انتظار میں تباہ ہو جائیگی اور ایذا اُٹھائیگی۔

شیخ عبدالحق رح:۔

Marfat.com

"توجہ فرمایند کہ در ہرچہ خیریت بندہ است پیش آید"

دعا کیجیے کہ جو کچھ بندے کے حق میں بہتر ہو وہی ظہور میں آئے۔

شیخ عبدالوہابؒ :-

ان شاء اللہ تعالیٰ خیریت است۔ استخارہ بکنید۔ اکنوں در ظاہر خود خیریت منحصر است درآنکہ بخانہ خود روید۔

ان شاء اللہ تعالیٰ بہتری ہوگا، استخارہ کرلو۔ اب بظاہر خیریت اسی میں نظر آتی ہے کہ اپنے وطن واپس جاؤ

شیخ عبدالحقؒ کو اور زیادہ گفتگو کرنے کی جرأت نہ ہوئی، اس وقت خاموش ہو گئے۔ دوسرے دن موقع پاکر پھر اس گفتگو کو چھیڑا۔

شیخ عبدالحق :-

"شیخ عبداللہ بلیانی ... فرمودہ است کہ ایں شرط طالب راہ آں است کہ بداند کہ ہیچ حقے از حقوق بالاتر از حق باری تعالیٰ نیست۔ و بیشتر از تحصیل معرفت وے سبحانہ تعالیٰ ہیچ کس را بر وے حقے نیست خواہ مادر و پدر باشند۔ یا زوجہ و فرزنداں۔ ترک ہمہ باید بود و تکمیل نفس باید کرد

شیخ عبداللہ بلیانی نے فرمایا ہے کہ طالب طریقت کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ حق تعالیٰ کے حق سے بڑھ کر کسی کا حق نہیں ہے اور اس کی معرفت حاصل کرنے سے زیادہ کسی کا حق اس کے ذمہ نہیں ہے۔ ماں باپ ہوں یا بیوی بچے سب کو چھوڑ دے اور معرفت الٰہی کی طلب اور تکمیل نفس کی کوشش جاری رکھے۔

شیخ عبدالوہابؒ نے یہ گفتگو سن کر کچھ دیر توقف کیا۔ پھر فرمایا :-

ایں چنیں خود نیست کہ ایشاں گفتہ اند۔ حقوق شرع ہمہ حقوق اللہ اند۔ و رعایت آں مورث معرفت حق تعالیٰ و موجب قرب رضائے وے تعالیٰ است۔ اگر از طلب حق

جو شیخ موصوف نے کہا ہے وہ صحیح نہیں۔ حقوق شرع سب کے سب حقوق اللہ میں داخل ہیں اور ان کا خیال رکھنا معرفت اور قرب الٰہی کا سبب ہے۔ البتہ اگر وہ لوگ طلب حق و دین اسلام

Marfat.com

"ودین اسلام مانع آیندآں دیگر است" سے مانع ہوں تو دوسری بات ہے۔

شیخ عبدالحقؒ :-

"دیگر ہمیں بزرگ گفتہ است کہ طلب رزق وکسب معیشت نباید کرد۔ زیرا کہ حق تعالے گفتہ است: نحن نرزقک وان اللّٰہ ھوالرزاق ذو القوۃ المتین" انہیں بزرگ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ طلب رزق اور تلاش معاش نہ کرنی چاہیے۔ کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: نحن نرزقک (ہم تجھے رزق دیتے ہیں)

شیخ عبدالوہاب :-

"ایں مسئلہ مختلف فیہ است تفصیلے دارد۔ مطلق نیست۔ بہ تشیب و تجرد ہر دو طریق قرب ووصول است" یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ اور تفصیل کا محتاج ہے۔ مطلق طلب رزق ممنوع نہیں ہے تعلق اور تجرد دونوں طریقوں سے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے

شیخ عبدالحقؒ کی عجیب حالت تھی۔ شیخ کے سامنے سوء ادب کے خوف سے زیادہ گفتگو نہ کرتے تھے، اور تعمیل حکم میں کوتاہی کرنے کو بھی جی نہ چاہتا تھا، لیکن جب تنہا ہوتے اور واپسی کے متعلق سوچتے تو دل گھبرانے لگتا۔ فرماتے ہیں :-

"چوں ایں فقیر بہ منزل خود می آمد و تنہا می بود، بخود قرار می داد کہ بہ ہندوستان نرود مطلق ایں عزیمت فسخ نمود۔" جب فقیر قیامگاہ پر آتا تھا اور اکیلا ہوتا تھا تو دل میں طے کر لیتا تھا کہ ہندوستان نہ جاؤنگا اور واپسی کا ارادہ بالکل فسخ کر دیتا تھا۔

اس کے بعد کئی بار بغداد کے سفر کا ذکر آیا۔ شیخ عبدالوہاب متقیؒ نے ہر مرتبہ یہی مشورہ دیا کہ وطن واپس جانا چاہیے۔ شیخ دہلوی اس کے لیے کسی طرح راضی نہ تھے۔ ان کا دل چاہتا تھا کہ بغداد چلے جائیں یا پھر شیخ عبدالوہابؒ ہی کی خدمت میں رہیں۔ ایک دن شیخ نے وطن جانے کے لیے کہا تو عرض کیا کہ حضور کی صحبت سے مجھے روزانہ فوائد حاصل ہوتے ہیں، یہیں رہنے دیا جائے فرمایا :-

Marfat.com

"اکنوں فائدہ شما دریں است کہ بوطن خود برو بید و اہل حقوق را بملاقات خود مسرور سازید، ایں نیز عبادت است" — اب تمہارے لیے یہی بہتر ہے کہ وطن جاؤ اور جن لوگوں کے تم پر حقوق ہیں ان کو اپنے دیدار سے مسرور کرو کہ یہ بھی عبادت ہے۔

اس پیہم تقاضہ سے مجبور ہو کر شیخ عبدالحق ؒ نے ہندوستان کو واپس ہو جانے کا ارادہ کر لیا۔ آخر شعبان ۹۹۹ھ میں طائف جا کر حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کے مزار کی زیارت کی۔ پھر رمضان کے آخر تک شیخ عبدالوہاب ؒ کی خدمت میں رہے۔ شوال میں عازم ہندوستان ہو گئے۔

حجاز سے روانگی کے وقت اُن کی حالت یہ ہو گئی کہ

"حیرتے در وقت پیش آمد کہ ایں ہمہ خواب و خیالے بود کہ گذشت و چناں نمود کہ یک روز ایں جا اقامت نہ نمودہ بود" [1]

آنکھوں میں آنسو اور دل میں یہ شعر لیے [1]

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد

روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

وہ اس مقدس سرزمین سے رخصت ہوئے جہاں تین سال قبل وہ ایک نہایت ہی والہانہ انداز میں داخل ہوئے تھے۔ اور جہاں ان کو وہ دولت ملی تھی جس پر دنیا کی تمام دولتیں نثار کی جا سکتی تھیں ـــــ صحیح مذہبی وجدان، بلندی فکر و نظر، احساس فرائض اور دل دردمند۔

شیخ عبدالوہاب نے رخصت کرتے وقت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ کا ایک پیراہن مبارک عنایت فرمایا، اور یہ ہدایت کی کہ:

"بیکار نباشید۔ واز جانب امداد انوار ان شاء اللہ متوالی خواہد بود"

شیخ عبدالحق ؒ ابھی جدہ میں ہی تھے کہ اُنہوں نے ایک ایسا "خریطہ" بھیجا جس کو اُنہوں نے عرصہ تک استعمال کیا تھا۔

[1] زاد المتقین (قلمی)

Marfat.com

باب (۱۰) دہم

شیخ محدّث ہندوستان میں

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۱۰۰۰ھ میں ہندوستان واپس آئے۔ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں :۔

"ولعل المملوك قد تشرف بكم في ذلك المقام بل قد يظن انه جاء معكم في المراكب الهندية سنة الف" [۱]

اور یہ غلام شاید اس مقام شریف میں آپ کی زیارت سے مشرف ہو چکا ہے۔ بلکہ ایسا خیال ہوتا ہے کہ ۱۰۰۰ھ میں آپ ہی کے ساتھ ہندوستانی کشتیوں پر واپس آیا ہے۔

یہ زمانہ وہ تھا جب اکبر کے غیر متعین مذہبی افکار نے دین الٰہی کی شکل اختیار کر لی تھی۔ ملک کا سارا مذہبی ماحول خراب ہو چکا تھا۔ شریعت و سنت سے بے اعتنائی عام ہو گئی تھی۔ دربار میں اسلامی شعار کی کھلم کھلا تضحیک کی جاتی تھی۔ اگر ملا عبدالقادر کے بیانات کو ایک متعصب ملّا کے نظریات قرار دے کر قابل اعتنا نہ سمجھا جائے، تب بھی بعض ایسے قطعی تاریخی شواہد موجود ہیں جن کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اکبر کے دل میں اسلام کی عظمت قائم نہیں رہی تھی۔ ابوالفضل نے آئینِ اکبری میں اس کے اقوال "می فرمودند" کے عنوان سے جمع کیے ہیں۔ اُن میں متعدد جگہ "کیش احمدیؐ" کہہ کر فقہ اسلامی کا مذاق اُڑایا گیا ہے۔[۲]

کسی نے سچ کہا ہے ــــ الناس علی دین ملوکھم ــــ بادشاہ کی اس بے راہ روی نے عوام کی زندگی پر بھی اثر ڈالا۔ حد یہ ہے کہ مدرسے اور خانقاہیں تک اس کے سموم اثرات سے محفوظ نہ رہ سکیں۔ صوفیہ نے شریعت کو طریقت سے علیحدہ کر کے اپنے غیر شرعی

---

[۱] المکاتیب والرسائل ص ۲۰۔ [۲] آئین اکبری ص ۲۲۳ وغیرہ۔

Marfat.com

اعمال کا جواز تلاش کرلیا۔ علماء سوء نے فقہ کو اپنی بہانہ جو فطرت کا آلہ بنایا[1] اور حیلہ بازی کا وہ دور شروع ہوا کہ بقول ملا عبدالقادر بدایونی

حیل بنی موسیٰ پیش آں شرمندہ"[2]

شیخ محدثؒ ہندوستان کے ان روح فرسا حالات میں حجاز سے واپس آئے۔ چار سال قبل ان ہی حالات سے بددل ہو کر انہوں نے ہندوستان کو خیرباد کہا تھا لیکن اب خود اُن کی حالت بدل چکی تھی پہلے وہ ان گمراہیوں کی مدافعت کا سامان اپنے اندر نہ پاتے تھے۔ اس لیے مایوسی اور بددلی نے اُن پر قابو پالیا تھا۔ اب ان کی راہ عمل متعین ہو چکی تھی۔ علوم دینی کا بے پناہ سرمایہ اُن کے سینے میں تھا۔ اور اسی سے مذہبی انتشار کو دور کرنے کے لیے انہیں محاذ کا کام لینا تھا۔

حجاز سے واپسی پر شیخ عبدالحقؒ نے دہلی میں مسند درس و ارشاد بچھادی۔ شمالی ہندوستان میں اس زمانہ میں یہ پہلا مدرسہ تھا جہاں سے شریعت و سنت کی آواز بلند ہوئی۔ اس مدرسہ کا نصاب تعلیم دوسری درس گاہوں سے بالکل مختلف تھا۔ یہاں قرآن و حدیث کو تمام علوم دینی کا مرکزی نقطہ قرار دے کر تعلیم دی جاتی تھی۔ فرمایا کرتے تھے ؎

چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم
نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم[3]

اخبار الاخیار میں شیخ محدثؒ نے درس و تدریس میں اپنی مشغولیت کا ذکر نہایت کسر نفسی سے اس طرح کیا ہے۔

"۔۔۔۔ زیادہ تر ازاں محنت و ریاضت می کشم و بہ مشغولی تعلیم و افادہ معاذ اللہ بلکہ تعلم

---

[1] مخدوم الملک نے زکوٰۃ سے بچنے کے لیے جو حیلہ تلاش کیا تھا وہ بدایونی کی زبان سے سُنیے:
"در آخر ہر سال مجموعۂ خزانہ خود را بہ منکوحہ می بخشید و پیش از حولان حول کامل استرداد می نمود"
منتخب التواریخ۔ ج ۲۔ ص ۲۰۳

[2] منتخب التواریخ ج ۲ ص ۲۰۳ [3] المکاتیب والرسائل۔ ص ۲۰۲

Marfat.com

واستفادہ بسرمی برم، درزاویہ عزیت افتادہ ودل بامیدواری نہادہ باہیچ کس از نیک و بد کارے نہ۔ واز ہیچ آفریدہ بردل غبارے نہ واز مصاحبت این وآں فارغ بالم بلکہ از خود زید وعمرو کہ درترا کیب نحو مذکور شود نیز درملالم۔ رباعی

صد شکر کہ باہیچ کسم کارے نیست
واز من بدل ہیچ کس آزارے نیست

گر بر دل دشمناں بارے ہست
بر خاطر دوستان من بارے نیست[1]

درس وتدریس کا یہ ہنگامہ شیخ محدثؒ نے اپنی زندگی کے آخری لمحات تک برپا رکھا۔ ان کا مدرسہ دہلی ہی میں نہیں، سارے شمالی ہندوستان میں ایک امتیازی شان رکھتا تھا۔ سیکڑوں کی تعداد میں طلباء استفادہ کے لیے جمع ہوتے تھے اور متعدد اساتذہ درس وتدریس کا کام انجام دیتے تھے۔ عبدالحمید لاہوری نے لکھا ہے:۔

"۔۔۔۔ از سلامت قوٰی بانواع طاعات وریاضات وتعلیم وتالیف وتصحیح بسان ایام شباب می پرداز د۔ از اعقاب او ہفت تن تحصیل علوم رسمیہ نمودہ بافادہ مشغول اند"[2]

شیخ محدث کا یہ دارالعلوم اُس طوفانی دور میں شریعت اسلام اور سنت نبویؐ کی سب سے بڑی پشت پناہ تھا۔ مذہبی گمراہیوں کے بادل چاروں طرف منڈلائے مخالف طاقتیں بار بار اس دارالعلوم کے بام ودر سے آکر ٹکرائیں، لیکن شیخ محدثؒ کے پائے ثبات میں ذرا بھی جنبش پیدا نہ ہوئی۔ اُن کے عزم واستقلال نے وہ کام انجام دیا جو ان حالات میں ناممکن نظر آتا تھا۔

ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مرد درویش جس کو حق نے دیے ہیں انداز خسروانہ

ابوالخیر مبارک کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ انسان کی زندگی کے تین درجے ہیں۔ خوردی۔ جوانی اور پیری۔ جوانی "خلاصہ عمر" ہے۔ اس میں انسان کو پورے انہماک اور

---

[1] اخبارالاخیار۔ ص ۳۰۳ [2] بادشاہ نامہ حصہ دوم۔ ص ۳۴۱۔۳۴۲۔۳۴۳۔

Marfat.com

جوش وخروش کے ساتھ کام کرنا چاہیے۔ فرماتے ہیں :۔

"اگر توفیق رفیق سعادت گردد کارے میتواں کرد و بلائے میتواں برد، اگر توفیق کار یافت وعروس مراد درکنار گرفت حصل المقصود . . . ." [۱]

خود اپنی جوانی اُنھوں نے جس طرح گزاری تھی اس کی بابت بھی سُن لیجیے :۔

"تمامہ عمر بریاضت ومجاہدہ وغم ومحنت وناکامی گذشت ؎

من ندانم کہ زندگانی چیست کامرانی چہ وجوانی چیست
روزگارے خوشی کرا گویند دل خوش درجہاں کجا جویند
وصل باکام دل چہ می باشد کامیاب ازجہاں کہ می باشد
آنکہ او دید چہرۂ مقصود کیست درعالم وکہ خواہد بود
آنکہ مقصود یافت درعالم کہ بود ربنا بہ اعلم" [۲]

شیخ محدث ؒ جس طرح شب وروز کام میں مشغول رہتے تھے، اسی طرح یہ بھی چاہتے تھے کہ اُن کے وابستگان، عقیدتمند اور متعلقین بے کار نہ بیٹھیں۔ وہ وقت کی قدر کریں اور سرگرم عمل رہیں۔ ایک خط میں اعلان کرتے ہیں :۔

"آدمی را دریں کارخانہ برائے کار آفریدہ اند" [۳]

اور یہ مصرعہ اور شعر پڑھتے ہیں :۔

ع مزد اُو گرفت جانِ برادر کہ کار کرد

کارکُن کار وبگذر از گفتار کاندریں راہ کار دارد کار

شیخ محدث ؒ گو مولانا عبدالوہاب متقی ؒ کے اصرار سے مجبور ہو کر ہندوستان تشریف لے آئے تھے، لیکن سرزمین حجاز سے اُن کو جو محبت اور تعلق تھا اُس میں کسی طرح کمی نہ آئی۔ اور اُن کی تمنا یہی رہی کہ وہ حجاز کو واپس چلے جائیں اور دیار رسول ؐ میں سکونت اختیار کرلیں۔

---

[۱] و [۲] کتاب المکاتیب۔ ص ۸۱ و ۸۲۔ [۳] ایضاً۔ ص ۲۲۱

Marfat.com

وصیت نامہ میں نہایت حسرت کے ساتھ انہوں نے یہ فقرہ لکھا ہے :۔

اللھم ارزقنی شھادۃً فی سبیلک واجعل موتی ببلد رسولک

الٰہی مجھے تیری راہ میں شہادت نصیب ہو اور میرے موت تیرے رسولؐ کے شہر میں ہو

شیخ فرید کے نام ایک خط میں اپنی اس تمنا کا ذکر اس طرح کرتے ہیں :۔

"... چوں جوانی بود و توفیق رفیق شدہ و زاد و راحلہ شوق بہم رسیدہ بود، بہ شوق رفت و بذوق ماند و بسلامت آمد و بحضور نشست، اکنوں می بینم بازآں سودا غلبہ می آرد و باعثہ محبت آں مقامات جوش می زند کہ یا الٰہ العالمین اگر یک بار دیگر مددے کنی و بمقام قربت رسانی چہ شود، ہیچ وقت بے ایں اندیشہ و خالی ازیں خیال نیست تا در پردۂ غیب چیست و ارادت ازلی ہر چہ رفتہ است الاآنکہ دراں بار لول از قید تدبیر و مصلحت نیوشی و عاقبت کار اندیشی مطلق برآمدہ بود و چیزے از انچہ نافع عزیمت و موجب توقف گردد گرد سراپردہ خیال نمی گشت، الآں محبتے و خواہشے دارد و صلاح وقت خود دماں می اندیشد و مصلحت حال دراں می بیند کہ بقیہ عمر صرف خدمت آں آستانہ گردد، از پریشانیہائے ایں دیار و بیگانگیہائے اہل ایں روزگار برآمدہ در مقام جمعیت و آشنائی جا یابد" [1]

شیخ نورالحق کو بھی ایک خط میں انہوں نے اپنی اس دلی خواہش کی اطلاع دی ہے۔ اور بتایا ہے کہ کس طرح وہ بے چین ہیں کہ حجر اسود کو بوسہ دیں، آنحضرتؐ کی زیارت کریں، مقام ابراہیم میں دوگانہ ادا کریں، آب زمزم پییں، حرم میں بیٹھیں، طواف کعبہ کریں۔ وغیرہ وغیرہ۔ کہتے ہیں :

"اے کاش آں مواکم گذاشتہ بازگید کہ در پنج و شش ماہ بروند و باز آیند، ایں جوش کہ دریں ایام سینہ پدر تراست اگر موسم می بود مییدی کہ چہ میکرد" [2]

[1] المکاتیب والرسائل۔ ص ۱۱۴۔ ۱۱۵ [2] ایضاً۔ ص ۳۰۱۔

باب (۱۱) یازدہم

شیخ محدثؒ کے روحانی مرشد

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے جس ماحول میں آنکھ کھولی اور جس فضا میں پرورش پائی اس پر تصوف کا رنگ غالب تھا۔ ناممکن تھا کہ وہ اس ماحول سے متاثر نہ ہوتے۔ چنانچہ بچپن ہی سے اُن میں عبادت و ریاضت کی لگن پیدا ہو گئی۔ ابتدائی زمانہ میں جس طرح وہ عبادت کرتے تھے اس کا ذکر پچھلے صفحات میں ہو چکا ہے۔ اُن کا یہ مذہبی جذبہ عمر کے ساتھ ساتھ ترقی کرتا رہا، یہاں تک کہ تصوف کا رنگ پوری طرح اُن پر چڑھ گیا[۱]۔ نظام الدین احمد بخشی نے لکھا ہے:-

"امروز در دہلی است .... در لباس صوفیہ می گزرانند" [۲] آج کل دہلی میں ہیں اور صوفیہ کے طرز پر زندگی گزارتے ہیں۔

ملا عبدالقادر بدایونی لکھتے ہیں:-

"در تصوف رتبہ بلند دارد" [۳] تصوف میں بلند رتبہ رکھتے ہیں۔

بلکہ ملا صاحب کا خیال تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُنھوں نے درس و تدریس میں مشغولیت اس لیے رکھی تھی کہ لوگ اُن کو علوم ظاہری کا فاضل سمجھ کر باطنی تعلیم کے لیے پریشان نہ کریں لکھتے ہیں:-

"ستر حال خویش با افادہ و استفادہ علوم رسمیہ   علوم رسمیہ کے درس و تدریس کو اُنھوں نے

۱؎ خافی خاں نے لکھا ہے، "در صلاح و تقوی کہ لازمہ علم با عمل است ممتاز بودہ، در ادائے فرض دستن تا رم واپسیں دقیقۂ فروگذاشت ننمود" ص ۲۴۰۔

۲؎ طبقات اکبری۔ جلد دوم۔ ص ۴۶۶

۳؎ منتخب التواریخ۔ جلد سوم۔ ص ۱۱۳۔

Marfat.com

می کند" ؎ — اخفاءِ حال کا ذریعہ بنا لیا ہے۔

والدِ ماجد سے بیعت

شیخ عبد الحق نے سب سے پہلے اپنے والدِ ماجد مولانا سیف الدین سے روحانی تعلیم و تربیت حاصل کی۔ رسالہ وصیت میں لکھتے ہیں:-

"والدم را بر من حق پدری و استادی و دوستی و پیری جمع است" — میرے والد ماجد کے مجھ پر پدری، استادی، دوستی اور پیری کے حق جمع ہیں۔

شیخ سیف الدین کا یہ حال تھا کہ پہروں اپنے نو عمر فرزند کو آغوش میں لیے بیٹھے رہتے تھے اور اس کے سینہ کو علوم باطنی سے معمور کرنے کے لیے بیچین رہتے تھے شیخ عبد الحق نے "مکتب عشق" کا پہلا درس اپنے باپ ہی سے لیا تھا۔ اس کے بعد باپ نے حکم دیا کہ سید موسیٰ گیلانی کے حلقہ مریدین میں شامل ہو جاؤ سعادت مند فرزند نے اس حکم کی تعمیل بھی بسر و چشم کی۔ فرماتے ہیں:-

"بامر پدر مرید حضرت سیدی سندی کلیم اللہی الشیخ موسیٰ گیلانی ام" ؎ — والد ماجد کے حکم سے میں نے حضرت سیدی سندی شیخ موسیٰ گیلانی سے بیعت کی۔

حضرت سید موسیٰ گیلانی

حضرت سید موسیٰ گیلانی قادریہ سلسلہ کے مشہور و معروف بزرگ مخدوم سید حامد المعروف بہ حامد گنج بخش (المتوفی ۹۷۸ھ/۱۵۷۰ء) کے فرزند ارجمند اور خلیفۂ راشد تھے۔ مخدوم سید حامد کے متعلق شیخ محدث کا بیان ہے:-

"مخدوم شیخ حامد بن شیخ عبد الرزاق بن شیخ عبد القادر الحسنی الجیلانی صاحب سجادۂ بر حق و خلیفہ مطلق حضرت غوث الثقلین بود بزرگ و عالیشان و رفیع المکان مظہر کبریا و جلال — شیخ حامد بن شیخ عبد الرزاق بن سید عبد القادر الحسنی الجیلانی صاحب سجادۂ بر حق اور خلیفۂ مطلق حضرت غوث الثقلین کے تھے۔ بزرگ عالیشان و رفیع المکان مظہر کبریا و جلال صاحب

؎ منتخب التواریخ۔ جلد ۳ ص ۱۱۳۔ ؎ وصیت نامہ (قلمی)

وصاحب تصرف وکرامت وعظمت وابہت وجلالت ہمتے بس عالی داشت ومقامے بس بلند از متاع دنیاوی از ہر قسم کہ تصور کنند قسطے وافر او را حاصل بود ولیکن ہرگز مالک نصاب نامی کہ شرط وجوب زکوٰۃ باشد نشدہ، وے مرید جد خود ست شیخ عبدالقادر ثانی قبولے عظیم داشت ودر زمان خود کوس بزرگی ومشیخت وخلافت ایں سلسلۂ علیہ میزد..... شیخ حامد درحالت حیاتِ خود امر خلافت وسجادہ نشینی را بولد شریف خود سپرد (یعنی شیخ موسیٰ)"[1]

تصرف وکرامت وعظمت وابہت وجلالت تھے۔ ہمت ان کی بہت عالی اور مقام بہت بلند تھا۔ دنیا کے اسباب میں سے کل چیزیں ان کے پاس موجود تھیں لیکن کبھی نصاب کے جس سے زکوٰۃ واجب ہو مالک نہ تھے اور مرید اپنے دادا کے ہیں۔ شیخ عبدالقادر ثانی نے اپنے زمانہ میں نقارۂ بزرگی ومشیخت اس سلسلہ کا خوب بجایا اور خلقت میں قبول عظیم رکھتے تھے جو شیخ حامد نے اپنی حیات ہی میں اپنے صاحبزادہ کو امر خلافت وسجادہ نشینی سپرد کر دیا تھا۔

شیخ حامد کے وصال کے بعد ان کے بیٹوں شیخ موسیٰ اور شیخ عبدالقادر میں سجادہ نشینی کے مسئلہ پر جھگڑا شروع ہوا۔ اور عرصہ تک چلتا رہا۔[2] شیخ موسیٰ، اوچہ چھوڑ کر دربار میں آگئے اور یہاں اکبر نے اُن کو پانسو کا منصب دیا۔[3]

شیخ موسیٰ اتباع شریعت وسنت میں مشہور تھے۔ لکھا ہے:-

"در خلق و خُلق وارث حضرت نبوی است صلی اللہ علیہ وسلم۔"[4]

ملا بدایونی کا بیان ہے کہ مذہبی معاملات میں وہ بادشاہ کی بھی پرواہ نہ کرتے تھے۔ اگر وہ بادشاہ کے حضور میں ہوتے اور نماز کا وقت ہو جاتا تو دیوان خانہ میں خود اذان دے کر نماز باجماعت شروع کر دیتے تھے اور کسی کو اُن کے روکنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ لکھا ہے:

---

[1] اخبار الاخیار۔ ص ۲۰۰۔ اردو ترجمہ ص ۲۹۵-۲۹۶

[2] "درمیان شیخ عبدالقادر وشیخ موسیٰ برادر خوردش سالہائے دراز برسر سجادۂ مشیخت منازعہ افتاد" منتخب التواریخ۔ جلد سوم ص ۹۱۔

[3] منتخب التواریخ۔ جلد دوم ص ۴۰۴

[4] اخبار الاخیار۔ ص ۲۰۱

Marfat.com

در حضور پادشاہ در عین دیوان خانۂ خاص و عام اگر وقت نماز می رسید خود اذان گفتہ نماز بحضورِ خلیفۂ وقت بجماعت میگذارد و ہیچکس چیزے نمی توانست گفت“ [1]

شیخ موسیٰؒ قادریہ سلسلہ کے عظیم المرتبت بزرگ تھے۔ شیخ محدث کا بیان ہے :-

”وے دریں سلسلہ علیہ عالیہ (یعنی سلسلہ قادریہ) مطلع انوار و مہبط اسرار تجلی بود و جمال صورت و معنی داشت“ [2]

شیخ موسیٰ کی صحبت میں بڑی کشش تھی۔ جو اُن کے پاس پہنچ جاتا تھا اُن ہی کا ہو جاتا تھا۔ شیخ عبدالحق نے لکھا ہے کہ وہ اس حدیث کے مصداق تھے۔

کانت فی عینی موسیٰ ملاحۃ من راہ احبہ [3] — موسیٰ کی آنکھوں میں نمکینی تھی جو اُن کو دیکھتا تھا اُن سے محبت کرتا تھا

شیخ محدثؒ نے اخبار الاخیار میں دو بزرگوں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور شیخ موسیٰؒ کے تذکرہ میں انشا پردازی کا پورا زور صرف کر دیا ہے اس کا ایک ایک حرف عقیدت و ارادت میں ڈوبا ہوا ہے۔ شیخ موسیٰؒ کا تعارف اس طرح کرانے کے بعد ——

کسیکہ قدم بر قدم مصطفیٰؐ بود...... سعادت آں سر است کہ پائمال او گردد“ [4]

فرماتے ہیں ——

”دیگراں قطب اند او قطب الاقطاب است و اگر ایشاں سلاطین او سلطان السلاطین محیی الدین کہ دین اسلام زندہ گردانید“ [5]

یہ دونوں جملے شیخ محدثؒ کی اپنے پیر و مرشد سے عقیدت کی وجہ پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔ شیخ موسیٰؒ (۱) قدم بر قدم مصطفیٰؐ بود (۲) دین اسلام زندہ گردانید۔ خود شیخ محدثؒ کی زندگی ان ہی دو جملوں کی تفسیر ہے۔

---

[1] منتخب التواریخ۔ جلد سوم ص ۹۲۔ [2] رسالہ وصیت (قلمی)

[3] اخبار الاخیار۔ ص ۲۰۱ [4] ایضاً ص ۳۰۲ [5] ایضاً۔ ص ۳۰۴۔

Marfat.com

آگے چل کر شیخ محدث ؒ خدا کا شکر ادا کرتے ہیں

"برسر من عیسیٰ نفسے را فرستاد کہ ہر نفس او مائدہ بود از آسمان معرفت نازل و باعث عید سرور اواخر و اوائل موسیٰ مقامے کہ جمال او نار یست از شجرہ وحدت طالع و نورے از جانب حقیقت طور لامع خلیل کہ رخسارہ زیبائش گلزار، بوستانِ خلت و گل گلستان دین و ملت ست، مصطفیٰ جمالے کہ دہانش نمک داں خوان انا املح و زبانش تبیان قرآن انا افصح ست، مرتضیٰ کمالے کہ دلش باب مدینۂ علم و مفتوح و بر ضمیرش ابواب اسرار و کشف مفتوح، حسن سیرتے وارث مرتبہ و انك لعلی خلق عظیم و نائب منصب بالمؤمنین رؤف رحیم حسین سریرتے کہ مصدق و یطھرکم تطہیرا آمدہ مصداق الا المودۃ فی القربیٰ شد زین العابدینؒ امام الصادقین السید النقی النقی والعلوی لعلی المہدی سمی کلیم اللہ و محبوب حبیب اللہ۔

میرے واسطے ایک عیسیٰ نفس کو بھیجا جن کا ہر سانس آسمان سے نازل ہونے والا مائدہ تھا اور اگلے پچھلوں کے واسطے عید و سرور، موسیٰ مقام جن کا جمال شجرِ وحدت کی نار اور حقیقت کا نور ہے، خلیل خلت جن کا رخسارۂ زیبا گلزار بوستاں خلت اور گلستان دین و ملت ہے مصطفیٰ جمال کہ جن کا دہان نمکداں خوان انا املح اور جن کی زبان تبیان قرآن انا افصح ہے۔ مرتضیٰ کمال جن کا دل مدینۂ علم و مفتوح ہے اور ان کے ضمیر دل پر ابواب اسرار و کشف مفتوح ہیں۔ حسن سیرت وارث انك لعلی خلق عظیم و نائب منصبہٗ بالمؤمنین رؤف رحیم حسین سریرتے جن کے مصداق آیت تطہیر ہے اور مصداق الا المودۃ فی القربیٰ زین العابدین و امام الصادقین السید النقی النقی والعلوی و لعلی المہدی سمی کلیم اللہ و محبوب حبیب اللہ۔

رباعی

احمد خوئے کہ عالم بندہ اوست   یوسف روئے کہ ماہ شرمندہ اوست

Marfat.com

عیسٰی نفسے کہ جان و دل زندہ اوست　　موسیٰ کہ لقائے دوست خواہند اوست[1]

جب تعریف کرتے کرتے تھک جاتے ہیں تو بے اختیار پکار اٹھتے ہیں ؎

حقا بیان شوق بپایاں نمی رسد

کوتاہ ساز قصہ دور و دراز را[2]

شیخ محدثؒ ۶ شوال ۹۸۵ھ (۱۵۷۷ء) کو حضرت سید موسیٰ گیلانیؒ کے دامن سے وابستہ ہوئے تھے۔ شیخ نے اُن پر خاص توجہ فرمائی اور اُن کو خلافت سے بھی نوازا۔ خود فرماتے ہیں:

"غایت محبت بمن داشت، و مرا بفرزندی قبول کرد، و تلقین نمود و خلافت داد"[3]

شیخ عبدالوہاب متقی سے ارادت

مکہ معظمہ میں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اپنے استاد شیخ عبدالوہاب متقیؒ سے بھی بیعت کی تھی۔ فرماتے ہیں:-

"بعد شرف یابی از سید موسیٰ گیلانیؒ بہ مکہ رفتم و بہ خدمت شیخ ولی اجل اعز و اکرم قطب الوقت عبدالوہاب متقی رضی اللہ عنہ مشرف شدم۔ وے نیز مرا قبول کرد۔ ..... و علم ظاہر و باطن تربیت فرمود۔ و وے در انتساب قادری و در سلوک و ارشاد شاذلی و از سلسلۂ مدنیہ و چشتیہ کہ از راہ بالا بجناب ولایت مآب شیخ مودود چشتیؒ می رسد نیز خلافت داشت مرا نیز بخلافت ایں سلاسل مشرف گردانید"

شیخ عبدالوہاب متقیؒ، شیخ علی متقیؒ کے شاگرد، مرید اور خلیفہ تھے۔ شیخ علی متقیؒ نے بچپن میں شاہ باجن چشتیؒ سے جو برہان پور کے مشہور مشائخ میں تھے، بیعت کی تھی، اس کے بعد جب سن بلوغ کو پہنچے تو شیخ عبدالحکیم بن شاہ باجن چشتیؒ[4] کی خدمت میں حاضر ہوکر اُن سے چشتیہ سلسلہ میں خلافت حاصل کی۔ پھر حرمین شریفین چلے گئے۔ وہاں شیخ ابوالحسن بکری قادری کی صحبت میں رہے، اور شیخ محمد بن محمد بن سخاویؒ سے خاندان قادریہ کی خلافت حاصل کی۔

[1] اخبار الاخیار، ص ۳۰۵۔ اردو ترجمہ، ص ۴۴۴-۴۴۵　[2] ایضاً، ص ۳۰۷

[3] رسالہ وصیت (قلمی)　[4] حالات کے لیے ملاحظہ ہو "گلزار ابرار" ص ۲۶۵۔

Marfat.com

علاوہ ازیں شیخ سخاویؒ ہی سے شاذلیہ سلسلہ[1] کی اجازت حاصل کی۔ اور سلسلہ مدنیہ[2] کا خرقہ پایا

شیخ عبدالوہاب متقیؒ نے اس طرح پر اپنے مرشد سے چشتیہ، قادریہ، شاذلیہ اور مدنیہ

چاروں سلسلوں کی خلافت انہوں نے اپنے عزیز ترین مرید اور شاگرد شیخ عبدالحق دہلویؒ کو

بھی عنایت فرمائی۔

شاذلیہ سلسلہ میں دعائے حزب البحر[3] کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اور اس سلسلہ کی باطنی

تعلیم کا بیشتر حصہ اسی سے متعلق ہے۔ شیخ عبدالحق دہلویؒ جب ہندوستان کو روانہ ہونے لگے

تو شیخ عبدالوہابؒ نے اُن کو حزب البحر کی مخصوص اجازت سے سرفراز فرمایا۔[4]

شیخ محدث نے "الرسالۃ السابعۃ والخمسون فی ذکر الاحوال والاقوال منتبہہ علی رعایۃ

طریق الاستقامۃ والاعتدال"[5] میں ان اوراد کی تفصیل دی ہے جن کی اجازت شیخ عبدالوہاب متقیؒ

---

[1] شیخ ابوالحسن علی بن عبداللہ شاذلیؒ (المتوفی ۶۵۶ھ / ۱۲۵۸ء) حالات کے لیے ملاحظہ ہو Ency of Islam جلد چہارم۔ ص ۲۳۰-۲۲۶، A. Cour کا مضمون اس سلسلہ کے بانی ہیں۔ مولانا جامی نے اُن کا ذکر نفحات الانس (۱، ۳، ۲) میں کیا ہے۔ مصر، الجیریا اور ٹیونیسیا میں یہ سلسلہ خوب پھیلا۔ اور کثیر تعداد میں لوگ اس میں شامل ہو گئے (Ency. of Islam جلد چہارم۔ ص ۲۴۰-۲۴۹) D. S. Margoliouth نے میں اس سلسلہ کے اصولوں اور نشوونما پر جو مضمون لکھا ہے وہ بہت دلچسپ ہے اور مطالعہ کے قابل ہے

[2] مدنیہ سلسلہ، شیخ ابومدین شعیب المغربی پر ختم ہوتا ہے

[3] دعائے حزب البحر، شیخ ابوالحسن شاذلیؒ کی تصنیف ہے۔ ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ (عجائب الاسفار جلد اول۔ ص ۲۱-۲۲) میں اس کو نقل کیا ہے اور لکھا ہے: "جب شیخ مذکور حج فرمایا کرتے اور براہ صعید مصر اور بحر جدہ ہو کر تشریف لیجایا کرتے اور کشتی پر سوار ہوا کرتے اور روزانہ اس دعائے حزب البحر کو پڑھ لیا کرتے۔ چنانچہ آپ کے سلسلہ کے لوگ روزانہ اب تک اس کا ورد رکھتے ہیں" (ص ۲۱) کشف الظنون (جلد سوم ص ۶۱) میں اس دعا کے اثرات تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ شیخ محدثؒ نے زاد المتقین میں وہ حالات بھی بیان کیے ہیں جن میں شیخ شاذلیؒ نے دعا ترتیب دی تھی۔

[4] زاد المتقین میں لکھتے ہیں کہ رخصت کرتے وقت شیخ عبدالوہاب نے پوچھا، کہ حزب البحر شمارا اجازت دادہ ہست گفتم ہست۔ بلکن اگر در ملازمت شما سند کردہ شود سعادتے دیگر است کہ اجازت منزون گردید۔ نیز ملاحظہ ہو، المکاتیب والرسائل۔ ص ۲۸۲۔ نیز ص ۱۸۱۔

[5] المکاتیب والرسائل۔ ص ۲۷۲-۲۸۲۔

Marfat.com

نے ان کو عنایت فرمائی تھی۔

ان اعمال و اوراد سے قطع نظر شیخ عبدالوہاب متقیؒ نے یہ حقیقت بھی شیخ عبدالحقؒ کے ذہن نشین کرائی کہ دعوت و اصلاح بھی روحانی ترقی کا ایک موثر ذریعہ ہے۔ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"در وقتیکہ حضرت قطب الوقت شیخ عبدالوہاب متقی قدس اللہ روحہٗ ایں فقیر را بنعمت اجازت اذکار و دعوات و اخصار مشائخ مشرف ساختند فقیر پرسید کہ دعوت ہم طریق قرب و وصول حق میباشد فرمودند چرا نباشد"۔ [1]

جس وقت حضرت قطب الوقت شیخ عبدالوہاب متقی قدس اللہ سرہٗ نے اس فقیر کو اذکار و دعوات و اخصا مشائخ سے مشرف فرمایا تو فقیر نے پوچھا کیا دعوت بھی قربت حق تعالیٰ کا ذریعہ ہے۔ فرمایا۔ کیوں نہیں۔

پھر شیخ عبدالوہابؒ نے دعوت و اصلاح کے کام کی نوعیت بتائی۔ اور سمجھایا کہ لوگوں کی جفا و تعدی کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنے ہی میں روحانی ترقی کا راز پنہاں ہے۔ انسان کو چاہیے کہ مشکلات میں صبر سے کام لے۔ ماحول ناسازگار ہو تو بددل نہ ہو جائے۔ صبر و استقامت کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرے اور دعوت و اصلاح کے کام میں سرگرم رہے۔ فرماتے ہیں:

"بآزار رسانی مردم صبر شرط است جنبیدن و وطن گذاشتن و ہجرت نمودن زیادہ است ..... دل قوی باید داشت"۔ [2]

آدمیوں کی آزار رسانی پر صبر کرنا چاہیے جگہ سے ہٹنا اور وطن چھوڑ کر ہجرت کر جانا کہیں نہیں آیا ہے..... دل کو قوی رکھنا چاہیے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ کی خدمت میں

رسالہ وصیت میں شیخ عبدالحق دہلویؒ فرماتے ہیں:-

چوں بہ ہندوستان آمدم صحبت افتاد مرا

جب ہندوستان واپس آیا تو خواجہ محمد باقی

[1] المکاتیب والرسائل۔ ص ۲۹۷ ۔ [2] ایضاً ص ۱۹۸

Marfat.com

باخواجہ محمد باقی نقشبندی مدتے مشق نسبت	نقشبندی کی خدمت میں حاضری کا موقع ملا
خواجگان کردہ طریقہ ذکر، مراقبہ، ورابطہ و	عرصہ تک طریقہ خواجگان کی مشق کی اور ذکر،
حضور و یادداشت[1] حاصل نمودہ"	مراقبہ، رابطہ، حضور اور یادداشت کی تعلیم
	حاصل کی۔

محمد صادق ہمدانی نے کلمات الصادقین میں لکھا ہے کہ شیخ محدثؒ نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے روحانی اشارے پر حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی اگر سولھویں صدی کے آخر اور سترھویں صدی کے شروع کی مذہبی اور روحانی تاریخ کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جائیگی کہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی ذات گرامی احیاء سنت اور اماتت بدعت کی تمام تحریکوں کا منبع و مخرج تھی۔ ان کے ملفوظات ومکتوبات کا ایک ایک حرف ان کی مجددانہ مساعی۔ بلندی فکر و نظر کا شاہد ہے۔ شیخ عبدالحقؒ نے جب احیاء علوم الدین کا بیڑا اٹھایا تو حضرت باقی باللہؒ کا آفتاب ارشاد نصف النہار پر تھا۔ ناممکن تھا کہ وہ اُن سے کسب فیض نہ کرتے۔ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔

"وکان الداعی الیہا والمرشد	ہمارے شہر میں اس نسبت نقشبندیہ کے
للطالبین فی بلدنا ھذا الشیخ	داعی اور مرشد شیخ العارف الکامل
العارف الکامل سر اللہ الاعظم	سر اللہ الاعظم و نور الاتم سیدنا
و نور الاتم سیدنا ومولانا خواجہ	ومولانا خواجہ محمد الباقی قدس سرہٗ
محمد الباقی قدس سرہ الاصفی و	تھے۔ وہ اس طریقہ میں ہمارے مشائخ
ھو من مشائخنا فی ھذا الطریق	میں ہیں۔ اللہ ان کو جزائے خیر دے
جزاہ اللہ مناخیراً۔[2]	

[1] ان اصطلاحات کی وضاحت کے لیے ملاحظہ ہو "شفاء العلیل ترجمہ قول الجمیل از حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ ص ۶۱، ۷۰۔

[2] المکاتیب والرسائل۔ ص ۲۷۸۔ ۲۷۹

Marfat.com

حضرت خواجہ محمد باقیؒ ۹۷۱ھ میں کابل میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے والد ماجد قاضی عبد السلامؒ علم و فضل میں ممتاز تھے۔ فقہ و حدیث میں کمال رکھتے تھے۔ اُنھوں نے اپنے بیٹے کی تعلیم و تربیت کی طرف خاص توجہ کی خواجہ محمد باقیؒ نے ملا صادق حلوائی سے جو مشہور فاضل تھے تلمذ کیا۔ دوران درس میں ایک مجذوب نے خواجہ صاحب کو مخاطب کر کے کہا ؎

در کنز و ہدایہ نتواں دید خدارا آئینۂ دل بیں کہ کتابے بہ ازیں نیست

اس شعر کا سُننا تھا کہ خواجہ صاحب کا دل علوم ظاہری سے گھبرا گیا اور مرشد کامل کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ عرصہ تک صحرا نوردی کرتے رہے۔ مختلف بزرگوں کی خدمت میں رہ کر فیض حاصل کیا[1]۔ اور بالآخر ایک روحانی اشارے پر ہندوستان کا رُخ کر دیا۔ اور یہاں آکر نقشبندیہ سلسلہ کے فیض کو خاص و عام تک پہنچا دیا۔ خافی خاں نے لکھا ہے :-

"حضرت خواجہ باقی باللہ دراں عہد از مقتدائے زماں بودہ، صفات ذاتی و کسبی و خوارق ایشاں زیادہ ازاں است کہ بزبان قلم دادہ شود"[2]

مکتوبات و ملفوظات کے مطالعہ سے خواجہ صاحبؒ کی جو تصویر ذہن میں آتی ہے اس میں اصولی سختی اور حکیمانہ نرمی کا امتزاج بڑا حیرت انگیز معلوم ہوتا ہے۔ ان کی نظر سوسائٹی کے اُن تمام گوشوں تک پہنچ گئی تھی جہاں اصلاح و تربیت کی ضرورت تھی۔ امراء، صوفیہ علماء، طلباء، سپاہی، تاجر — سب کو اُنھوں نے موقع اور مصلحت کے مطابق ہدایتیں کیں اور اس انداز میں کہ جس نے اُن کی بات سُنی۔ گناہوں سے اُکتا گیا

شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ نے خواجہ باقی باللہؒ کے دامن تربیت سے وابستہ ہو کر بہت کچھ حاصل کیا۔ کتاب المکاتیب والرسائل میں مندرجہ ذیل سات خطوط

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ حیات باقیہ۔ ص ۱۰-۱۲۔ [2] منتخب اللباب ص ۲۴۰۔

شیخ محدثؒ نے اپنے مرشد کے نام لکھے ہیں۔

(۱) سلوک طریق الفلاح عند فقد التربیت بالاصطلاح۔

(۲) اصول الطریقۃ لکشف الحقیقۃ

(۳) تبئین الطریق لاہل الارادۃ بالتزام وظائف الخیر والعبادۃ

(۴) تنبیہ اہل النہی تبفاوت حال اللابتدار والانتہار

(۵) تحصیل الکمال الابدی باختیار الفقر المحمدی۔

(۶) قرع الاسماع باختلاف اقوال المشائخ واحوالھم فی السماع

(۷) ورود الامداد بالاستقامۃ علی الاوراد

یہ مکتوبات مستقل رسائل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان سے شیخ محدثؒ کی اپنے مرشد سے عقیدت اور اس زمانہ کے حالات پر بہت روشنی پڑتی ہے۔ شیخ محدثؒ نے بعض اہم دقیق مسائل پر ان سے گفتگو کی ہے اور اُن کی رہنمائی چاہی ہے۔ لیکن یہ تمام خطوط نہایت حزم واحتیاط سے لکھے گئے ہیں۔ اس لیے پہلی نظر میں اُن کا سمجھنا مشکل ہے۔ جتنا اُن کے الفاظ پر غور کیا جاتا ہے اسی قدر شیخ کا مفہوم صاف ہوتا جاتا ہے اور "ستر وکتمان" کے پردے اُٹھتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ اور اخیر میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان خطوط کو لکھنے والا مذہبی انتشار پر خون کے آنسو رو رہا ہے۔

خواجہ باقی باللہ نے شیخ محدثؒ سے ایک مرتبہ رسالہ فقر محمدی[۱] کے مصنف اور مضمون کے متعلق دریافت کیا۔ شیخ محدثؒ نے ان کے استفسار کے جواب میں جو کچھ لکھا وہ ہندوستان کے حالات پر ایک بصیرت افروز تبصرہ تھا جس میں اس کتاب کی آڑ لے کر حالات گرد و پیش پر نہایت بالغ نظری کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔ پردے پردے میں انھوں نے عہد

[۱] شیخ احمد بن ابراہیم الواسطی الحزرمی کی تصنیف ہے۔ شیخ محدثؒ نے اُن کے متعلق لکھا ہے:
"از کبار مشائخ دیار عرب و مقتدار روزگار و در طریق اتباع سنت و تقویم و ترویج این طریقہ بے نظیر وقت خود بود" المکاتیب والرسائل۔ ص ۱۹

اکبری کے سب فتنوں کی طرف اشارہ کردیا ہے اور اپنے پریشان دل کی دھڑکن کو اپنے پیرو مرشد کے کانوں تک پہنچا دیا ہے۔

شیخ محدثؒ اپنے مرشد کا جو ادب و احترام کرتے تھے اس کا اندازہ اس عبارت سے لگایا جا سکتا ہے۔ لکھتے ہیں:۔

"نقل ایں چند کلمہ اتفاق افتاد، ہر بار کہ می خواست کہ بجانب ایشان عریضہ بنویسد و چیزے ازیں سخنان کہ بنظر در آمدہ نقل نماید، حیا و حجاب مانع می آمد و نامحرمیت و نااہلیت خود منظور می افتاد تا دریں مرتبہ کہ قلم تقدیرے بے سابقہ تامل و تدبر جریان یافت و کلمہ چند بظہور آمد معذور خواہند داشت"۔ [1]

خواجہ باقی باللہؒ نے ایک مرتبہ اُن کو خط میں کچھ راز کی باتیں بتائیں۔ شیخ محدثؒ کو اس قدر خوشی ہوئی کہ پھولے نہ سماتے تھے اور تعجب کرتے تھے کہ کس طرح —— "ایں حقیر را بایں سخن ..... مخاطب ساختہ"۔ [2]

حضرت خواجہ صاحب کو بھی اُن سے بڑی محبت اور خصوصیت تھی۔ اُن کے خطوط کو نہایت ذوق و شوق سے پڑھتے تھے۔ ملفوظات باقیہ کی یہ عبارت اس سلسلہ میں دلچسپی سے پڑھی جائیگی۔

"روزے عنایت نامۂ بندگان حضرت مخدومی حاجی شیخ عبدالحق کہ با مضامین حقائق آمیز و کلمات نصائح انگیز نسخہ سعادت را عنوانے بود، رسید بنظر آں مکتوب کلمہ چند از آثار کلک بدائع نگار حضرت ایشاں بنظر تعطش اثر در آمد حالتے

ایک روز کا ذکر ہے کہ حضرت مخدومی حاجی شیخ عبدالحق کا عنایت نامہ جو حقیقت میں حقائق آمیز مضامین اور نصائح آمیز کلمات کا نسخہ سعادت بلکہ اس کا عنوان تھا پہنچا۔ خط کی پشت پر چند کلمے حضور کے قلم سے لکھے ہوئے نظر پڑے۔ ایک ایسی حالت اور

---

[1] و [2] کتاب المکاتیب والرسائل۔

Marfat.com

بخشید کہ از حوصلۂ کاغذ و قلم بیروں است مجملے از ذوق آں دریں مصرعہ یافتہ می شود ع

نہادم روئے بر روئے وے واز خویشتن رفتم

و آں کلمات حقائق آیات این است اللہ ولی الذین آمنوا یخرجھم من الظلمت الی النور۔

ہرچہ نوشتنی بود در صحیفہ بندگان مخدومی مندرج است زیادہ چہ نویسم بارے فرصت و قوت بلکہ وقت و نفس را غنیمت شمردہ بمقتضائے آن زندگانی بیباید کرد، دریغ کہ ایں عاجز گرفتار را قوت کار نماندہ وگرنہ بتوفیق اللہ دریں دو روزہ عمر دیوانہ وار ماتم بازماندگی خود میداشت و زندگانی فدائے ایں راہ می کرد۔ حق تعالے دریں افتادگی نیز دردے و آشوبے کرامت فرماید کہ کار دہ جہاں خود را در قبضہ اقتدار او نہادہ از مجموع گرفتاریہا فارغ بیایم۔ آمین یارب العلمین۔ امید از آں برادر آنست کہ روئے بر خاک نہند و از برائے حصول

وجد طاری ہوا کہ کاغذ اور قلم کے حوصلہ سے خارج ہے۔ اس ذوق کا نمونہ مجملاً اس مصرعہ میں پایا جاتا ہے ع یعنی میں نے اپنا منہ اس کے منہ پر رکھا اور اپنے آپے سے بے آپے ہو گیا۔

حضور نے جو کلمات حقائق آمیز لکھے تھے وہ یہ ہیں "اللہ ایمان والوں کا حامی و مددگار ہے کہ اُن کو کفر کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان کی روشنی میں لاتا ہے"۔ جو کچھ لکھنا تھا بندگان مخدومی کے خط میں لکھا گیا۔ زیادہ کیا لکھوں ہاں اتنا لکھتا ہوں کہ فرصت اور قوت بلکہ وقت اور نفس کو غنیمت شمار کر کے اس کے مناسب زندگی کرنی چاہیے۔ افسوس کہ اس عاجز گرفتار کو قوت کسی کام کی نہیں رہی۔ دگرنہ خداوندی توفیق سے اس دو دن کی عمر میں دیوانوں کی طرح اپنی عاجزی اور سستی کا ماتم کرتا اور اپنی زندگی کو اس راہ میں قربان کر دیتا لیکن دعا ہے کہ خدائے تعالیٰ اس عاجزی میں بھی ایسا درد اور آشوب عنایت فرمائے کہ میں اپنے دین و دنیا کے کاموں کو اس کے قبضہ اقتدار میں سونپ کر تمام گرفتاریوں سے فراغت پا جاؤں۔ آمین

Marfat.com

ایں آرزوئے فقیر از خدا بخواہد کہ دعا الغائب للغائب اسرع اجابۃ آمدہ است۔	یارب العلمین امید ہے کہ تم ہمیشہ خاک مذلت پر عاجزی کا منہ رکھ کر فقیر کی اس آرزو پر کامیاب ہونے کی غرض سے دعا مانگتے رہوگے۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہو کہ غائب کی دعا، غائب کے لیے بہت جلد قبول ہوتی ہو۔ دالہ عا[1]

سلسلۂ قادریہ سے خصوصی تعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو مندرجہ ذیل سلاسل کی خدمت ملی تھی:۔

(۱) قادریہ

(۲) چشتیہ

(۳) شاذلیہ

(۴) مدنیہ

(۵) نقش بندیہ

لیکن اُن کا قلبی اور حقیقی تعلق سلسلہ قادریہ سے تھا۔ اُن کی عقیدت و ارادت کا مرکز حضرت غوث الاعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ وہ بعض وقتی ضروریات اور ماحول کے اثرات کی بنا پر دوسرے خانوادوں کے بزرگوں سے استفادہ کرنے پر مجبور ہوگئے تھے لیکن اُن کا دل و دماغ کا ریشہ ریشہ شیخ جیلانیؒ کے عشق میں گرفتار تھا۔ زبدۃ الآثار منتخب بہجۃ الاسرار میں لکھتے ہیں کہ مجھے خواب میں حضرت غوث الاعظمؒ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ پر مرید کیا تھا اور بیعت ہونے کے بعد حضور سرور کائناتؐ نے بزبان فارسی بشارت دی تھی کہ "بزرگ خواہی شد"[2]

اپنی تصانیف میں جس طرح اُنہوں نے شیخ جیلانیؒ کا ذکر کیا ہے وہ ان کے جذبات عقیدت کا آئینہ دار ہے۔ شیخؒ کا نام آتے ہی اُن پر ایک کیفیت طاری ہوجاتی ہے، اور اُن کا

---

[1] کلمات طیبات۔ ص ۵۴، ۵۵ [2] زبدۃ الآثار (قلمی نسخہ)

Marfat.com

قلم فرطِ مسرت اور جوش عقیدت میں وجد کرنے لگتا ہے۔ اخبار الاخیار میں اُنھوں نے صرف ہندوستان کے علماء و مشائخ کا ذکر کیا ہے لیکن عقیدت کی بنا پر حضرت شیخ جیلانیؒ کے تذکرہ سے کتاب کا آغاز کیا ہے۔ ایک مکتوب میں اپنے فرزند شیخ نور الحقؒ کو لکھتے ہیں:

"مرجع وملاذ ما فقیراں ہمہ جناب سید کائنات و خلاصۂ موجودات است علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات بوسیلہ حضرت پیر دستگیر غریب نواز شکستہ پرور غوث الثقلین شیخ محیی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ"[1]

شیخ محدثؒ اپنے نام کے ساتھ بھی صرف قادریہ سلسلہ سے ہی اپنی نسبت ظاہر کرتے ہیں:

"عبدالحق بن سیف الدین الدہلوی وطناً، البخاری اصلاً، الترکی نسباً الحنفی مذہباً، الصوفی مشرباً، القادری طریقۃً"[2]

---

[1] المکاتیب والرسائل - ص ۲۹۸۔

[2] British Museum Catalogue (Persian Ms) Rieu - Or 1107 Vol I p. 14.

باب (۱۲) دوازدہم

شیخ محدثؒ اور شاہانِ وقت

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ سلیم شاہ سوری کے عہد میں پیدا ہوئے تھے۔ اور شاہجہاں کے سنہ جلوس میں اُنہوں نے وصال فرمایا۔ اس مدت میں دہلی کے تخت پر مندرجۂ ذیل فرمانروا بیٹھے۔

(۱) اسلام شاہ (۲) مبریز خاں
(۳) ابراہیم شاہ (۴) احمد خاں سکندر شاہ
(۵) ہمایوں (۶) اکبر
(۷) جہانگیر (۸) شاہ جہاں

آخری تین بادشاہوں کے عہد کو اُنہوں نے اچھی طرح دیکھا تھا اور حالات کا بغور مطالعہ کیا تھا لیکن اُنہوں نے کبھی سلاطین یا ارباب حکومت سے کوئی تعلق رکھنا پسند نہیں کیا۔ وہ عمر بھر گوشہ تنہائی میں رہے، اور ہمیشہ یہ کہتے رہے ؎

حقی از گوشہ دہلی نہ نہم پا بیروں خود گرفتیم کہ ملک گجراتم دادند

اس گوشہ گیری کے متعدد اسباب تھے۔ اول تو ملارسو نے دربار اکبری میں جس طرح علم دین کی تذلیل کی تھی، اس سے علمائے حق اس درجہ بددل ہو گئے تھے کہ دربار سے قطع کر لینے ہی میں اُن کو علم و دین کی عافیت نظر آتی تھی۔ دوسرے شیخ محدثؒ کا خیال تھا کہ دربار شاہی میں آمد و رفت سے علمی کاموں میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ علمی کام اور درباداری ساتھ ساتھ نہیں چل سکتیں۔ تیسرے، شیخ محدثؒ کی خوددار فطرت شاعرانہ مبالغہ آرائی اور مدح وثنا سے

Marfat.com

انکار کرتی تھی شیخ فرید کو لکھتے ہیں :

"در حفظ مراسم مدح و تعظیم و بیان خوق و محبت بر جادۂ وسط و اعتدال ایستادن و از داعر احتیاط و نفس الامر بیروں نیفتادن در غایت دشواری است اگر بباہ مبالغہ در مدح و ثنا نرود نامہ از حلیۂ عرف و عادت عاطل بود و اگر برود عزیمت دین و صولت یقین باطل شود اے کاش ایں رسم و عادت در عالم نبودے" [۱]

جس شخص کی فطرت مبالغہ کے القاب تک لکھنے سے گھبراتی ہو وہ دربار میں قصیدہ خوانی کا کام کس طرح کر سکتا تھا! شیخ محدث ؒ نے امراء میں بھی صرف اُن سے تعلقات رکھے ہیں جن کو کبھی بھول کر بھی یہ خیال نہیں آتا تھا کہ یہ بوریہ نشین شہنشاہ اُن کے سامنے تعظیم و ادب سے حاضر ہوں ۔

شیخ محدث ؒ کے حزم و احتیاط اور سیاست سے علیحدہ رہنے کی خواہش کا یہ حال تھا کہ ان کو تاریخ لکھنے میں بھی اس لیے تامل تھا کہ اس طرح بھی سیاست میں کچھ نہ کچھ دخل ہو ہی جاتا ہے ۔ ع

درویش ترا ز ذکر شاہاں چہ غرض

اکبری عہد میں جب ملت کی پریشاں حالی اور ابتری کا دل پر اثر ہوا تو حجاز چلے گئے ۔ جب شیخ عبد الوہاب متقی ؒ نے مجبور کر کر ہندوستان واپس کر دیا تو یہاں آ کر گوشہ نشین ہو گئے ۔ جب اکبر کا انتقال ہوا تو اُنھوں نے شیخ فرید کو عربی زبان میں ایک نہایت ہی پر معنی خط لکھا۔[۲] مراۃ الحقائق میں لکھا ہے کہ یہ خط شیخ فرید کی معرفت جہانگیر کو بھجوایا گیا تھا[۳]

اکبر کے عہد میں مذہب کا جو حال ہوا تھا اس سے شیخ محدث کا دل مجروح ہو چکا تھا۔

---

[۱] المکاتیب والرسائل [۲] ملاحظہ ہو ضمیمہ

[۳] مراۃ الحقائق ۔ ص ۶۵ ۔ "ایں رسالہ در واقعہ رحلت جلال الدین اکبر بادشاہ بکن السلطنت نزد سید فرید مرتضیٰ خاں برائے اطلاع و آگہی نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ فرستادہ شدہ"

Marfat.com

جہانگیر کی تخت نشینی کے وقت اُنہوں نے ضروری سمجھا کہ نئے بادشاہ کو اس کے فرائض اور پابندیوں سے آگاہ کیا جائے۔ چنانچہ اُنہوں نے ایک رسالہ نورانیہ سلطانیہ تصنیف کیا اور اس میں "قواعد و ارکان سلطنت" پر تفصیلی بحث کی۔ بعد کو شاہجہان کے لیے اُنہوں نے ایسی چالیس احادیث جمع کیں جن میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلاطین کو نصیحتیں فرمائی ہیں۔ اس رسالہ کا نام اُنہوں نے "ترجمۃ الاحادیث الاربعین فی نصیحۃ الملوک والسلاطین" رکھا۔

اکبر کے انتقال کے بعد غالباً شیخ محدثؒ نے شاہان سے کچھ تعلقات رکھنے ضروری سمجھے۔ تاکہ دین کی صحیح تعلیم کسی نہ کسی طرح اُن تک پہنچائی جا سکے۔ ممکن ہے کہ شیخ محدثؒ کے رویہ میں اس تبدیلی کا سبب حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی تعلیم ہو۔ خواجہ صاحب کا اصول یہ تھا کہ جھونپڑوں سے لے کر محلوں تک ارشاد و تلقین کا ہنگامہ برپا کرنا چاہیے۔ اور سلاطین سے علیحدہ رہنے کی بجائے اُن کو متاثر کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

جہانگیر کے ۱۷ سالہ جلوس میں شیخ محدثؒ بادشاہ سے ملاقات کے لیے دربار میں تشریف لے گئے۔ جہانگیر اپنی تزک میں لکھتا ہے —

"شیخ عبدالحق دہلوی کہ از اہل فضل و ارباب سعادت است، دریں ایام دولت ملازمت دریافت، کتابے تصنیف نمودہ بود مشتمل بر احوال مشائخ ہند بنظر درآمدہ خیلے زحمتہا کشیدہ، مدتہا است کہ در گوشہ دہلی بوضع توکل و تجرید بسری برد مرد گرامی است صحبتش بے ذوق نیست۔ بانواع مراحم دل نوازی کردہ رخصت فرمودم۔"[۱]

شیخ عبدالحق دہلوی جو اہل فضل اور ارباب سعادت میں سے ہیں، میرے یہاں آنے پر تشریف لائے انہوں نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس میں ہندوستان کے مشائخ کے حالات درج ہیں۔ میں نے اس کو دیکھا۔ اس کی تصنیف میں اُنہوں نے بڑی محنت کی۔ وہ مدت سے دہلی کے ایک گوشہ میں توکل و تجرید کی زندگی گزار رہے ہیں وہ مرد گرامی ہیں۔ ان کی صحبت بے ذوق نہیں ہیں۔ میں نے ان کو بہت سی عنایات و نوازشات کے بعد رخصت کیا۔

۱۔ تزک جہانگیری۔ ص ۲۸۲ (سر سید ایڈیشن ۱۸۶۳ء)

انگریز مورخین نے خط کشیدہ عبارت کے سمجھنے میں غلطی کی ہے اور کچھ ایسا ترجمہ کردیا ہے جس سے جہانگیر کا مفہوم بالکل ہی بدل گیا ہے۔ ایلیٹ[ل] عبارت خط کشیدہ کا ترجمہ کرتا ہے

"He had suffered a great deal of trouble and was living in retirement at Delhi; resigned to his lot and trusting in God"

"اُنھوں نے بڑی تکلیفیں اُٹھائی تھیں اور وہ دہلی میں ایک گوشہ تنہائی میں رہتے تھے، اپنی قسمت پر قانع اور خدا پر توکل کیے ہوئے۔"

روجرس[ل] لکھتا ہے:-

"He had endured some hardships and for a long time had lived in Delhi in seclusion and the practice reliance on God and of asceticism."

اُنھوں نے کچھ تکالیف برداشت کی تھیں اور بہت عرصہ سے وہ دہلی میں سب سے علیحدہ رہتے تھے، خدا پر بھروسہ کرتے تھے اور تجرید کی زندگی بسر کرتے تھے۔

دونوں مصنفوں نے "خیلے زحمتہا کشیدہ" کا مطلب غلط سمجھا ہے۔ جہانگیر نے یہ جملہ اخبار الاخیار کی تصنیف میں شیخ محدث کی محنت، تلاش اور تحقیق کے متعلق لکھا ہے۔ ایلیٹ اور روجرس نے اس کو دوسرے جملے کے ساتھ ملا کر اس کا مطلب یہ کر دیا کہ شیخ نے دہلی میں اپنا وقت سخت تکلیف

ل Elliot and Dowson's History of India Vol VI p. 366.
کس قدر جرأت اور دیدہ دلیری کی بات ہے کہ یہی ایلیٹ، تاریخ حقی کے اقتباس کے سلسلہ میں جب شیخ عبدالحق محدث کا ذکر کرتا ہے تو ان کو ابن الوقت یا زمانہ ساز بزرگ (Time-Serving saint) لکھتا ہے (جلد ششم ص ۱۷۸) شیخ محدث کی پوری زندگی اس جملہ کی تردید کرتی ہے۔ اگر ایلیٹ شیخ کے حالات زندگی سرسری نظر سے مطالعہ کرنے کی زحمت گوارا کرتا تو اس کو یہ بات لکھتے ہوئے شرم محسوس ہونے لگتی!

ل English Translation by Alexander Rogers, Vol II p. 111.

اور مصیبت میں گزارا تھا۔

جہانگیر نے شیخ محدثؒ کی وضع توکل سے متاثر ہو کر ایک گاؤں بکروالا[1] جاگیر کے طور پر پیش کیا، شیخ نے اس کے قبول کرنے سے انکار کیا۔ بادشاہ کے اصرار پر آپ نے مجبوراً قبول کرلیا۔

آخری زمانہ میں جہانگیر کے تعلقات شیخ محدثؒ سے خراب ہو گئے تھے۔ داراشکوہ کا بیان ہے:

> در وقتے کہ جہانگیر بادشاہ در کشمیر بودند بعضی مردمان سخناں غیر واقع از طرف شیخ عبدالحق دہلوی کہ امام محدثان وقت اند و مرزا حسام الدین کہ از مریدان باکمال شیخ احمد سرہندی بودہ اند بعرض بادشاہ رسانیدند[2]

جس زمانہ میں جہانگیر بادشاہ کشمیر میں تھے، کچھ لوگوں نے شیخ عبدالحق دہلوی (جو محدثان وقت کے امام ہیں) اور مرزا حسام الدین (جو شیخ احمد سرہندی کے مریدان باکمال میں ہیں) کے متعلق بے سروپا باتیں بادشاہ کے کانوں میں ڈال دیں۔

جہانگیر نے دونوں کو کشمیر بلوایا۔ شیخ نور الحقؒ کو حکم ہوا کہ کابل چلے جائیں۔ شیخ محدثؒ جب لاہور پہنچے تو سخت تنگ دل اور پریشان تھے۔ حضرت میاں میر صاحبؒ نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ پیرانہ سالی میں وطن سے اور بچوں سے جدا ہونے کا بڑا خیال ہے۔ شیخ ابھی کشمیر نہ پہنچے تھے کہ جہانگیر کا انتقال ہو گیا اور وہ اپنے بیٹے کے ساتھ دہلی واپس آ گئے۔

[1] مصنف مراۃ الحقائق لکھتے ہیں: "دہلی سے نو کوس بگوشہ غرب و جنوب قریب سڑک پختہ رونڈہ منڈوی بھوانی کے واقع ہے۔ رقبہ اس کا سات ہزار چھ سو بیگہ خام ہے اور اڑتیس[38] چاہات پختہ واقع ہیں جمع اس کی اس وقت کثیر تھی۔ چنانچہ بسن تیز میری آمدنی سالانہ اپنی حصہ ششم کی از روئے بٹائی (کہ جو بٹائی نصف لام کی مشہور رہے) ایک ہزار روپیہ کی ہوتی تھی لیکن اب بموجب بندوبست انگریزی قریب دو ہزار روپے کے رہ گئی ہے۔ تقسیم اس کی مدت سے چھتیس چاہ پر باشتر ملنے باہمی چھ حصص پر ہے۔ یعنی۔ حصہ میں چھ چاہ اور آراضی دو چاہ کی شاملاتی ہر شش حصہ داران ہے۔ انہی دو چاہ سے آب نوشی بھی سکنائے دیہ کی ہوتی ہے یہ گاؤں اب تک ہم لوگوں یعنی اولاد در اولاد حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کے قبض و تصرف میں چلا آتا ہے اور بہت کچھ انقلابات ہوئے اور دیہات معافی گرد و نواح اس کے ضبط ہوئے مگر یہ بدستور محفوظ رہا ہے"، ص ۸۹

[2] سکینۃ الاولیاء (قلمی نسخہ) ص ۶۴-۶۵۔

Marfat.com

جیساکہ داراشکوہ نے خود لکھ دیا ہے یہ محض بہتان تھا۔ ورنہ شیخ محدث کا مسلک تو یہ تھا۔

رموز مصلحت ملک خسرواں دانند گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

داراشکوہ نے سخنان غیر واقع کی وضاحت نہ کر کے شیخ محدث کی زندگی کے اہم حادثہ کی صحیح نوعیت کو سمجھنے میں بڑی دشواری پیدا کر دی ہے۔ مراۃ الحقائق میں لکھا ہے کہ نور جہاں اور شیخ محدث کے تعلقات اچھے نہ تھے۔ ممکن ہے کہ نور جہاں ہی ان سخنان غیر واقع کی ذمہ دار ہو۔ مشہور ہے کہ ایک بار نور جہاں نے شیخ محدث کو بلایا۔ شیخ نے جواب میں کہلا بھیجا: "فقیر کا بادشاہوں یا بیگمات کے پاس کچھ کام نہیں ہے۔ فقیر کے لائق جو امر ہو کہلا بھیجے کہ اس کے انجام میں حتی الامکان دریغ نہ ہوگا" [1]

---

[1] مراۃ الحقائق۔ ص ۸۷۔

Marfat.com

باب سیزدہم (۱۳)

وصال

۲۱۔ ربیع الاول ۱۰۵۲ھ کو یہ آفتاب علم جس نے چورانوے سال تک فضائے ہند کو اپنی ضوفشانی سے منور رکھا تھا، غروب ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۰

وصیت نامہ میں لکھا تھا:۔

"دعا وتمنائے فقیر از درگاہ الٰہی است اللھم ارزقنی شہادۃً فی سبیلک واجعل موتی ببلد رسولک اگر ایں دعا قبول افتد ہیچ حاجت بوصیت نیست، واگر دریںجا اجل رسید بالائے حوض شمسی کہ جائے پاکاں ومغفوران است دفن کنند"

چنانچہ ان کے جسد خاکی کو حوض شمسی کے کنارے ہی سپرد خاک کیا گیا۔ وصیت نامہ میں قبر کے متعلق یہ ہدایات تھیں

"قبر وسیع بکنند۔ تجاوز از حد اعتدال و درون قبر گنج نکنند۔ و دیوار ہائے او بخشت خام برآرند و بدیوار بالیں طاق بسازند و شجرۂ پیران دراں نہند"

اس کے بعد لکھا تھا کہ شیخ سیف الدین کے کفن پر جو عبارت لکھی گئی تھی وہ قبر پر جلی حروف میں لکھ دی جائے۔ اور

"اگر مصلحت دانند لوحے قائم کنند کہ در وے تاریخ ولادت و فوت یا بعضے از احوال تحصیل و سفر و اوقات آنرا باختصار نوشتہ بکنند۔

وصیت کے مطابق شیخ نور الحق نے نماز جنازہ پڑھائی اور مزار پر یہ کتبہ نصب کرایا:۔

لہ خافی خاں نے غلط لکھا ہے کہ "زیادہ از صد سال مرحلۂ عمر طے نمودہ" ص ۲۳۰۔

Marfat.com

"مجملے از احوال کرامت منوال ایں شیخ وقت مقتدائے زماں صاحب المفاخر ابو المجد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً آنکہ از مبادی شعور بطاعت حق و طلب علم کمر بستہ نزدیک باوان بلوغ اکثر علوم دین تحصیل کرد و در سن بست و دو سالگی از ہمہ آں فارغ شدہ و کلام مجید از بر گرفتہ بر مسند افادہ نشست۔ و ہم در عنفوان جوانی جاذبۂ الٰہی در رسید۔ یکبار دل از یار و دیار بر کندہ متوجہ حرمین محترمین گشت۔ مدتے مدید بآں مقامات شریفہ اقامت ورزیدہ باقطاب زماں و اولیائے کبار صحبتہا داشتہ بوداع ارجمند و رخصت ارشاد طالبان اختصاص یافت۔ و علاوہ آں تکمیل فن حدیث نمودہ با برکات فراواں بوطن مالوف مراجعت فرمود۔ و مدت پنجاہ و دو سال بجمعیت ظاہر و باطن تمکن یافتہ تکمیل فرزندان و طالبان بجا آورد۔ و بنشر علوم سیما بعلم شریف حدیث پرداختہ بنہجیکہ در دیار عجم احدے راز علمائے متقدمین و متاخرین دست ندادہ است۔ ممتاز و مستثنیٰ گردید۔ و در فنون علمیہ خاصۃً فن حدیث کتب معتبرہ تصنیف کرد۔ چنانکہ علمائے زماں اعتنا بآں ورزیدہ دستور العمل خود دارند۔ و اہل دانش از خواص و عوام بجاں خریداری می نمایند۔ تصانیف ایں فیاض والا گہر از صغیر و کبیر بصد مجلد و بحسب شمار ابیات بپانصد ہزار رسیدہ است در محرم سنہ ۹۵۸ھ ایں نور اتم پرتو ظہور بعالم عنصری زاد۔ و در سنہ ۱۰۲۱ھ تمام آگہی و کشادہ پیشانی بعالم قدس خرامید۔ تاریخ ولادت شیخ اولیا ۹۵۸ھ۔ و تاریخ رحلت فخر عالم ۱۰۲۱ھ است"

لوح مزار کی یہ عبارت اس قدر جامع اور مکمل ہے کہ بہت سے مصنفین نے شیخ محدث کے حالات میں صرف اسی کو نقل کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ مولوی انوار الحق نے اس عبارت کو کتاب المکاتیب والرسائل کے ساتھ طبع کرا دیا ہے۔

مراۃ الحقائق میں مقبرہ کے متعلق لکھا ہے:

"ایسا سنا ہے کہ نواب مہابت خاں سپہ سالار عہد شاہجہاں نے حضرت کی حیات میں

کنارۂ حوض شمسی پر بنوایا تھا۔ نواب ممدوح کو حضرت سے عقیدت مفرط تھی۔ معمار یا مہتمم نے حضرت شیخ سے جب اطلاع کی کہ حضرت مقبرہ تیار ہے۔ فرمایا کہ ہم بھی تیار ہیں[۱]

سرسید نے آثار الصنادید میں لکھا ہے کہ یہ مقبرہ وفات کے بعد تیار ہوا۔ میرے خیال میں سرسید کی رائے صحیح ہے۔ مہابت کا انتقال شیخ محدث کے وصال سے آٹھ سال قبل ہو گیا تھا۔

---

[۱] مراۃ الحقائق۔ ص ۹۲۔

Marfat.com

باب چہاردہم

شیخ محدثؒ کا مکان، مدرسہ اور کتب خانہ

دہلی دروازہ سے آگے، باغ مہدیاں کے قریب شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کا مکان، خانقاہ اور مسجد واقع تھی۔ خانقاہ کی طرف خود انہوں نے مشکوٰۃ شریف کی شرح میں اس طرح اشارہ کیا ہے:-

تمّ فی الخانقاہِ القادری وھذا الفقیر یخدمہ و یکنسہ و یوقد سراجہ کانما تمّ فی مجلسٍ واحدٍ۔

(یہ کتاب خانقاہ قادریہ میں ختم ہوئی جس کی خدمت یہ فقیر کرتا ہے اور اس میں جھاڑو دیتا ہے اور وہاں کا چراغ روشن کرتا ہے۔ گویا کہ یہ کتاب ایک جلسہ میں تمام ہوئی)

شیخ کی خانقاہ کا کچھ حصہ انیسویں صدی کے آخر تک موجود تھا۔ منشی برکت علی حقی مصنف مراۃ الحقائق نے اس کی زیارت کی تھی۔ مسجد کی اس زمانہ میں مرمت کرائی گئی تھی۔

شیخ محدث کے مکانات کی زمین کی پیمائش اُن کے خاندان کے لوگوں نے کرائی تھی۔ کل رقبہ چھ بیگہ اور چند بسوہ تھا۔ شیخ کے خاندان کے لوگ ہی اس پر قابض تھے۔

شیخ محدثؒ نے جس مدرسہ میں تعلیم پائی تھی اور جس کی نسبت اخبار الاخیار میں لکھا ہے۔

"ہر روز با وجود غلبہ برودت ہوائے زمستان و شدت حرارت تابستان دو بار بمدرسہ دہلی کہ از منزل ما بعد دو میل داشتہ باشد میل میکردیم۔ و مدتے پیشتر از وقت صبح بمدرسہ می رسیدیم و در سایہ چراغ جزو می کشیدیم"

پرانے قلعہ کے قریب واقع تھا۔ مراۃ الحقائق میں اس کے متعلق لکھا ہے۔

Marfat.com

"یہ مدرسہ بعمارت پختہ دو منزلہ مع مسجد مقابل قلعہ کہنہ لب سڑک دہلی و آگرہ واقع ہے یعنی دروازہ قلعہ کا بجانب غرب ہے اور اس مدرسہ کا بسمت شرق ہے۔ یہ مکانِ مدرسہ اب تک اپنی ہیئت پر بدستور قائم ہے۔ سامنے دروازہ سے مسجد اس کی نظر آتی ہے۔ اور گرد صحن کے ہر چہار طرف مکانات بنے ہوئے ہیں۔ اور اس سے بھی زیادہ ترتیب یہ ہے کہ بسمت دکھن جو دیوار مکانات بالائی کی ہے۔ اس میں چند دروازے باہر کی طرف ہیں کہ منجملہ اُن کے کوئی دروازہ پتھر اور چونے سے مسدود شدہ ہے اور کوئی بدستور کشادہ ہر کہ یہ ہیئت پلول سے جانے والوں کو دور سے دکھائی دیتی ہے اور جانب شمال متصل اس مدرسہ کے ایک ایسا ہی مکان عظیم الشان اسی زمانہ کا بنا ہوا ہے اور اس کے دروازہ صدر پر سنگ سُرخ لگا ہوا ہے" [1]

ایک ایسے دور میں جبکہ پبلک کتب خانے وجود میں نہیں آئے تھے ہر تصنیفی کام کرنے والے کے لیے ناگزیر تھا کہ وہ ایک ذاتی کتب خانہ جمع کرے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ؒ نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ تصنیف و تالیف میں بسر کر دیا۔ اس نصف صدی میں اُنھوں نے عرب و عجم کے علمی نوادر اپنے کتب خانہ میں سمیٹ لیے تھے۔ ان کی تصانیف سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر فن پر اُن کے پاس معیاری کتابوں کا اچھا ذخیرہ تھا۔ شرح سفر السعادت لکھنے بیٹھے تو حدیث، تفسیر و فقہ کی کتابوں کا ڈھیر ساتھ تھا۔ اخبار الاخیار مرتب کرنے لگے تو اسلامی ہند کا سارا مذہبی لٹریچر پیش نظر تھا۔ حجاز میں قیام کے دوران میں انھوں نے کثیر تعداد میں کتابیں حاصل کی تھیں۔ اس طرح ان کا کتب خانہ ہندوستان کے نہایت ہی بیش قیمت علمی ذخیروں میں تھا۔ شیخ محدث ؒ کے کتب خانہ کی جو کتاب بھی خاکسار کے نظر پڑی ہے اس پر شیخ کے دست مبارک سے تصحیح و مقابلہ کے نشانات ضرور ملے ہیں۔ اس سے ان کے کتب خانہ کی افادیت اور علمی حیثیت بہت بڑھ جاتی ہے۔ شیخ کا یہ کتب خانہ ان کے وصال کے بعد عرصہ تک صحیح حالت میں رہا۔ اُن کے فرزند

---

[1] مراۃ الحقائق۔ ص ۱۰۳

Marfat.com

شیخ نورالحق اور پھر ان کی اولاد علمی ذوق رکھتی تھی۔ اس طرح اس کتب خانہ کی نگرانی اور نگہداشت ہوتی رہی۔ اٹھارہویں صدی میں جب دہلی کی سیاسی فضا بدلی اور مرہٹوں، سکھوں اور جاٹوں نے مسلسل ہنگامہ آرائی پر کمر باندھ لی تو معنوی دولت کے یہ خزانے بھی دست برد زمانہ سے محفوظ نہ رہ سکے۔ شیخ محدث کی روح ان ہنگاموں کو دیکھ رہی تھی اور جس کتب خانہ کو نصف صدی کی جگر سوزی کے بعد جمع کیا تھا اُس کی تباہی کو دیکھ کر بے اختیار زبانِ حال سے کہہ رہی تھی ؎

اس دور میں ہر اک پہ چرخ کہن لُٹا
اوروں کا زر لٹا مرا نقدِ سخن لُٹا

شیخ نورالحق کے پوتے شیخ الاسلام شرح بخاری کی دوسری جلد کے خاتمہ پر شیخ محدث کے کتب خانہ کی بربادی کا حال اس طرح لکھتے ہیں :-

"تمام شد ..... در ہنگام تشتت بال و پریشانی حال از نہب و غارت خانہ در حملہ شہر کہنہ دہلی کہ باستیلاء کفار عتاۃ باتفاق طغاۃ و لمغاۃ واقع شد و ذہاب کتب خانہ قدیمہ و جدیدہ کہ بسیار ازاں دریں دیار کمیاب بود و بعضے ازاں بہ تصحیح و تحشیہ و تدریس شیخ المحدثین شیخ اجل محقق دہلوی بود رحمۃ اللہ علیہ ..... نماند در خانہ مگر چند کتب در گوشہائے شکستہ افتادہ"

Marfat.com

حِصّۂ دُوم

تصَانیفُ

Marfat.com

۷۸۶

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے چورانوے (۹۴) سال کی عمر پائی۔ اس عمر کا بیشتر حصہ تصنیف و تالیف میں بسر ہوا۔ جس جوش و خروش سے انہوں نے جوانی میں کام شروع کیا تھا اسی جذبے اور ہمت کے ساتھ آخر عمر تک انجام دیتے رہے۔ عبدالحمید لاہوری کا بیان ہے:

"با آنکہ عقود زندگیش بتسعین پیوستہ است از سلامت قویٰ بانواع طاعات و ریاضات و تعلیم و تالیف و تصحیح بساں ایام شباب می پرداخت"[۱]

اُن کی تصانیف کی تعداد عبدالحمید لاہوری[۲]، محمد صالح کنبوہ[۳] اور خافی خاں نے سو یا سو سے کچھ زیادہ بتائی ہے۔ اس اندازہ میں مورخین نے غلطی کی ہے۔ انہوں نے وہ مضامین و رسائل بھی علیحدہ کتاب تصور کر لیے ہیں، جو حقیقت میں ایک ہی کتاب کا جزو ہیں۔

شیخ محدثؒ نے اپنی تصانیف کی فہرست خود ایک رسالہ میں جس کا نام تالیف قلب الالیف بذکر فہرس التوالیف ہے دی ہے۔ یہ فہرست جس وقت مرتب کی گئی تھی اس وقت تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری تھا۔ چنانچہ اسی فہرست کے اختتام پر فرماتے ہیں:

"ہنوز سلسلہ سخن دراز است و در فیض الٰہی باز تا بکجا رسد و بکجا رساند"

اس فہرست میں ۴۹ کتابوں کے نام درج ہیں۔ ان میں ایک کتاب یعنی المکاتیب والرسائل میں ۶۸ رسائل شامل ہیں۔ اگر اس میں سے ہر رسالہ کو الگ تصنیف مانا جائے (جیسا کہ عبدالحمید لاہوری اور محمد صالح کنبوہ نے کیا ہے) تو تصانیف کی تعداد ۱۱۶ ہو جاتی ہے لیکن میرے خیال میں ان رسائل کو ایک ہی کتاب سمجھنا چاہیے، جیسا کہ خود شیخ نے بھی ہدایت فرمائی ہے:

"ایں ہمہ را یک صحیفہ سازند و در یک جلد شیرازہ بہ بندند"

فہرس التوالیف کو مرتب کرنے کے بعد شیخ محدثؒ نے گیارہ کتابیں اور تصنیف فرمائی

۱۔ بادشاہنامہ حصہ دوم ص ۳۴۱-۳۴۲ ۲۔ "و در فنون دانش یک صد و کسرے از تصانیف مختصر و مطول دارد۔" بادشاہ نامہ۔ ۳۔ "و یک صد و چند کتاب از تصانیف مختصر و مطول بر صفحہ روزگار گذاشتہ" شاہجہاں نامہ ج ۳ ص ۳۸۴ ۴۔ "صد کتاب از ہمہ علوم عقلی و نقلی تالیف فرمودہ" منتخب اللباب۔ ج ۱ ص ۲۳۰۔

Marfat.com

تھیں۔ اس طرح اُن کی کُل تصانیف کی تعداد ساٹھ ہوتی ہے۔ ان تصانیف کے موضوع مختلف ہیں، لیکن مقصد ایک ہے ۔

مصلحت دید من آنست کہ یاراں ہمہ کار
بگذارند و سر طرۂ یارے گیرند

جیسا کہ خود انہوں نے کتاب الرسائل میں کہا ہے وہ اس بات پر مامور تھے کہ سوائے سنت و شریعت کے کسی موضوع پر گفتگو نہ کریں، چنانچہ ان کی تمام ادبی کاوشوں کا مرکز و محور شریعت و سنت ہی ہے۔

شیخ محدث ؒ کی تصانیف فن و موضوع کے اعتبار سے مندرجہ ذیل عنوانات کے ماتحت آتی ہیں ۔

(۱) تفسیر	(۶) تصوف	(۱۱) سیر
(۲) تجوید	(۷) اخلاق	(۱۲) نحو
(۳) حدیث	(۸) اعمال	(۱۳) ذاتی حالات
(۴) عقائد	(۹) فلسفہ و منطق	(۱۴) خطبات
(۵) فقہ	(۱۰) تاریخ	(۱۵) مکاتیب

(۱۶) اشعار

جب اس چیز پر غور کیا جاتا ہے کہ ایک ہی قلم سے یہ مختلف النوع تصانیف نکلی ہیں اور ان سب کا علمی معیار بہایت اعلیٰ ہے تو شیخ محدث ؒ کے علمی تبحر کا غیر فانی نقش دل پر قائم ہو جاتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ۔

یک چراغ ست دریں خانہ کہ از پرتو آں
ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

Marfat.com

باب (۱) اوّل

تفسیر

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی تین تصانیف اس عنوان کے ماتحت آتی ہیں۔

(۱) تعلیق الحاوی علیٰ تفسیر البیضاوی۔

(۲) شرح صدور تفسیر آیت النور۔

(۳) تحصیل الغنائم والبرکات بہ تفسیر سورۃ والعادیات۔

تفسیر کے سلسلہ میں شیخ محدثؒ کا عقیدۂ راسخ یہ تھا کہ فلسفیانہ موشگافیوں سے کلی طور پر پرہیز کرنا چاہیے۔ وضعیت سے کلام ربانی کی تاثیر کم ہو جاتی ہے۔ قرآن نے براہ راست انسان کے مذہبی وجدان و شعور کو آواز دی ہے۔ چنانچہ صحیح تفسیر وہی ہے جو انسان کے ہوش و گوش کو اس آواز کے سننے کے لیے آمادہ کردے۔

علامہ عبداللہ بن عمر البیضاویؒ (المتوفی ۱۲۹۱ء) کی مشہور تفسیر انوار التنزیل و الاسرار التاویل کو عموماً بہت معتبر سمجھا جاتا ہے۔ شیخ محدثؒ کی نظر میں اس کی بہت سی خامیاں تھیں۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:

"بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ در تفسیر قرآن و شرح احادیث ازیں باب قباحتہا بسیار کردہ تجاوز اللہ عنہ واگر آں مواضع را بشمارم سخن دراز گردد" (نکات الحق)

ایک مشہور مستشرق نالڈیکی (Nöldeke) نے بھی اس تفسیر کے متعلق تقریباً اسی طرح کی رائے ظاہر کی ہے۔[1]

[1] ملاحظہ ہو Ency. of Islam جلد اول ص ۵۹۱

Marfat.com

تعلیق الحاوی علی تفسیر البیضاوی. تفسیر بیضاوی کے کچھ حصّہ پر حاشیہ ہے۔ شیخ محدث کا مقصد اس حاشیہ سے یہی تھا کہ تفسیر بیضاوی کے موثر و معتبر اجزاء کو ابھار دیا جائے اور دور از کار اور مشکل مباحث کو علیحدہ کر دیا جائے، تاکہ اس کی افادیت بڑھ جائے۔ اس حاشیہ کا کوئی نسخہ اب موجود نہیں ہے۔

شرح صدور تفسیر آیت النور، آیت نور السموات والارض کی تفسیر تھی جو ایک ہزار سے کچھ زائد سطروں پر پھیلی ہوئی تھی۔ اس کا قلمی نسخہ مولوی انوار الحق مرحوم دہلوی[۱] کے کتب خانہ میں ۱۹۰۲ء تک موجود تھا۔

تحصیل الغنایم والبرکات بتفسیر سورۃ والعادیات، سورۂ والعادیات کے برکات و غنائم پر ڈھائی صفحہ کا مختصر نوٹ ہے جو المکاتیب والرسائل میں شامل ہے[۲]

---

[۱] خان بہادر مولوی انوار الحق حقی، شیخ عبدالحق محدث کی اولاد امجاد سے تھے۔ دہلی میں ترا ہہ بیرام خاں میں رہتے تھے۔ شیخ محدث کی قلمی اور مطبوعہ کتب کا بیش بہا ذخیرہ اُن کے پاس تھا۔ مراۃ الحقائق کے مصنف کو ان کے کتب خانہ سے بڑی مدد ملی تھی۔ المکاتیب والرسائل کو مولوی انوار الحق ہی نے مطبع مجتبائی دہلی سے شائع کیا تھا۔

معلوم نہیں کہ مولوی انوار الحق مرحوم کے کتب خانہ کا کیا حال ہوا، اور اب یہ جواہر پارے کہاں اور کس حال میں ہیں!

[۲] کتاب المکاتیب - ص ۲۸۳-۲۸۶ -

Marfat.com

باب (۲) دوم

تجوید

شیخ عبدالحق محدث نے شیخ عبدالوہاب متقی رح سے علم قرأت سیکھا تھا۔ شیخ عبدالوہاب علم قرأت کے ماہر اُستاد تھے۔ اُنھوں نے شیخ دہلوی میں بھی اس فن سے ایسی دلچسپی پیدا کردی کہ اُنھوں نے ایک کتاب درۃ الفرید فی قواعد التجوید[۱] اسی موضوع پر تصنیف فرمائی۔ یہ کتاب اب نایاب ہے اور ہندوستان کے کسی کتب خانہ میں اس کے قلمی نسخے کا پتہ نہیں چلا۔

اسی عنوان کے ماتحت شیخ محدث رح کی اور تصنیف شرح القصیدۃ الجزریہ آتی ہے۔ اس کا ایک خوشخط نسخہ ۱۱۳۸ھ کا لکھا ہوا، اسلامیہ کالج پیشاور کے کتب خانہ میں موجود ہے[۲]۔

۱؎ درۃ الفرید نام سے ہی حافظ طاہر اصفہانی کی اس فن پر ایک مشہور تصنیف ہے۔ اس کا ایک نسخہ جو رمضان ۹۷۶ھ میں لکھا گیا ہے، خاکسار کے پاس ہے۔

۲؎ لباب المعارف العلمیہ۔ کتاب نمبر ۱۰۹۲۔

Marfat.com

باب (۳) سوم

حدیث

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی علمی خدمات کا خاص پہلو علم الحدیث کی ترویج واشاعت سے متعلق ہے۔ اس ضمن میں اُن کی بیش بہا خدمات پر آگے بحث کی جائیگی۔ یہاں صرف ان کی تصانیف کا ذکر مقصود ہے۔ حدیث اور علم حدیث پر شیخ محدثؒ کی مندرجہ ذیل تصانیف ہیں:۔

(۱) اشعۃ اللمعات فی شرح المشکوٰۃ

(۲) لمعات التنقیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح۔

(۳) ترجمۃ الاحادیث الاربعین فی نصیحۃ الملوک والسلاطین

(۴) جامع البرکات منتخب شرح المشکوٰۃ

(۵) جمع الاحادیث الاربعین فی ابواب علوم الدین

(۶) رسالہ اقسام الحدیث

(۷) رسالہ شب برات

(۸) ما ثبت بالسنۃ فی ایام السنۃ

(۹) الاکمال فی اسماء الرجال

(۱۰) شرح سفر السعادت

(۱۱) اسماء الرجال والرواۃ المذکورین فی کتاب المشکوۃ

(۱۲) تحقیق الاشارہ فی تعمیم البشارہ

Marfat.com

( ) ترجمہ مکتوب النبی الاکمل فی تعزیۃ ولد معاذ بن جبل۔

أشعۃ اللمعات فی شرح المشکوٰۃ | فارسی زبان میں مشکوٰۃ کی نہایت جامع اور مکمل شرح ہے۔ شیخ محدث نے یہ عظیم الشان کام ۱۰۱۹ھ/۱۶۱۰ء میں دہلی میں شروع کیا تھا ۱۰۲۵ھ/۱۶۱۶ء میں چھ سال کی محنت کے بعد مکمل کیا۔ کتاب کے خاتمہ پر لکھتے ہیں:

الکتاب شکر اللہ سعیہ واتم علیہ نعمہ وقع انفراغ من جمیع الاحادیث النبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخر یوم الجمعۃ من رمضان عند رؤیۃ ھلال شوال سنۃ سبع وثلاثین وسبع مائۃ بحمد اللہ

مشکوٰۃ کی شرح لکھنے کا خیال جن حالات میں پیدا ہوا اُس کے متعلق خود فرماتے ہیں۔

بعد از رجوع از حرمین شریفین زادہما اللہ تشریفاً و تعظیماً و حصول اجازت روایت حدیث از مشائخ آں دیار شریف چوں توفیق و تائید الٰہی تعالیٰ دستگیری کردہ در خدمت ایں علم شریف در مقام استقامت بنشاند خواست کہ کتاب مشکوٰۃ المصابیح را کہ دریں روزگار بسمت تداول و اشتہار موسوم است شرح کند و از فوائد آنچہ کہ در کتب قوم دیدہ و از مشائخ وقت شنیدہ یا بخاطر فاتر وے رسیدہ بطالبان برساند"[۲]

اشعۃ اللمعات کی تکمیل میں حضرت شاہ ابوالمعالیؒ کے تقاضوں اور دعاؤں کو بھی بڑا دخل تھا ایک مرتبہ شیخ محدثؒ لاہور تشریف لے گئے تو فرمایا:

"شرح مشکوٰۃ را تمام کنید ان شاء اللہ کتابے شود کہ اہل عالم ہمہ ازاں مستفید شوند"[۳]

شاہ صاحب نے ساتھ ہی ساتھ یہ ہدایت بھی فرمائی کہ شرح میں موقع کی مناسبت سے جگہ جگہ اشعار بھی لکھے جائیں جیسا کہ ملا حسین نے اپنی تفسیر میں کیا ہے۔ شیخ محدث نے عرض کیا کہ

---

[۱] اشعۃ اللمعات۔ جلد چہارم۔ ص ۶۳، [۲] ایضاً۔ جلد اول ص ۱، [۳] کتاب المکاتیب والرسائل ص ۳۰۶

*اس عبارت میں کتاب کی تکمیل کا سنہ ۷۳۷ھ ... ظاہر ہے کسی طرح درست نہیں۔ پس یہ طباعت کی کھلی ہوئی غلطی ہے "مصحح"

Marfat.com

دوسروں کے اشعار ان کو یاد نہیں ہیں۔ فرمایا:

"شمارا حاجت بتمنائے مردم نیست۔ آنچہ شمارا باید از شما زاید، شمارا در ہیچ چیز بہ ہیچ کس احتیاج نخواہد بود، ہمہ چیز حاصل است۔ ان شاء اللہ تعالیٰ" [۱]

اشعۃ اللمعات، چار جلدوں پر مشتمل ہے اور مطبع نول کشور سے شائع ہو چکی ہے۔ ان چار جلدوں میں مضامین کی ترتیب یہ ہے۔ پہلی جلد میں علم حدیث و محدثین پر اُنتالیس صفحات کا ایک مقدمہ ہے جس میں علم حدیث اور اقسام حدیث پر نہایت عالمانہ اور بصیرت افروز انداز میں تبصرہ کیا گیا ہے۔ اور امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام حنبلؒ، امام ابو داؤد سجستانیؒ، امام ترمذیؒ، امام نسائیؒ، ابن ماجہؒ، دارمیؒ، دار قطنی، بیہقی، رزین، نووی، ابن جوزی کے حالات مختصراً لکھے گئے ہیں۔ اس کی افادیت کے پیش نظر اس کو علیحدہ بھی شائع کیا گیا۔[۲]

اس مقدمہ کے علاوہ پہلی جلد میں مشکوٰۃ کی مندرجہ ذیل پانچ کتابوں کا ترجمہ ہے:

(۱) کتاب الایمان (۲) کتاب العلم (۳) کتاب الطہارت
(۴) کتاب الصلوٰۃ (۵) کتاب الجنائز

دوسری جلد میں چھ کتابیں ہیں:۔

(۱) کتاب الزکوٰۃ (۲) کتاب الصوم (۳) کتاب فضائل القرآن
(۴) کتاب الدعوات (۵) کتاب اسماء اللہ تعالیٰ (۶) کتاب المناسک

تیسری جلد میں مندرجہ ذیل نو کتابیں ہیں۔

(۱) کتاب البیوع (۲) کتاب العتق (۳) کتاب الحدود
(۴) کتاب الامارت و القضا (۵) کتاب الجہاد (۶) کتاب الصید و الذبائح
(۷) کتاب الاطعمہ (۸) کتاب اللباس (۹) کتاب الطب و الرقی

---

[۱] کتاب المکاتیب والرسائل۔ ص ۳۰۶۔ ۳۰۷
[۲] ۱۳۱۰ھ میں مطبع اعظم جون پور سے شائع ہوا۔

چوتھی جلد میں دو کتابیں ہیں ۔۔

(۱) کتاب الآداب (۲) کتاب الفتن

چاروں جلدیں ۲۶۵۵ صفحات پر مشتمل ہیں۔ ان ڈھائی ہزار صفحات میں شیخ محدثؒ نے مشکوٰۃ کی شرح کا حق پوری طرح ادا کر دیا ہے۔

اشعۃ اللمعات کے قلمی نسخے حبیب گنج (علی گڈھ)[1] اسلامیہ کالج پیشاور[2]، ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ[3]، برٹش میوزیم[4]، بانکی پور[5]، مسلم یونیورسٹی علی گڈھ[6] اور دیگر کتب خانوں میں موجود ہیں۔ ان سب نسخوں میں حبیب گنج کا نسخہ سب سے زیادہ قدیم اور قابل قدر ہے۔ اس کے خاتمہ پر مصنف کے دست مبارک کی یہ عبارت ہے:۔

"تمام شد تسوید ایں کتاب عشیۂ یوم الاربعاء بیست و چہارم ربیع الآخر سنہ ہزار و بیست و پنج از ہجرت سید المرسلین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ و اتباعہ اجمعین و بود ابتدا از تالیف سیزدہم ذی الحج سنہ یک ہزار و نوزدہ و بہ تحقیق در آمد در میان مشاغل دیگر[7] از تالیفات دیگر کہ مجموع سہ سال و کسرے باشد و تمام شد در خانقاہ قادریہ در دہلی کہ ایں بندہ خدمت میکند او را و جاروب (می کشد) می افروزد چراغ آں را۔ و بود ابتداء ختم در یک مکان گویا در مجلس واحد تمام شد مقصود بیان توفیق الٰہی ست سبحانہ و اعطائے

---

[1] "مقالات شروانی" ص ۲۴۵-۲۴۷ ۔ نیز رسالہ "معارف" اکتوبر سنہ ۱۹۲۳ء ص ۲۷۷ ۔

[2] نمبر ۲۱۵ ۔

[3] Catalogue of the Arabic and Persian Books and Mss in the Library of the Asiatic Society of Bengal, by Ashraf Ali p3.

[4] Catalogue of Mss in the British Museum, Vol I Rieu (1879) Ms. No. 1107 Or

[5] نمبر ۱۱۹۳-۱۱۹۴

[6] سبحان اللہ کلیکشن ۲۹۷/۱۲، ۲۹۷/۱۳ و ۲۹۷/۲، ۲۹۷/۱۰ شیفتہ کلیکشن ۔

[7] اسی زمانہ میں شرح فتوح الغیب اور دیگر رسائل کی تکمیل ہوئی ۔

Marfat.com

دے استقامت، و تخصیص دے تعالیٰ بندہ مسکین را بسلامت و عافیت والحمد للہ اولاً

و آخراً و ظاہراً و باطناً حُرّرت ہذہ الاسطر علیٰ ید مولفہ الفقیر الحقیر عبدالحق بن سیف الدین

القادری الدہلوی البخاری۔ ضحوہ یوم الجمعہ سنہ ۱۰۴۹ھ الف و تسع واربعین و آخر دعوانا ان الحمد

للہ رب العالمین"

اس عبارت کی تحریر کے وقت شیخ محدثؒ کا سن شریف اکیانوے برس کا تھا مگر بقول نواب حبیب

الرحمٰن خاں صاحب مرحوم "خط میں ہاتھ کی کمزوری یا نگاہ کے ضعف کا بال برابر اثر نہیں ہے"[1]

خاتمہ کتاب پر لکھا ہے:-

"ترجمہ مشکوٰۃ شریف تصنیف حضرت شیخ عبدالحق قدس سرہٗ کہ در خاتمہ کتاب دستخط

حضرت شیخ درج است بہ ہدیہ یک ہزار و دو صد روپیہ گرفتہ"

یہ عبارت بھی کافی قدیم ہے۔ اس سے اس زمانہ میں شیخ محدثؒ کی تصانیف کی قدر و قیمت کا

اندازہ ہوتا ہے۔ حبیب گنج کے نسخہ کے بعد ایشیاٹک سوسائٹی اور اسلامیہ کالج کے نسخے بہت قابل

قدر ہیں۔ دونوں کا سنہ کتابت سنہ ۱۰۹۵ھ ہے یعنی مصنف کے چھیالیس سال بعد۔

لمعات التنقیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح عربی زبان میں مشکوٰۃ کی شرح ہے۔ دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ فہرس التوالیف میں شیخ

محدثؒ نے سر فہرست اسی کا ذکر کیا ہے۔ شیخ محدث جب اشعۃ اللمعات کی تصنیف میں

مصروف تھے تو بعض مضامین ایسے پیش آئے جن کی تشریح کو فارسی میں مناسب نہ سمجھا

فارسی عوام کی زبان تھی بعض مباحث میں عوام کو شریک کرنا مصلحت کے خلاف تھا لہٰذا

جو باتیں فارسی میں قلم انداز کر دی تھیں وہ عربی میں بیان کر دیں۔ فرماتے ہیں:-

"در اثنائے مطالعہ آں سخناں روئے نمود کہ درج آں در شرح فارسی مناسب نباشد و اندست

دادن آں سخناں را نیز گنجائش ندید، پس در شرح آں بلسان عربی نیز شروع نمود تا چندگاہ بردو شرح

---

[1] مقالات شروانی۔ ص ۲۴۶۔

فارسی و عربی معاً تسوید یافت، آخر چناں گشت کہ عربی چوں اسپ تازی بیشتر رفت و تمام شد فارسی در نیمہ راہ ماند چو امر از نظر ثانی بران مقید شد و تبیض نمود و زمانے مدید بران گشت و مسودۂ فارسی حکم نسیاً منسیا گرفت باز امر شد کہ فارسی نیز تمام گردد"[١]

۴۔ رجب ۱۰۲۵ھ کو شیخ محدثؒ لمعات التنقیح سے فارغ ہوئے۔

لمعات میں لغوی و نحوی مشکلات اور فقہی مسائل کو نہایت عمدگی سے حل کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں احادیث سے فقہ حنفی کی تطبیق نہایت کامیابی کے ساتھ کی گئی ہے۔ خود فرماتے ہیں کہ اس شرح کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ حضرت امام شافعیؒ اصحاب الرائے میں سے ہیں اور حضرت امام اعظمؒ اصحاب ظواہر میں سے۔ لمعات کے شروع میں جو مقدمہ ہے وہ نہایت جامع اور مفید ہے اور مشکوٰۃ کے متن کے ساتھ اور علیحدہ شائع کیا گیا ہے[٢]

لمعات التنقیح ابھی تک شائع نہیں ہوئی ہے۔ اس کے قلمی نسخے بانکی پور[٣]، رامپور[۴]، حیدرآباد[٥]، ایشیاٹک سوسائٹی[٦]، دہلی[٧] اور علی گڑھ[٨] کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

جمع الاحادیث الاربعین فی ابواب علوم الدین
و
ترجمۃ الاحادیث الاربعین فی نصیحۃ الملوک والسلاطین

جمع احادیث الاربعین فی ابواب علوم الدین میں چالیس ایسی احادیث جمع کی گئی

---

١ اشعۃ اللمعات ج ١، ص ٢

٢ مولانا احمد علی محدث سہارنپوری نے مشکوٰۃ کے ساتھ شائع کیا اور ترجمے شیخ الٰہی بخش بہاری اور خواجہ محمد علی فاضل سہارنپور نے کیے تھے۔

٣ Catalogue of the Arabic & Persian Mss in the Oriental Public Library – Ms No 361

۴ نسخہ نمبر ۱۰۷۔

٥ فہرست کتب خانہ آصفیہ۔ نسخہ نمبر ۶۶۴

٦ نسخہ نمبر ۵۰ AG (فہرست مرتبہ مرزا اشرف علی)

٧ نسخہ نمبر ۱۷۱ Hand-writen Catalogue of Arabic Mss in the India Office.

٨ سبحان اللہ کلکشن۔ ۲۹۷/۱۲ / ۱۹

Marfat.com

ہیں جن میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں کو ہدایات کی ہیں۔ ترجمۃ الاحادیث میں ان احادیث کا فارسی ترجمہ شاہ جہاں کے لیے کیا گیا ہے۔

جامع البرکات منتخب شرح المشکوٰۃ | یہ شرح مشکوٰۃ کا دو جلدوں میں خلاصہ تھا۔ فہرس التوالیف میں اس کے متعلق فرماتے ہیں:

"مجموعہ آمدہ است شامل فوائد کثیرہ و عوائد عزیزہ در ہر باب یک دو متن حدیث ذکر کردہ و در باقی احادیث بر مضامین آن اقتصار کردہ و اختصار نمودہ شدہ است"

اس کے قلمی نسخے مولوی انوار الحق مرحوم دہلوی کے کتب خانہ میں موجود تھے۔

رسالہ اقسام حدیث | عربی زبان میں علم حدیث پر مفید رسالہ تھا۔ فہرس التوالیف میں شیخ محدثؒ نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ مولوی انوار الحق مرحوم کے کتب خانہ میں اس کا قلمی نسخہ موجود تھا۔

رسالہ شب برات | فارسی زبان میں تھا۔ فہرس التوالیف میں اس کا ذکر نہیں ہے گزشتہ صدی تک اس کا قلمی نسخہ شیخ محدثؒ کے خاندان میں موجود تھا۔

ماثبت بالسنہ فی ایام السنۃ | (عربی) اس کتاب میں ماہ محرم سے لے کر ماہ ذی الحجہ تک کے ان تمام مذہبی مناسک کا تفصیلی ذکر ہے جو حدیث سے ثابت ہیں عاشورہ محرم کے بارے میں جو صحیح حدیثیں مروی ہیں اُن کو نقل کیا ہے اور محرم کے سلسلہ میں جو توہمات ہیں اُن کی تردید کی گئی ہے۔ مثلاً یہ خیال کہ عاشورے کے دن سرمہ لگانے سے آنکھیں نہیں دُکھتیں، یا عاشورے کے دن غسل کرنے والا کبھی بیمار نہیں ہوتا، لغو اور باطل ہے۔ اس کے بعد اُن تمام احادیث پر تنقید و تبصرہ کیا گیا ہے جو حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے متعلق ہیں۔ ماہ صفر کے سلسلہ میں

Marfat.com

اس خیال کی تردید کی ہے کہ یہ مہینہ نامسعود ہے، شعبان، رمضان، شوال، ذی الحجہ کے سلسلہ میں روزہ، تراویح، عید الفطر، حج وغیرہ کے متعلق سب احادیث کو یکجا جمع کردیا گیا ہے۔ ماہ ربیع الاوّل کے مذہبی مناسک کا جہاں ذکر ہے وہاں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ پر ایک مختصر نوٹ ہے۔ ربیع الثانی کی بحث میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا مختصر حال درج ہے۔

ماثبت بالسنہ کے قلمی نسخے بانکی پور[۱]، رامپور[۲]، دہلی[۳] اور حیدرآباد[۴] کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ ۱۲۵۳ھ میں یہ کتاب کلکتہ اور ۱۳۰۷ھ میں لاہور سے شائع ہوئی تھی۔ ۱۳۰۹ھ میں سبحان بخش شکارپوری نے دہلی سے اس کو مع ترجمہ شائع کیا تھا اور اعمال ماثورہ نام رکھا تھا۔

الاکمال فی اسماء الرجال (اور) اسماء الرجال والرواۃ المذکورین فی کتاب المشکوٰۃ

الاکمال فی اسماء الرجال کا ذکر ڈاکٹر زبید احمد صاحب نے شیخ محدث کی عربی تصانیفِ حدیث کے ضمن میں کیا ہے[۵]۔ فہرس التوالیف میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ اسماء الرجال پر شیخ کی مشہور تصنیف اسماء الرجال والرواۃ المذکورین فی کتاب المشکوٰۃ ہے۔ اس میں مشکوٰۃ کے سب راویان حدیث کے نام یکجا کردیے گئے ہیں شروع میں خلفاء راشدین کا ایک طویل تذکرہ ہے۔ اُس کے بعد اہل بیت کا حال ہے پھر راویان حدیث کے حالات حروف تہجی کی ترتیب سے لکھے گئے ہیں۔ اسماء الرجال پر ہندوستان میں عربی زبان میں اس سے قبل امام رضی الدین حسن الصغانیؒ صاحب مشارق الانوار نے ایک کتاب درالسحابہ فی بیان مواضع وفیات الصحابہ لکھی تھی۔

اسماء الرجال والرواۃ المذکورین فی کتاب المشکوٰۃ کا ایک قلمی نسخہ بانکی پور کے

---

۱ نمبر ۴۰۴۔ سنہ کتابت ۱۲۹۹ھ ہے ۲ تین نسخے ۳۲۰، ۳۱۹ و ۳۱۸۔ ۳ نمبر ۲۷۵
۴ کتب خانہ آصفیہ۔ فہرست جلد اول۔ ص ۵۰-۵۱
۵ The Contribution of India to Arabic Literature, p. 256

کتب خانہ میں موجود ہے۔ کتاب اب تک شائع نہیں ہوئی ہے۔

شرح سفر السعادت

سفر السعادت، مولانا مجد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس کی تصنیف ہے۔ اس میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ احادیث جو عبادات، احوال و معاش سے متعلق ہیں جمع کی گئی ہیں۔

شیخ محدث نے اس کتاب کی افادیت کے پیشِ نظر اس کی شرح لکھنی شروع کی تھی لیکن ساتھ ہی ساتھ ایک اور خیال بھی ملحوظ خاطر تھا۔ مولانا فیروز آبادی بعض موقعوں پر حد اعتدال و جادۂ انصاف سے باہر چلے گئے تھے۔ اس لیے شیخ محدث نے ضروری سمجھا کہ ان تمام لغزشوں کی نشاں دہی کردی جائے۔ فرماتے ہیں۔

"... ولیکن چوں وے دریں باب مرمذہب اتحاح محدثین از اصحاب ظواہر رفتہ و در بسیارے از مواضع سخن در خلاف مذاہب مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین گفتہ و ادعائے فساد و بطلان مخالف مدعائے خود نمودہ ... در مبالغہ و افراط از حد اعتدال و جادۂ انصاف بیروں رفتہ است .... لازم طریقۂ انصاف و نصیحت نمودہ شرح آں کردن و حقیقت حال کشف نمودن"[1]

فہرس التوالیف میں لکھتے ہیں:

"مقصد وے (مولانا مجد الدین) دریں کتاب آنست کہ اعمال شریفہ حضرت نبویہ را از عبادات و عادات با حدیث اثبات کردہ و تصحیح نمودہ و بر دو انکار بر آنچہ مخالف آں از مذاہب اربعہ واقع شدہ تصریح کردہ است۔ پس در شرح تائید مذاہب اربعہ خصوصاً مذہب حنفی و معارضہ کلام مصنف ادعائے صحت احادیث موافق مدعائے خود نمودہ رقم رد و بطلان برخلاف آں کشیدہ است، کردہ شد"

شرحِ سفر السعادت تین حصوں پر منقسم ہے، پہلے حصہ میں مولانا فیروز آبادی کی بیان کردہ احادیث پر محدثانہ انداز میں بحث کی گئی ہے اور ہر ایک حدیث کے اسناد و رجال کو

[1] شرح سفر السعادت۔ ص ۳۔

Marfat.com

معلوم کیا گیا ہے ۔ دوسرے حصہ میں مجتہدین پر بحث ہے خصوصیت کے ساتھ حنفی مذہب کے اصولوں کی حمایت کی گئی ہے ۔ یہ کتاب کا خاص حصہ ہے اور حقیقت میں سفر السعادت کی شرح لکھنے کا اصلی سبب بھی یہی ہے ۔ تیسرے حصہ میں شرعی احکام کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے ۔

جس وقت شیخ محدثؒ نے یہ شرح لکھنی شروع کی تھی اس وقت خیال تھا کہ شاید زندگی وفا نہ کرے اور[1] یہ کتاب نامکمل رہ جائے ۔ اس لیے فرماتے ہیں :-

"وصیت می کنم فرزند عزیز نور دیدہ، دانش و بینش نور الحق را کہ وجود ثانی و مقصود اولی من است .... ایں مہم را صورت دہد" [2]

ساتھ ہی احتیاطاً سب ماخذ کی فہرست بھی دے دیتے ہیں تاکہ شیخ نور الحق کو کتابوں کی تلاش میں دقت نہ ہو ۔ جو کتابیں اس شرح کے لکھتے وقت شیخ محدثؒ کے پیش نظر تھیں اُن کے نام یہ ہیں :-

(۱) تفسیر کشاف	(۲) تفسیر بیضاوی	(۳) مدارک
(۴) جلالین	(۵) صحیح البخاری	(۶) کرمانی
(۷) فتح الباری	(۸) توشیح سیوطی	(۹) مشارق الانوار
(۱۰) صحیح مسلم	(۱۱) شرح امام نووی	(۱۲) موطائے امام محمدؒ
(۱۳) جامع ترمذی	(۱۴) جامع الاصول	(۱۵) جمع الجوامع سیوطی
(۱۶) شمائل النبوی	(۱۷) مشکوٰۃ	(۱۸) طیبی
(۱۹) شرح ابن حجر	(۲۰) انوار فصل رابع مشکوٰۃ و مصابیح ۔	
(۲۱) تورپشتی	(۲۲) مشارق	(۲۳) مجمع البحار

---

[1] ۱۰۳۳ھ میں یہ کتاب مکمل ہوئی ۔ اس وقت شیخ کی عمر ۷۶ سال تھی

[2] شرح سفر السعادت ۔ ص ۲ ۔

Marfat.com

(۲۴) نہایہ جزری (۲۵) مختصر نہایہ سیوطی (۲۶) مقاصد حسنہ سخاوی

(۲۷) تنزیہ الشریعہ ابن اعراق (۲۸) والدر المنتشرہ فی الاحادیث المشتہرہ للسیوطی۔

(۲۹) تمیز الطیب من الخبیث فیما یدور علی الالسنۃ من الاحادیث لابن ربیع

(۳۰) شفائے قاضی عیاض (۳۱) مواہب لدنیہ (۳۲) صواعق محرقہ

(۳۳) روضۃ الاحباب (۳۴) سنن الہدیٰ (۳۵) اذکار نووی

(۳۶) عمل الیوم واللیلہ سیوطی (۳۷) حصن حصین جزری (۳۸) شرح اربعین ابن حجر

(۳۹) مختصر ایسر طبری (۴۰) جامع الاصول (۴۱) تقریب

(۴۲) تہذیب (۴۳) مغنلو (۴۴) شرح نخبۃ المضغۃ

(۴۵) شرح شمنی (۴۶) الفیہ عراقی (۴۷) شرح مصنف

(۴۸) سخاوی (۴۹) شیخ زکریا (۵۰) رسالہ مختصر طیبی

(۵۱) ہدایہ (۵۲) شرح ابن الہمام (۵۳) شرح وقایہ

(۵۴) شرح نقایہ شمنی (۵۵) زاد الفقیہ (۵۶) حاوی

(۵۷) رسالہ ابن ابی زید (۵۸) شرح زرکشی بر کتاب خرقی (۵۹) قراۃ شاطبی

(۶۰) اتقان سیوطی (۶۱) جوزہ جزریہ (۶۲) قاموس

(۶۳) مہذب (۶۴) مغرب

اس طویل فہرست کے باوجود لکھتے ہیں:۔

"مجز ایں مذکورات بعضے کتب و رسائل نیز شاید کہ در بعضے بنظر درآمدہ باشد"[1]

شرح سفر السعادت، ۱۲۵۲ھ/۱۸۳۶ء میں کلکتہ سے ۱۸۸۵ء، ۱۸۸۵ء اور ۱۹۰۳ء میں لکھنؤ سے شائع ہوئی تھی قلمی نسخے انڈیا آفس[2]، حیدرآباد[3] ایشیاٹک سوسائٹی[4]، کلکتہ مدرسہ[5]، پیشاور[6]

---

[1] شرح سفر السعادت ص ۴۔ [2] نمبر ۵۶ [3] نمبر ۲۸، ۲۹ [4] نمبر ۱۰۰۲

[5] نمبر ۱۱۰ [6] نمبر ۳۱۹۔

Marfat.com

اور بانکی پور[۱] کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ بانکی پور کا نسخہ مصنف کے دست خاص کا لکھا ہوا ہے۔ اس کے خاتمہ پر یہ عبارت ہے:

"ثم انہ کان تسوید ھذا الکتاب بین الصلواتین من یوم الاثنین الرابع والعشرین من شھر جمادی الاولی سنہ ست عشر والف والحمد للہ ثم تم انتساخ ھذہ النسخہ ومقابلتھا علی ید مولفہ الفقیر الی اللہ عبدالحق بن سیف الدین بن سعد اللہ سحرۃ یوم الثلاثا السابع العشرین من جمادی الاخری سنہ الف وثلاث وثلاثین من ھجرۃ سید الاولین و الاخرین" [۲]

انڈیا آفس کا نسخہ خود مصنف کا تصحیح کیا ہے۔ حیدر آباد کا نسخہ ۱۰۸۶ھ ۷۶-۱۶۷۵ء کا ہے۔ ایشیاٹک سوسائٹی کا ۱۰۸۰ھ کا۔ کلکتہ مدرسہ کا ۱۱۹۲ھ کا۔

مرزا مظہر جان جاناں کے پاس شرح سفر السعادت کا ایک ایسا نسخہ تھا جو مصنف کے درس میں رہ چکا تھا۔ مرزا صاحب کو یہ نسخہ بہت عزیز تھا۔ ایک دوست فریدالدین خاں نے عاریتاً مانگا تو بھیجدیا لیکن ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا:

"نسخہ شرح سفر السعادت موجود است اما میان ما و شما وعدہ آں نبود، ہر گاہ شما طلبید ید مستحق تر ے از شما کیست، آنرا ہم حوالہ محمد عظیم کردیم۔ ایں نسخہ از درس مصنف گذشتہ و حواشی بدست مصنف وارد و خط شیخ عبدالحق را می شناسم، قدر آنرا بدانید، و آب و تاب نگاہ دارید چنانچہ ہست" [۳]

تحقیق الاشارہ فی تعمیم البشارہ	اس کتاب میں اُن تمام احادیث کو جمع کیا گیا ہے جن میں کسی نہ کسی بزرگ کو جنت کی بشارت دیگئی

---

[۱] نمبر ۱۱۸۶۔
[۲] فہرست جلد ۱۳۔ ص ۴۷۔
[۳] کلیات طیبات۔ ص ۶۶۔

ہے۔ اس کا قلمی نسخہ دہلی کے ایک کتب خانہ[1] میں موجود ہے۔

ترجمہ مکتوب النبی الاھل فی تعزیۃ ولد معاذ بن جبل

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مکتوب کا ترجمہ ہے جو حضور نے معاذ بن جبل کے نام لکھا تھا کتاب المکاتیب والرسائل[2] میں یہ دو صفحہ کا ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔

---

[1] Contribution of India to Arabic Literature p. 256

[2] ص ۲۸۶-۲۸۸۔

باب (۴) چہارم

عقائد

عقائد پر شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی کتاب تکمیل الایمان وتقویۃ الایمان کو بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ اس کتاب میں شیخ نے عقائد اسلام اور قواعد ملت کو "بر طریق سنیۂ اہل سنت وجماعت[1]" نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے۔ وجہ تصنیف اس طرح بیان فرماتے ہیں:

"نوشتم آنرا برائے ہر مومن طالب وطالب صادق واقتصار کردم در وے بر اثبات مذہب حق وبیان قول صحیح وتعرض نکردم بذکر مذاہب زائغہ وایراد واقوال باطلہ ونرفتیم براہ بحث وجدال وطریقۂ قیل قال وتجرید کردم از دلائل کلامیہ وتدقیقات فلسفیہ تا طالب را در ورطۂ حیرت وتذبذب نیفگند"[2]

ویسے تو یہ کتاب کل ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ لیکن مضامین کے تنوع اور جامعیت کے اعتبار سے بہت بلند پایہ ہے۔ ایمان کی نوعیت، جبر واختیار، عذاب قبر، بعثت، معراج، شفاعت، جنت ودوزخ، توبہ، استمداد از قبور، معجزات، اہل بیت وغیرہ وغیرہ عنوانات پر صحیح مذہبی نقطۂ نظر کو نہایت وضاحت اور صفائی سے پیش کیا ہے۔ کتاب حجم میں کم ہے، لیکن افادیت میں بہت زیادہ ہے۔

تکمیل الایمان اپنے موضوع پر بہت جامع کتاب ہے، حجم میں مختصر اور سلجھی ہوئی زبان میں ہونے کی وجہ سے اس کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ اور متعدد بار طبع ہوئی ۱۸۷۳ء میں میر علی نے اس کا اردو ترجمہ سبیل الجنان کے نام سے کانپور سے شائع کیا تھا۔ ۱۸۸۱ء میں

---

[1] و [2] تکمیل الایمان - ص ۲۔

دوسرا ایڈیشن طبع ہوا۔

تکمیل الایمان کے قلمی نسخے برٹش میوزیم[1]، حیدرآباد[2]، انڈیا آفس[3]، ایشیاٹک سوسائٹی[4] بوڈلین لائبریری[5]، بانکی پور[6] وغیرہ میں موجود ہیں۔ بانکی پور میں ایک ایسا نسخہ بھی موجود ہے جس کی تصحیح خود مصنف نے کی ہے۔

---

۱ ۸۲۷ (Rieu) ۲ ۱۳۳۶

۳ ۲۵۸۳-۵ (Ethe) ۴ Ad 9 ص ۹ (مرزا اشرف)

۵ ۱۷۸۵ (Ethe) ۶ ۱۲۸۳، ۱۲۸۴

Marfat.com

باب (۵) پنجم

فِقہ

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی مندرجہ ذیل تصانیف اس عنوان کے ماتحت آتی ہیں:

(۱) فتح المنان فی تائید النعمان (۲) الفوائد

(۳) هدایت الناسك الی طریق المناسك

فتح المنان فی تائید النعمان (عربی) فقہ حنفی کی تائید میں ہے۔ شیخ محدثؒ نے احادیث کو مختلف عنوانات کے ماتحت جمع کیا ہے۔ پھر چاروں ائمہ کے منضبط کیے ہوئے مسائل بیان کیے ہیں۔ آخر میں محاکمہ کیا ہے، ائمہ کے ماخذ اور منشاء پر بحث کی ہے اور امام اعظمؒ کے ماخذ کو دیگر ماخذ پر ترجیح دی ہے۔

فتح المنان فی تائید مذہب النعمان کا قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے[1]

شیخ محدثؒ کا ایک رسالہ الفوائد بھی فقہ اور عقائد سے متعلق ہے، اس کا قلمی نسخہ کتب خانہ بانکی پور میں موجود ہے[2]۔

ہدایت الناسک الی طریق للناسک میں زیارت حرمین اور اعمال حج سے بحث کی گئی ہے

فہرس التوالیف میں اس کے متعلق فرماتے ہیں،

"رسالہ ایست مضبوط منقح کہ زبدۂ مناسک حج و آداب زیارت بجہت سالکان

ایں راہ وقاصدان ایں درگاہ ذکر کردہ شد"

---

[1] نمبر ۱۳۲۰ (فن کلام نمبری ۷۶) کیوریٹر کتب خانہ آصفیہ سے کتاب کے متعلق تفصیلات دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ کتاب میں نہ تو عنوانات کی فہرست ہے اور نہ سنہ کتابت [2] نمبر ۲۷۸۳ (المفتاح الکنوز)

باب (۶) ششم

تصوّف

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے تصوف پر جو بیش بہا ذخیرہ چھوڑا ہے، اس کی فہرست یہ ہے:

(۱) تنبیہ العارف بما وقع فی العوارف

(۲) تحصیل التعرف فی معرفۃ الفقہ والتصوف

(۳) شرح فتوح الغیب

(۴) ترجمہ غنیۃ الطالبین

(۵) انتخاب المثنوی المولوی للمعنوی

(۶) توصیل المرید الی المراد بہ بیان الاحزاب والاوراد

(۷) مرج البحرین فی الجمع بین الطریقین

(۸) نکات الحق والحقیقۃ من باب معارف الطریقۃ

(۹) جواب بعض کلمات شیخ احمد سرہندی

(۱۰) رسالہ وجودیہ.

تنبیہ العارف بما وقع فی العوارف (عربی)

یہ کتاب حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے ایک ارشاد کی تائید اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے اس پر اعتراض کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا تھا:

قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ — میرا قدم ہر ایک ولی اللہ کی گردن پر ہے

Marfat.com

شیخ سہروردی نے عوارف المعارف میں اس پر اعتراض کیا ہے اور لکھا ہے کہ حضرت شیخؒ کا یہ فرمانا بہ حالت سُکر تھا۔ شیخ عبدالحقؒ نے اس کا جواب دیا ہے اور کہا ہے کہ اُن کا ایسا فرمانا بہ حالت صحو تھا اور اُنہوں نے بحکم الٰہی مامور ہو کر یہ فرمایا تھا۔ اس رسالہ کا قلمی نسخہ رامپور[۱] کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ فہرست میں نام یہ دیا ہوا ہے

"الرسالۃ فی بیان قول قدمی ھذا علی رقبۃ کل ولی اللہ"[۲]

تحصیل التعرف فی معرفۃ الفقہ والتصوف (عربی) فقہ اور تصوف یا شریعت اور طریقت میں تطبیق کی کوشش شیخ محدثؒ کا ایک زبردست علمی کارنامہ ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے اسی قسم کی کوشش کی ہے۔ اس کتاب کا قلمی نسخہ مولوی انوارالحق حقی کے کتب خانہ میں موجود تھا۔[۳]

شرح فتوح الغیب فتوح الغیب[۴] حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے اٹھتر وعظوں کا مجموعہ ہے۔ ان کی فصاحت، بلاغت اور تاثیر کا اعتراف انگلستان کے مشہور مستشرق مارگولیتھ نے بھی کیا ہے۔[۵] اس میں مذہبی مسائل کو قرآن و حدیث کی روشنی میں تصوف کی چاشنی دے کر اس انداز سے بیان کیا گیا ہے کہ پڑھنے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ شیخ محدثؒ کا تو یہ خیال ہے کہ ——

"در تحقیق مقالات دین و کمالات اہل یقین موافق لسان رسالت و زبان نبوت است چنانکہ شان معارف صدیقان است فرمودہ اند"[۶]

---

۱ نمبر ۳۳۹۔ ۲ اخبارالاخیار میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا ذکر کرتے ہوئے شیخ محدثؒ نے حضرت غوث الاعظمؒ کے اس ارشاد کو پھر دوہرایا ہے (ص ۱۰) میرے خیال میں شیخ محدثؒ نے ہندوستان کے مشائخ اور علماء کے سلسلہ میں ان کا ذکر بھی اسی عقیدہ کے ماتحت کیا ہے۔

۳ مراۃ الحقائق۔ ص ۵۰ ۴ ۱۳۰۴ھ میں مصر سے شائع ہوئی۔

۵ ملاحظہ ہو Ency of Islam Vol I p. 41 42

۶ فہرس التوالیف (قلمی)

Marfat.com

شیخ محدثؒ نے اس کی شرح نہایت ہی عالمانہ انداز میں لکھی ہے۔ شرح لکھنے کی داستان بھی بڑی دلچسپ ہے۔ شیخ محدث نے یہ کتاب شیخ عبدالوہاب متقیؒ کے پاس دیکھی تھی۔ بلکہ شیخ متقی نے فرمایا تھا۔

"ایں را حاصل کنید و دست دراں زنید و براں باشید و ہر قدر کہ توانید براں عمل کنید و بدانید و آگاہ باشید کہ طریقۂ حضرات قادریہ در راہ روشن ایں سلسلہ علیہ اینست" [۱]

مکہ معظمہ میں شیخ محدثؒ کو فتوح الغیب کا کوئی نسخہ دستیاب نہ ہو سکا۔ ہندوستان آئے تو قادریہ سلسلہ کے ایک بزرگ نے اس کا نسخہ عنایت فرمایا۔ شیخ محدث نے استاد کی ہدایت کے مطابق اس کو کافی غور سے پڑھا۔ فرماتے ہیں:

"بوصیت شیخ ذکرہ اللہ بالخیر آنرا گرفتم و بخواندم و درد ساختم" [۲]

اس کے بعد حضرت شاہ ابوالمعالی قادریؒ نے ترجمہ کرنے اور شرح لکھنے کا حکم دیا اور فرمایا۔

"ہمہ کارہا گذاشتہ ایں کار باید گرید" [۳]

لیکن شیخ محدثؒ کو اس کام کے کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ لاہور گئے، وہاں بیس روز تک شاہ ابوالمعالیؒ کی خدمت میں رہنا ہوا۔ شاہ صاحب کی صحبت میں رہ کر اس کام کو انجام دینے کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ لکھتے ہیں:۔

"ناگاہ حال دیگر گشت و ہمت در کار شد و فتح باب روئے نمود و بیم از دلِ ما رفتہ امید بہم رسید و ہیبت فرونشستہ اُنسے پیدا آمد" [۴]

سنہ ۱۰۲۳ھ میں اس شرح کی تکمیل ہوئی۔ مفتاح فتوح تاریخی نام رکھا گیا۔ خاتمہ پر ایک رباعی لکھی ہے ؎

اں شرح کہ مفتاح فتوح الغیب است | از غیب است ایں ازاں بری از عیب است

[۱] تا [۴] شرح فتوح الغیب ص ۱۳۲۔

۱۰۲۳

مفتاح فتوح نام و تاریخ افتاد   درخاطر آں کہ مظہر لاریب است[۱]

شیخ محدث رح کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح سے جو بے پناہ عقیدت تھی اس کا اظہار اس کتاب میں عجیب طریقے سے ہوا ہے۔ شیخ رح نے اس شرح کے شروع میں اپنا مقدمہ یا نام نہیں لکھا۔ اور یہ اس لیے کہ شیخ جیلانی رح کی تصنیف کے شروع میں انہوں نے اپنی طرف سے کچھ لکھنا سوء ادب خیال کیا۔

"ذکر نام ایں حقیر خود چہ حد و مجال کہ دریں مقام تواں برد" [۲]

کتاب کے خاتمہ پر شارح نے ایک مختصر سا نوٹ لکھا ہے اور فتوح الغیب کے متعلق اپنی یہ رائے ظاہر کی ہے —

"آنچہ دریں کتاب ازاں مودع است ہمہ بیان کتاب و سنت است" [۳]

شیخ محدث کی یہ شرح متن کے ساتھ ۱۲۸۳ھ میں لاہور سے شائع ہوئی تھی۔ ۱۲۹۸ھ میں مطبع نول کشور لکھنؤ سے شائع ہوئی۔ قلمی نسخے بانکی پور[۴]، ایشیاٹک سوسائٹی بنگال[۵]، حیدرآباد[۶] اور یورپ کے متعدد کتب خانوں میں موجود ہیں۔

ترجمہ غُنیۃُ الطالبین

غنیۃ الطالبین، شیخ عبدالقادر جیلانی رح کی تصنیف ہے[۷]۔ اس میں مختلف دینی مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ منجملہ دیگر مباحث کے تہتر[۷۳] اسلامی فرقوں کی تفصیل بہت دلچسپ ہے۔ شیخ محدث رح نے فارسی میں اس کا ترجمہ کیا تھا جو اب دستیاب نہیں ہوتا۔ مولوی عبدالحیی فرنگی محلی رح نے اپنی بعض تصانیف میں اس ترجمہ کا حوالہ دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ترجمہ ان کے پیش نظر تھا[۸]۔

---

۱ شرح فتوح الغیب ص ۳۲۳   ۲، ۳ شرح فتوح الغیب ص ۳۲۰

۴ نمبر ۱۳۸۷۔   ۵ فہرست مرتبہ مرزا اشرف علی (ص ۶۰) نمبر

۶ آصفیہ کتب خانہ۔ فہرست جلد اول۔ ص ۳۸۰

۷ مصر ۱۲۸۸ھ

۸ ملاحظہ ہو مرأۃ الحقائق۔ ص ۱۲۵

Marfat.com

انتخاب المثنوی المولوی المعنوی فہرس التوالیف میں شیخ محدثؒ نے اس تصنیف کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس کی دو ہزار تین سو سطریں تھیں یہ کتاب اب موجود نہیں۔

توسیل المرید الی المراد بہ بیان الاحزاب و الاوراد فارسی زبان میں ہے۔ فہرس التوالیف میں اس کے مباحث کے متعلق فرماتے ہیں۔

"دربیان علوم و قواعد متعلقہ باوراد و ادعیہ و احزاب و توفیق میان مذہب محدثین و مشائخ کہ در تصحیح و تضعیف بعضے اعمال دریں باب اختلاف دارند"

سنہ ۱۲۹۹ھ میں یہ رسالہ مطبع مفید عام آگرہ سے طبع ہوا تھا

مرج البحرین فی الجمع بین الطریقین خود شیخ محدثؒ اس کتاب کا تعارف اس طرح کراتے ہیں۔

ایں رسالہ ایست مسمی بہ مرج البحرین و جامع الطریقین جامع طریقہ فقہ و تصوف و شریعت و طریقت و ظاہر و باطن و صورت و معنی و قشر و لب و علم و حال و صحو و سکر و مذہب و مشرب و عقل و عشق واگر آنرا صراط مستقیم و طریق قویم نام کنند جائز باشد، و دین خالص و سبیل اسلم لقبش نہند روا باشد و دعوت حق و منبع رشاد گویند درست افتد و میزان عدل و دستور العمل گردانند باست آید[1]

اس کتاب کی تصنیف سے شیخ محدثؒ کا مقصد یہ تھا کہ "فقیہ محب مستشرف احوال و صوفی محقق مقید باعمال ہو۔

کتاب تیرہ وصال پر مشتمل ہے۔ مباحث یہ ہیں۔

وصال اول: محبت دنیا و ما فیہا۔

---

[1] مرج البحرین۔ ص ۳۔

Marfat.com

وصال دوم: اختلافات اُمت محمدیہ اور ترویج علوم فلسفہ

وصال سوم: فلسفیات کے حرام جاننے اور مباحثات سے پرہیز کرنے کے بیان میں۔

وصال چہارم: عقل و علم و ذکر و فکر

وصال پنجم: صحت عقل

وصال ششم: مذمت عقل ظاہر۔

وصال ہفتم: خدائے تعالیٰ کو چشم بصیرت سے دیکھنے کے بیان میں

وصال ہشتم: عقل کو نقل کے ساتھ کچھ علاقہ نہ ہونے کے بیان میں۔

وصال نہم: تطابق شریعت و طریقت

وصال دہم: ہفوات اولیاء۔ وصال یازدہم: حکایات صوفیہ صافیہ

وصال دوازدہم: فقراء کے بے سروسامان رہنے کے بیان میں۔

وصال سیزدہم: خلاصۂ مضامین کتاب قواعد الطریقۃ فی الجمع بین الشریعۃ والحقیقۃ

آخری باب حضرت شیخ سید احمد مغربیؒ کی مشہور تصنیف کا ترجمہ اور خلاصہ ہے۔

مرج البحرین ۱۲۶۵ھ میں مطبع عبدالرحمٰن سے اور ۱۲۷۴ھ میں مطبع محمدی کلکتہ سے شائع ہوئی تھی ۱۳۱۴ھ میں مطبع نامی لکھنؤ سے اس کا ترجمہ شائع ہوا تھا۔ اُردو ترجمہ مولوی غوث محمد فرخ آبادی نے کیا تھا اور وصال السعدین نام رکھا تھا۔ مولوی شیخ عبدالقادر صدیقی نے اس کی شرح فارسی زبان میں شرح البحرین کے نام سے کی تھی، اس کا قلمی نسخہ آصفیہ کتب خانہ میں موجود ہے (جلد اول ص ۴۴۶) بانکی پور کے کتب خانہ میں اس کا ایک ایسا قلمی نسخہ موجود ہے جس کی تصحیح خود حضرت شیخ نے فرمائی ہے۔

مرج البحرین گو مختصر کتاب ہے لیکن افادیت میں بڑی بیش بہا ہے۔ شیخ محدثؒ نے شریعت و طریقت، تصوف اور فقہ، علم اور عقل پر نہایت ہی دلنشین انداز میں بحث کی ہے۔ قرآن پاک، احادیث نبوی، اور کتب تصوف کے بے شمار حوالے درج ہیں مضمون کی

Marfat.com

خشکی کو شیخ محدث ؒ نے اپنے شگفتہ انداز بیان اور فارسی اشعار کے برمحل استعمال سے حیرت انگیز حد تک دور کردیا ہے۔

نکات الحق والحقیقۃ من باب معارف الطریقۃ فارسی میں تصوف کے مختلف مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ ۱۸۹۱ء میں مولوی سید محمد یوسف مراد آبادی نے مطبع احتشامیہ مراد آباد سے شائع کیا تھا۔ اُردو ترجمہ لطائف الحق کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

جواب بعض کلمات شیخ احمد سرہندی یہ رسالہ نایاب تھا اور اب تک طبع نہیں ہوا تھا، اس لیے ضمیمہ میں اس کو شائع کیا جا رہا ہے۔

رسالہ وجودیہ یہ رسالہ مولوی انوار الحق حقی دہلوی کے کتب خانہ میں موجود تھا۔ مراۃ الحقائق میں اس کا ذکر کیا گیا ہے[1]

---

[1] ص ۵۵۔

باب (۷) ہفتم

اخلاق

شیخ محدثؒ کی مندرجہ ذیل تصانیف اس عنوان کے ماتحت آتی ہیں:۔

(۱) آداب الصالحین

(۲) آداب اللباس

(۳) آداب المطالعہ والمناظرہ

(۴) تسلیۃ المصاب لنیل الاجر و الثواب

علم اخلاق علمائے اسلام کا محبوب موضوع رہا ہے، اور اس پر بیش بہا تصانیف وجود میں آئی ہیں۔ حضرت امام غزالیؒ نے اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ اب تک عزت و وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ نے اس میدان میں امام غزالیؒ ہی سے روشنی حاصل کی ہے۔

اسلامی معاشرت اور آداب و اخلاق پر زور دینے اور لکھنے کی ضرورت اکثر ایسے موقعوں پر پیش آتی ہے جب کسی نئی تہذیب یا طرز فکر کا اثر اسلامی سوسائٹی کا شیرازہ منتشر کر رہا ہو۔ امام غزالی کے زمانہ میں یونانی افکار اور طرز معاشرت سے مسلمانوں کی زندگی بہت متاثر ہو رہی تھی۔ چنانچہ حضرت امامؒ نے اپنی عظیم الشان تصنیف احیاء العلوم سے اس طوفان کو روکا۔

شیخ محدثؒ کے زمانہ میں اسلامی طرز معاشرت پر سخت وقت آ گیا تھا اور ہر چیز پر سخت تنقید کی جا رہی تھی۔ ان حالات میں شیخ محدثؒ نے ضروری سمجھا کہ اسلامی اصول زندگی کو پوری

Marfat.com

طرح پیش کر دیا جائے۔

آداب الصالحین

حضرت امام غزالیؒ کی مشہور عالم تصنیف احیاء العلوم کے چند ابواب کا فارسی خلاصہ ہے۔ شائع ہو چکی ہے ۱۲۶۳ھ میں نواب قطب الدین خاں دہلوی نے اس کا اردو ترجمہ ہادی الناظرین کے نام سے شائع کیا تھا۔ ۱۲۹۰ھ میں اردو ترجمہ دوسری بار شائع ہوا۔ مولانا عبد العزیز میمن کے ذریعہ آداب الصالحین کا ایک ایسا قلمی نسخہ دیکھنے کو ملا تھا جس کی تصحیح حضرت شیخؒ نے خود اپنے دست مبارک سے کی تھی۔

آداب اللباس

اس رسالے میں شیخ محدثؒ نے لباس میں اتباع سنت کی ہدایت کی ہے۔ مکروہ و ممنوع لباس کی تفصیل بتائی ہے۔ اس رسالہ کے قلمی نسخے بانکی پور[1]، برٹش میوزیم[2]، برلن[3] اور دیگر کتب خانوں میں موجود ہیں۔ عرصہ ہوا اردو ترجمہ کے ساتھ یہ رسالہ طبع ہوا تھا۔ (۱)

آداب المطالعۃ و المناظرہ

یہ مثنوی شیخ محدثؒ نے آداب گفتگو اور آداب مناظرہ کے متعلق ایام طالب علمی میں لکھی تھی۔ ممکن ہے کہ دربار اکبری کے ماحول سے متاثر ہو کر لکھی ہو۔ اکبر کے عبادت خانہ میں علماء سوء نے گفتگو و مناظرہ کا جو انداز اختیار کیا تھا، اس سے ہر دیانتدار عالم کا دل مجروح ہو چکا تھا۔ یہ مثنوی اب دستیاب نہیں ہوتی۔

تسلیۃ المصاب لنیل الاجر و الثواب

اس رسالہ میں مصیبت کے وقت صبر کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ فہرس التوالیف میں اس کے متعلق لکھتے ہیں:-

"در بیان صبر بر مصائب و بلایا و تنبیہ بر وجود نعم خفایا و تحقیق معنی اجابت و منع در دعا و سلوک طریق رضا و تسلیم در ورود احکام ارادیہ قدریہ و طلب و تادب الٰہی بترک طلب و سوال باختلاف اوقات احوال"۔

[1] نمبر ۲۱۶۹ [2] نمبر ج ۳ ۸۶۳ (Rieu) نام یہ درج ہے: "رسالہ مختصر در بیان آداب لباس حضرت سید البشر"
[3] نمبر ۱۴ (۲۸) نمبر ۵۳ (۲)

Marfat.com

باب (۸) ہشتم

اعمال واوراد

اس عنوان کے ماتحت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی مندرجہ ذیل تصانیف آتی ہیں :

(۱) اجوبتہ الاثنا عشر فی توجیہ الصلوٰۃ علی سید البشر

(۲) ترغیب اہل السعادات علی تکثیر الصلوٰۃ علی سید الکائنات

(۳) رسالہ عقد انامل

(۴) رسالہ وظائف

(۵) مطلب الاعلیٰ فی شرح اسماء اللہ الحسنیٰ

اجوبتہ الاثنا عشر فی توجیہ الصلوٰۃ علی سید البشر کے متعلق خود شیخ محدثؒ کا بیان ہے :-

"رسالۃ حوت توجیہات التشبیہ الواقع فی الصلوٰۃ علی النبی الکریم اللّٰھم صلی علی محمد وآل محمد کما صلیت علی ابراھیم وآل ابراھیم جمعتہا فی مجلس واحد من وقت السحر الی طلوع ذکاء مع ما وقع فی البین من الصلوٰۃ والورود والدعاء"[۱]

اس کا ایک قلمی نسخہ مولوی انوار الحق دہلوی کے کتب خانہ میں سنہ ۱۹۰۲ء تک موجود تھا۔

ترغیب اہل السعادات علی تکثیر الصلوٰۃ علی سید الکائنات فارسی زبان میں درود شریف کی

---

[۱] مراۃ الحقائق - ص ۴۸ -

فضیلت پر ایک مختصر رسالہ ہے۔ بانکی پور کے کتب خانہ میں ایک رسالہ فضیلت صلوٰۃ[1] نامی موجود ہے۔ غالباً یہ ترغیب اہل السعادات والے رسالہ ہی کا مختصر نام ہے۔ اس کے شروع میں شیخ فرماتے ہیں :-

"بدانکہ فوائد صلوٰۃ نبویہ علیہ اکمل الصلوٰۃ والتحیہ از حد احصا متجاوز است"

رسالہ عقد انامل (فارسی) انگلیوں پر اوراد کا شمار کرنے کے متعلق ہے۔ شیخ نے فہرس التوالیف میں اس کا ذکر نہیں کیا۔ مولوی انوار الحق حقی کے کتب خانہ میں اس کا ایک قلمی نسخہ موجود تھا[2]۔ رسالہ وظائف کا ذکر بھی شیخ نے اپنی فہرست میں نہیں کیا ہے۔ لیکن اس کا قلمی نسخہ ان کے خاندان کے لوگوں کے پاس موجود ہے[3]۔

مطلب الاعلیٰ فی شرح اسماء اللہ الحسنیٰ اس رسالہ میں اسماء الٰہی کے خواص بیان کیے ہیں۔ یہ رسالہ اور اس کا اردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ اُردو ترجمہ مولوی قطب الدین صاحب نے محرم سنہ ۱۲۶۹ھ میں مطبع مصطفائی لکھنؤ سے شائع کیا تھا۔

---

[1] نمبر ۱۲۸۵
[2] مراۃ الحقائق ۔ ص ۵۵
[3] مراۃ الحقائق ۔

باب نہم (۹)

فلسفہ اور منطق

شیخ محدث نے منطق و فلسفہ پر تین کتابیں عربی زبان میں تصنیف فرمائی تھیں۔

(۱) بناالمرفوع فی ترصیص مباحث الموضوع

(۲) درۃ البھیہ فی اختصار الرسالۃ الشمسیہ

(۳) شرح شمسیہ

درۃ البھیہ کا قلمی نسخہ برٹش میوزیم کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

Marfat.com

باب دہم (۱۰)

تاریخ

تاریخ پر شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی تصانیف یہ ہیں :۔

(۱) جذب القلوب الی دیار المحبوب

(۲) ذکر ملوک

(۳) رسالہ نورانیہ سلطانیہ

جذب القلوب الی دیار المحبوب (فارسی) مدینہ منورہ کی تاریخ ہے۔ اس کی تصنیف و تالیف میں شیخ محدث نے زیادہ تر سید نورالدین علی کی کتاب وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ سے مدد لی ہے[1]۔ کتاب مندرجہ ذیل سترہ ابواب پر مشتمل ہے۔

(۱) اسمار ایں بلدۂ عظیم۔

(۲) در ذکر فضائل و محامد وے کہ بہ احادیث و آثار بہ ثبوت رسیدہ

(۳) در اخبار سکان ایں بقعہ کرامت نشان در قدیم الزماں

(۴) در انبعاث باعثہ قدوم سید الکائنات بدیں بلدہ

(۵) در ہجرت نمودن سید المرسلین۔

(۶) در کیفیت عمارت مسجد نبوی

(۷) در بیان تغیرات و زیادتہا کہ در مسجد شریف بعد از حضرت راہ یافتہ۔

[1] جذب القلوب (۱۸۶۹ء) ص ۷

(۸) در فضائل مسجد شریف و روضۂ آنحضرتؐ

(۹) در ذکر عمارت مسجد قبا و بیان سائر مساجد نبوی

(۱۰) در ذکر بعض آثار متبرکہ کہ بشرف حضور فائض النور مشہور اند۔

(۱۱) در ذکر بعض اماکن شریفہ کہ در مابین مکہ و مدینہ مشہور و معروف اند۔

(۱۲) فضائل مقبرہ شریفہ۔

(۱۳) فضائل جبل احد و شہداء

(۱۴) فضائل زیارت حضرت سید الانام

(۱۵) در حکم زیارت قبر شریف۔

(۱۶) در آداب زیارت حضرت سید الانام و اقامت در آں عالی مقام

(۱۷) فضائل و آداب صلوٰۃ بر سید کائنات

شیخ محدث نے مدینہ منورہ میں اس کتاب کو شروع کیا تھا۔ دہلی میں مکمل کیا۔ خود لکھتے ہیں:

"و ابتدائے تسوید ایں حروف در سنہ ثمان و تسعین و تسع مائۃ در مدینہ منورہ بودہ و توفیق تبییض آں در سنہ احدی و الف در بلدۂ دہلی یافتہ" [۱]

گو اس کتاب کا بیشتر مواد سید نور الدین علی کی کتاب سے ماخوذ ہے لیکن پھر بھی شیخ نے اپنے مخصوص انداز تحریر سے اس میں ایک شگفتگی اور تازگی پیدا کر دی ہے۔ مدینہ منورہ سے جو والہانہ تعلق اُن کی ذات کو تھا اس کا اظہار اس کے حرف حرف سے ہوتا ہے۔ کتاب کو ان اشعار سے شروع کرتے ہیں۔

صد شکر کہ از تشنگی غم رستم | چوں قطرہ بدریائے کرم پیوستم
بر کشتی توفیق ازل بنشستم | و ز زمزم قدس چہرۂ دل شستم

---

[۱] جذب القلوب۔ ص ٦۔

Marfat.com

جب مدینۃ النبی کی تاریخ کے خاتمہ پر پہنچتے ہیں تو جذبات عقیدت میں ایک تلاطم سا پیدا ہونے لگتا ہے اور درود کی کثرت کا یہ عالم ہو جاتا ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کے ہر ہر حصّہ پر درود بھیجتے ہیں۔

جذب القلوب میں ایک جگہ دہلی کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

"اصل حسن و زیبائی کہ . . . . . دریں شہر شریف (مدینہ) است در ہیچ شہرے مشاہدہ نمی افتد و مسموع نمی گردد، مگر در بعض جا کہ شمہ از اشعہ لمعات و آثار برکات ایں بقعہ شریفہ دراں پرتو انداختہ باشد، چنانکہ در بلدۂ دہلی و امثال آں کہ بعضے از خادماں ایں درگاہ و خاکساران ایں راہ درآنجا خفتہ اند" [1]

جذب القلوب کو بڑی شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی[2]۔ کلکتہ، لکھنؤ اور دہلی سے متعدد بار طبع ہو چکی ہے۔ سب سے قدیم مطبوعہ نسخہ ۱۲۶۳ھ مطابق ۱۸۴۶ء کا ہے۔ "یہ مطبع انڈیان سن واقعہ بلدہ کلکتہ" میں ٹائپ میں چھپا تھا۔ اور کئی قلمی نسخوں سے مقابلہ کرنے کے بعد چھاپا گیا تھا۔ ایڈیٹر کا کہنا ہے۔ "ہر قدر جہد کہ در تصحیح ممکن شد بعمل آمد"۔ لیکن پھر بھی کچھ غلطیاں رہ گئی ہیں۔

جذب القلوب کا اردو ترجمہ تاریخ مدینہ کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

بانکی پور میں جذب القلوب کا ایک ایسا قلمی نسخہ ہے جو مصنف کی وفات سے چار سال قبل یعنی ۹۔ صفر ۱۰۴۸ھ میں نقل کیا گیا ہے[3]۔ کیمبرج یونیورسٹی کے کتب خانہ میں بھی اس کا ایک اچھا قلمی نسخہ موجود ہے[4]۔

ذکر ملوک اسلامی ہند کی ابتداء سے اپنے زمانہ تک کے حالات شیخ محدثؒ نے اس تاریخ

---

[1] جذب القلوب ۔ ص ۶
[2] خافی خاں کو یہ کتاب اس وجہ سے پسند تھی کہ "دراں ذکر حضرات ائمہ طاہرین و ظلم و تعدی مخالفین باظہار کمال حسن عقیدت نمودہ" (منتخب اللباب ص ۲۴۰)
[3] نمبر ۶۳۳ جلد ہفتم۔
[4] فہرست مرتبہ براؤن ۔ ص ۲۵۵

Marfat.com

ہیں لکھے ہیں۔ لودھی خاندان سے قبل کے حالات کے لیے اُن کا ماخذ طبقات ناصری، تاریخ فیروز شاہی اور تاریخ بہادر شاہی ہیں۔ اس کے بعد جو کچھ لکھا ہے وہ یا تو ذاتی مشاہدہ پر مبنی ہے یا بزرگوں سے سُنا ہے۔ کتاب کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے:

"اللھم مالك الملك تؤتی الملك من تشاء و تنزع الملك ممن تشاء وتعز من تشاء و تذل من تشاء بيدك الخير انك على كل شئ قدير"

دیباچہ کے اختتام پر یہ شعر ہے۔

مقصود اہل ذوق ز ذکر گذشتگاں
تنبیہ عبرت است چہ مسکیں چہ بادشاہ

کتاب کی ابتدائی عبارت اور اس دیباچہ کا آخری شعر نہایت اہم اور پُر معنی ہے۔ ان دونوں کو اگر شیخ محدث کے اس خط کے ساتھ پڑھا جائے جو انہوں نے اکبر کی وفات پر لکھا تھا تو اس زمانہ میں ان کی ذہنی کیفیات اور محرکات کا پورا اندازہ ہو جاتا ہے۔[۱]

شیخ محدث نے یہ تاریخ اکبر کے چالیسویں سنہ جلوس میں ختم کر لی تھی۔ آخری باب میں فرماتے ہیں:

واز اول جلوس تا الآن کہ از مدت سلطنت عظمیٰ و دولت کبریٰ ایں شہنشاہ عالی نژاد عالم مدار اقالیم ستاں زیادہ بر چہل سال رفتہ است"

یعنی ۱۰۰۴ھ میں لیکن اس کے بعد بھی کتاب میں اضافہ کرتے رہے۔ آخری باب میں انہوں نے اپنے اس ارادہ کا اظہار اس طرح کیا تھا۔

"وتفصیل احوال فتوحات و جہاں ستانی و قواعد وضوابط و روابط عالمگیری در دفاتر

---

[۱] اکبر کے جاہ و جلال، شان و شوکت، فراوانی دولت اور فتوحات کا ذکر کرنے کے بعد نہایت حسرت سے یہ دعا کرتے ہیں کہ "کیا ہی اچھا ہو کہ شہنشاہ شریعت اسلامیہ کو ہمیشہ کے لیے قائم کر سکے۔ اے رب العالمین میری اس دعا کو قبول فرما!
(ملاحظہ ہو تاریخ حقی)

Marfat.com

و مجلدات نگنجد، اگر مدت عمر فسحتی پیدا کردہ و توفیق و تائید پروردگار دستگیری کرد حسب
الطاقت صرف ہمت نمودہ بتقصیر راضی نشدہ خواہد بود۔

اُن کو اتنی فرصت تو نہ ملی کہ کوئی تفصیلی اضافہ اس تصنیف میں کر سکتے، لیکن پھر بھی بعض واقعات کو اس میں درج کر دیا۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ۱۰۰۵ھ کے بعد کے تمام واقعات کا الحاق کسی اور شخص کا کیا ہوا ہے۔ لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے۔

شیخ نور الحقؒ نے زبدۃ التواریخ کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ شیخ فرید نے ان کے والد ماجد سے درخواست کی تھی کہ وہ اپنی تاریخ کو ترمیم و اضافہ کے بعد مکمل کر دیں۔ شیخ عبد الحقؒ ان دنوں کچھ اعلیٰ کاموں میں مصروف تھے۔ اس طرف توجہ کرنے کی فرصت نہ ہوئی۔ اور شیخ فرید (یعنی نواب مرتضیٰ خاں) کی درخواست کو رد کرنا بھی مناسب نہ سمجھا چنانچہ اُنہوں نے شیخ نور الحقؒ سے کہا کہ وہ شیخ فرید کی درخواست کو پورا کر دیں۔ چنانچہ اُنہوں نے زبدۃ التواریخ میں اکبر اور اس کے بعد کے حالات کا اضافہ کر دیا۔

ذکر ملوک کا ایک تتمہ مولوی حاجی رفیع الدین خاں مراد آبادی نے لکھا ہے جس میں ۱۱۹۰ھ تک کے واقعات درج ہیں۔ روہیلوں، مرہٹوں وغیرہ کے متعلق بعض دلچسپ اور اہم معلومات اس تتمہ میں ملتے ہیں۔ اس کا ایک قلمی نسخہ جناب ماموں مولوی نسیم احمد صاحب فریدی کے ذریعہ حاصل ہوا ہے۔

ہندوستان میں تاریخ حقی کے قلمی نسخے بانکی پور[۱]، علی گڈھ[۲]، مدراس[۳]، حیدرآباد[۴] وغیرہ کے کتب خانوں میں ملتے ہیں۔ علی گڈھ کے نسخہ کی کتابت ۱۰۳۰ھ کی ہے۔

تاریخ حقی اب تک شائع نہیں ہوئی ہے۔ ایلیٹ نے اس کے کچھ حصہ کا انگریزی

---

[۱] نمبر ۵۳۷، جلد ہفتم۔ ص ۹-۸۔ [۲] لٹن لائبریری۔ مسلم یونیورسٹی۔ علی گڈھ
[۳] گورنمنٹ اورنٹیل لائبریری مدراس۔ نمبر ۲۸۲۔ تاریخ حقی کا ابتدائی حصہ تاریخ فیروز شاہی برنی سے ماخوذ ہے۔ اس بنا پر فہرست کے مرتب کو غلط فہمی ہوئی اور اس نے اس کا نام انتخاب تاریخ فیروز شاہی المعروف بہ "تاریخ حقی" لکھ دیا۔ [۴] آصفیہ جلد اول۔ ص ۲۲۴۔

Marfat.com

ترجمہ اپنی کتاب میں کیا ہے۔

رسالۂ نورانیۂ سلطانیہ

یہ رسالہ تاریخ سے نہیں سیاست سے متعلق تھا۔ لیکن اب اس کی حیثیت ایک تاریخی رسالہ کی ہے، اس بنا پر تاریخ کے ذیل میں ہی اس کا ذکر مناسب سمجھا گیا۔

یہ رسالہ نورالدین جہانگیر کے لیے لکھا گیا تھا۔ فہرس التوالیف میں لکھتے ہیں:-

"دربیان قواعد سلطنت واحکام ارکان واسباب وآلات تحصیل آں و اوضاع وآداب ایں امر عظیم الشان مزین باسم سامی سلطان الوقت وملک الزمان خلد اللہ ملکہ"

اس رسالہ کا ایک قلمی نسخہ ۱۹۴۷ء سے قبل دہلی میں سید ظہیر الحسن صاحب کے کتب خانہ واقع قرولباغ میں خاکسار نے دیکھا تھا۔ ہندوستان اور یورپ کے کسی اور کتب خانہ میں اس کا قلمی نسخہ موجود نہیں تھا۔ معلوم نہیں اب وہ نسخہ کہاں ہے اور کس حالت میں ہے۔

Marfat.com

باب یازدہم (۱۱)

سیر و تذکرہ

عنوان بالا کے تحت شیخ محدثؒ کی یہ تصانیف قابل ذکر ہیں :-

(۱) مدارج النبوۃ

(۲) اخبار الاخیار

(۳) احوال ائمہ اثنا عشر خلاصہ اولاد سید البشر

(۴) انوار الجلیہ فی احوال مشائخ الشاذلیہ۔

(۵) زبدۃ الآثار منتخب بہجۃ الاسرار

(۶) ترجمہ زبدۃ الآثار

(۷) مطلع الانوار البہیہ فی الحلیۃ الجلیۃ النبویۃ

مدارج النبوۃ

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل حیات طیبہ ہے۔ رسول پاکؐ کی زندگی کا شاید ہی کوئی گوشہ ہو جس پر اس کتاب میں روشنی نہ ڈالی گئی ہو۔ یہ کتاب شیخ محدثؒ کا نہایت اعلیٰ علمی اور ادبی شاہکار ہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں نے جو مذہبی لٹریچر پیدا کیا ہے، اس میں مدارج النبوۃ کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس سے پہلے کسی ہندی مسلمان نے رسول پاکؐ کی اتنی جامع مفصل اور مکمل سوانح حیات مرتب نہیں کی تھی۔

مدارج النبوۃ بارہ سو سے زیادہ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کو پانچ حصوں میں اس طرح پر تقسیم کیا گیا ہے۔

Marfat.com

(۱) قسم اول۔ درذکر فضائل وکمالات، اخلاق وصفات

(۲) قسم دوم۔ درذکر نسب وولادت

(۳) قسم سوم۔ درذکر وقائع سنوات از ابتدائے ہجرت تا وفات۔

(۴) قسم چہارم۔ درذکر حدوث مرض وغسل وتکفین وغیرہ

(۵) قسم پنجم۔ درذکر اولاد طاہرہ وازواج مطہرہ

مدارج النبوۃ کی تصنیف کا محرک اس زمانہ کے حالات تھے۔ اکبری عہد میں شریعت وسنت سے بے اعتنائی انتہا درجہ کو پہنچ گئی تھی۔ حضور سرور کائنات سے تعلق ٹوٹ رہا تھا۔ ان حالات میں ضروری تھا کہ رسول مقبول کی حیاتِ طیبہ کو مکمل طور پر پیش کر دیا جائے۔ فرماتے ہیں

"....چوں از فساد زماں انحرافے در مزاج وقت بعضے درویشاں مغرور ایں روزگار راہ یافتہ واز تیرگیِ آئینہ استعداد وتنگی حوصلۂ ادراک پایہ ارفع ومقام اقدس محمدی راہیچ کس را بدرک ودریافت آں راہ نیست نشناختہ وتقصیرے درادائے حق اعتقاد نمودہ واز جادۂ دین وصراط مستقیم برافتادہ بودند لازم حق نصیحت دریں مسلمانی آں بود کہ احوال وصفات قدسیہ آں سرور انبیاء، وامام اولیاء، ومفخر رسل واستاد کل معدن علوم اولین وآخرین ومنبع فیض انبیاء ومرسلین واسطہ ہر فضل وکمال ومظہر ہر حسن وجمال.... نگارش نماید وایں بے خبراں را از حقیقت حال آگاہ گرداند وغافلاں را از خواب غفلت بیدار سازد وطالباں را رو براہ آرد" [1]

مدارج النبوۃ ۱۲۶۹ھ میں فخر المطابع دہلی، ۷۴-۱۲۷۱ھ میں مظہر العجائب پریس سے طبع ہوئی تھی ۱۸۶۷ء اور ۱۸۸۰ء میں لکھنؤ سے دو ایڈیشن شائع ہوئے۔ اس کے قلمی نسخے انڈیا آفس [2]

[1] مدارج النبوۃ۔ جلد اول۔ ص ۳۔

[2] نمبر ۱۷، ۱۰۹۵ھ کا نسخہ ہے

Marfat.com

بانکی پور[۱]، جرمنی[۲]، برٹش میوزیم[۳] وغیرہ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ بعض اجزاء کے اقتباسات علیحدہ بھی کتب خانوں میں ملتے ہیں[۴]۔ خواجہ عبدالمجید نے منہاج النبوۃ کے نام سے اس کا ترجمہ کیا تھا جو شائع ہو چکا ہے۔

اخبار الاخیار

ہندوستان کے علماء و مشائخ کا نہایت مستند تذکرہ ہے۔ شیخ محدثؒ نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ سے لے کر اپنے زمانہ تک کے مشہور علماء و مشائخ کے حالات قلم بند کیے ہیں۔ ابتداء میں عقیدت کی بنا پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا ذکر کیا ہے۔

اخبار الاخیار شیخ محدثؒ کے علمی تبحر، انداز تحقیق اور وسعت مطالعہ کا بہترین آئینہ دار ہے۔ قرون وسطیٰ کے پورے مذہبی لٹریچر پر اُن کی نظر ہے۔ وہ جو کچھ لکھتے ہیں اس کی پوری طرح تحقیق کرتے ہیں۔ عقیدت کہیں واقعات کی تحقیق میں مانع نہیں آتی۔ اصول اسناد کا استعمال شیخ نے نہایت سختی سے کیا ہے۔

اخبار الاخیار میں مشائخ کے حالات کی ترتیب سلسلوں کے اعتبار سے نہیں ہے۔ بلکہ کل مشائخ کو زمانہ کے لحاظ سے تین طبقوں میں تقسیم کر لیا گیا ہے۔

(۱) طبقہ اول: از خواجہ معین الدین چشتیؒ تا شیخ فخرالدین فرزند خواجہ بزرگؒ

(۲) طبقہ دوم: از بابا فرید گنج شکرؒ تا مولانا احمد حافظؒ

(۳) طبقہ سوم: از شیخ نصیرالدین چراغ دہلویؒ تا مولانا بخشیؒ

اس کے بعد مجاذیب اور بزرگ عورتوں کا تذکرہ ہے۔ آخر میں ایک تکملہ ہے جس میں شیخ محدثؒ نے اپنے اجداد کا حال لکھا ہے۔ اخبار الاخیار کے مطبوعہ نسخے[۵] اس قصیدے پر

---

۱ ص ۳۹۰ جلد ۶ سنہ ۱۰۶۲ھ کا نسخہ ہے ۲ ص ۹۰ (Vollers) ۳ نمبر ۸۶۳ (Rieu.)
۴ نمبر ۹۳۰ جلد اول، کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد، انتخاب مدارج النبوۃ۔ نیز نمبر ۱۰۵ رسالہ حلیہ جناب رسالتمآب اور رسالہ در شمائل آنحضرت (ص ۸۷۸) ۵ اس وقت چار مطبوعہ نسخے پیش نظر ہیں۔
۱۔ مطبع محمدی دہلی ۱۲۸۳ھ۔ ۲۔ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۹ھ ۳۔ ایضاً ۱۳۳۲ھ۔ ۴۔ مسلم پریس دہلی ۱۳۳۲ھ

Marfat.com

ختم ہو جاتے ہیں جو پہلے حصہ میں پورا نقل ہو چکا ہے۔ لیکن ایک قلمی نسخہ میں جو حضرت جد امجد مولوی ارشاد علی صاحب مرحوم نے ۱۴۔ ذی الحجہ ۱۲۷۵ھ کو ملتان میں نقل کرایا تھا اور جس کی تصحیح حکیم محمد حسن صاحب امروہی نے کی ہے، یہ عبارت تتمہ کے طور پر درج ہے۔

"ایں سطرے چند است کہ دربیان باعث اختصار کتاب رقم زدہ کلک مؤلف گشتہ بمنہ وفضلہ یمحو اللہ ما یشاء و یثبت عندہٗ ام الکتاب کاتب حروف ختم اللہ لہ بالحسنیٰ و جعل آخرتہ خیراً من الاولیٰ پیش از تاریخ از سی سال بیشتر از چہل سال کمتر روزے در خدمت درویشان بذوق صحبت ایشاں نشستہ بود چناں کہ رسم مریداں باشد از مناقب پیراں خود سخن میکردند بحا صحبت وحلاوتے کہ سخناں ایں طائفہ دارد چناں آں حکایات در دل جائے کرد و اگر فت کہ چوں از اں مجلس برخاست براں شدہ بود اگر فکر میکرد ہماں می تراوید، پس بشوق تمام آنرا بنوشت و طلب مزید کرد، تا رفتہ رفتہ قدرے محسوس پیدا آمد و چوں ثبت احوال پیشیاں پیش از ذکر مقامات پیشیناں اتفاق افتاد طلب آں نیز کرد و از ادنی با علی رفت و باآں پیشینہ ضم کرد و کتاب را بایں مزین و محلی ساخت تا مجموعہ بہم رسید نیکو و پسندیدہ و جامع و مفید لیکن اول عشق بازی و شوق ایں سخناں تازہ بود و حرص استماع و اجتماع آں بے اندازہ در اول کتابے بود کہ خامہ کاتب حروف بہ تسوید آں جریاں یافتہ صورت ترتیب سخن بے اضطرابے نباید چنانکہ باید تنقیحے و انتخابے بتافت وہم بحکم اضطراب با ضمیمۂ افراح بعضے از اصحاب دو سہ نسخہ ہم براں نمط نوشتہ شدہ اعتبار یافت دریں اثنا در سنہ ست و تسعین و تسع مائتہ بسفر حجاز رفت چوں ازیں سفر باز آمد حالے گردیدہ و ہمت بجانب دیگر مصروف گشتہ بود فرصت نظر براں کتاب نیافت۔ ناگاہ مردم را دید براہ اختلاف و انتقاد رفتہ بعضے آں را بتطویل اطناب موسوم داشتہ و بعضے در جرح و تعدیل آں افتادہ و نظر ملالت و سامت بروے گماشتہ و زبان تشنیع کشادہ بعلت آنکہ بعضے از بنہا اہل دہاں و ابنائے روزگار داستاد و ساکنان ایں دیار بودہ اند و حقیقت آنکہ چوں پیشیناں از عالم گذشتہ و علاقہ حسد و عناد ارباب غرض و ہوا از ایشان گسستہ اند زبان

مردم رستہ در دائرہ اجماع واتفاق آسودہ اند، اما پیشینیان از اہل زمان چوں بواعث ودواعی اقرار وانکار درمیان است درکشاکش نزاع وخلاف افتادہ است آلودۂ قدح وانکار گشتند ونعم فضل ومرتبہ تقدم باقی است اما ایں قدر دانند کہ ایں مقدمان دین در وقت خود متاخر بودند وبعضے از اہل زماں از کمالات ایشاں غافل ومحجوب ومتاخریں بعد ازاں خود متقدم شوند نظر بر تاخر وتقدم نباید کرد انصاف باقی است وحسن عمل منظور، ونیز نام ایں رسالہ اخبار الاخیار است نہ تذکرۃ الاولیا وسیر العارفین مثلا وذکر آنہا کہ آشنا اند ومحل تردد وانکار گشتہ بطفیل است نہ بقصد بتبعیت است نہ باصالت ایں سخن در دیباچہ کتاب گفتہ شد حاجت بتکرار نیست و باوجود آں بصلاح دید وقت ویاراں اصرار نظر ثانی بر آں لازم افتاد وبرخے از اختصار آسودہ تا اگر خواہند آں نسخہ لئے نوشتہ وآں نوشتہ باز آرند واگر ہنوز از دغدغہ ختم طریقے باقیست چارہ نیست ایں قدر کردہ شد وزیادہ بریں مقدور نبود معذور دارند، بے عیب خدا است وعیب پوش او است وصلی اللہ علیہ وسلم وتمت کلمۃ ربک صدقا و عدلا لا مبدل لکلماتہ وھو السمیع العلیم"

یہ عبارت بڑی اہم ہے۔ اس سے اخبار الاخیار کی تصنیف وترتیب کے ماحول پر روشنی پڑتی ہے۔

اخبار الاخیار کے بعض مطبوعہ نسخوں کے خاتمہ پر حضرت مجدد الف ثانیؒ کے حالات میں ڈھائی صفحے کے ایک نوٹ کا اضافہ کسی شخص نے کر دیا ہے۔ جس کا اخبار الاخیار یا اس کے مصنف سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور اس جگہ پر بالکل غیر موزوں ہے۔

اخبار الاخیار کی ترتیب وتالیف مختلف اوقات میں ہوئی تھی۔ فہرس التوالیف میں شیخ لکھتے ہیں:۔

"نسخہ اول بقدر پانزدہ ہزار بیت، ومتوسط دوازدہ ہزار بیت۔ ومنتخب آخر کہ قرار یافتہ نہ ہزار"

Marfat.com

وکسے زائد و ثبت، دریں مجموعہ نسخۂ متوسط است۔ و ایں اول تصنیفے است کہ رقمزدۂ
کلکِ ایں مسکیں شدہ است"

خود اخبار الاخیار کی اندرونی شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ترمیم و اضافہ کا سلسلہ ۹۹۳ھ سے ۹۹۹ھ کے بعد تک چلتا رہا۔ اور غالباً یہی وجہ ہے کہ اخبار الاخیار کے بعض نسخوں میں کہیں کہیں عبارت کا فرق نظر آتا ہے۔

شیخ سعد الدین خیرآبادیؒ کے ایک مرید شیخ اللہ دیاؒ کے حال میں لکھتے ہیں:

"ہمدریں سال کہ نہ صد و نود و سہ (۹۹۳) است وفات یافت"

پھر شیخ وجیہ الدین گجراتیؒ سے ۹۹۶ھ میں اپنی ملاقات کا ذکر کرتے ہیں۔ کتاب کے خاتمہ پر یہ قطعہ تاریخ درج ہے ؎

طیب اللہ حقی انفاسک — زادک اللہ قوۃً و غنیً
نام تاریخ ایں کتاب عزیز — گر کنی ذکر الاولیا احسن
۹۹۹

تکملہ میں ۹۹۹ھ کے بعد کے حالات بھی ملتے ہیں۔

شیخ محدثؒ کی اس کتاب کو اُن کی زندگی ہی میں بڑی مقبولیت حاصل ہو گئی تھی۔ جہانگیر نے جب دیکھا تو شیخ محدثؒ کی محنت و تحقیق کی داد دیے بغیر نہ رہ سکا۔[1]

معاصرین نے شیخ کی جس تصنیف کی سب سے زیادہ تعریف کی ہے وہ اخبار الاخیار ہی ہے۔ محمد غوثی نے لکھا ہے:

"الحمد للہ، آپ نے اس فرصت کے اندر عالم باطن کے پردہ نشینوں کی تصویر بھی قلم کی نقاشی سے کھینچ کر کتب تصنیف کو معرفت بیانی کے تصویر خانہ میں جگہ دی ہے۔ بالخصوص تذکرۂ مشائخ جو اخبار الاخیار کے نام سے نامزد ہے۔ اس کتاب کی خوبیاں تعریف کے قالب میں

[1] تزک جہانگیری۔ ص ۲۸۲۔ جہانگیر کے متعلق مولانا شبلی مرحوم لکھتے ہیں: "چونکہ نکتہ شناس تھا، اس لیے ہر شخص کی نسبت ایسی رائے ظاہر کرتا ہے جو ایک بڑے مدقق کا کام ہو سکتا ہے" (تزک جہانگیری اور جہانگیر)

Marfat.com

نہیں سما سکتی ہیں۔[۱]

بدایونی نے شیخ محدثؒ کی صرف دو ہی کتابوں کا ذکر ضروری سمجھا ہے۔ تاریخ مدینہ (یعنی جذب القلوب) اور اخبار الاخیار[۲]

اخبار الاخیار ہندوستان میں متعدد بار چھپا ہے۔ ۱۲۸۳ھ میں مطبع محمدی سے ۱۳۰۹ھ اور ۱۳۳۲ھ میں مطبع مجتبائی سے چھپا۔ ۱۳۲۸ھ میں مولانا غلام احمد خاں بریاں نے اس کا اردو ترجمہ حافظ سید یمین علی صاحب سے کرا کر مسلم پریس سے شائع کیا تھا۔ قلمی نسخے بوڈلین، ایشیاٹک سوسائٹی، برٹش میوزیم، کیمبرج یونیورسٹی، بانکی پور وغیرہ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

احوال ائمہ اثنا عشر خلاصہ اولاد سید البشر	(فارسی) اس رسالہ میں شیخ محدثؒ نے بارہ اماموں کے عالات تحریر

فرماتے ہیں۔ اس کا تاریخی نام "دم خاندان کرم" ہے۔ ۱۰۰۰ھ یہ رسالہ حضرت خواجہ محمد پارساؒ کی کتاب فصل الخطاب سے منقول ہے۔ قلمی نسخہ بانکی پور کے کتب خانہ میں موجود ہے۔[۳]

انوار الجلیۃ فی احوال مشایخ الشاذلیہ	(فارسی) اس رسالہ میں شیخ محدثؒ نے مشایخ سلسلہ شاذلیہ کا تفصیلی

ذکر کیا ہے۔ قلمی نسخہ مولوی انوار الحق دہلوی کے کتب خانہ میں تھا۔[۴]

زبدۃ الآثار منتخب بہجۃ الاسرار	(عربی) بہجۃ الاسرار۔ شیخ نورالدین ابوالحسن علی بن یوسف (۶۴۴ھ-۷۱۳ھ) کی تصنیف ہے

شیخ محدث نے زبدۃ الآثار کے نام سے اس کا خلاصہ کیا ہے۔

بہجۃ الاسرار، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے حالات میں نہایت قدیم اور مستند

۱۔ گلزار ابرار (اردو ترجمہ)

۲۔ منتخب التواریخ

۳۔ قلمی نسخہ نمبر ۷۳۶

۴۔ مراۃ الحقائق

Marfat.com

کتاب ہے۔ شیخ نورالدین اور حضرت غوث الاعظم کے درمیان فقط دو واسطے ہیں۔ اس بنا پر اس کتاب کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ شیخ نورالدین جید عالم تھے، قادری سلسلہ میں بیعت تھے۔ شہر شنطوق میں رہتے تھے، اس لیے شیخ شنطوفی کے نام سے پکارے جاتے تھے۔

شیخ محدث کو حضرت شیخ جیلانی سے جو عقیدت تھی اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ اسی تعلق کی بنا پر انھوں نے اس کتاب کا خلاصہ کیا، اور اس طرح پر اس کا عطر نکال لیا۔ زبدۃ الآثار ۱۳۰۴ھ میں بمبئی سے شائع ہوئی تھی۔ اس کا اردو ترجمہ کحل الابصار کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ قلمی نسخے بھی بعض کتب خانوں میں ملتے ہیں۔ آصفیہ کتب خانہ میں ایک اچھا نسخہ ہے۔ ایک نہایت قدیم نسخہ خاکسار کے پاس بھی ہے۔ تاریخ کتابت درج نہیں۔

زبدۃ الآثار کا فارسی ترجمہ حضرت شیخ نے داراشکوہ کی فرمائش پر کیا تھا۔

مطلع الانوار البہیۃ فی الحلیۃ النبویۃ	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کیا گیا ہے۔ قلمی نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال

کے کتب خانہ میں موجود ہے[۱]

۱؎ ص ۳۷۰ جلد اول۔

۵؎ D/295 ص ۱۴۱ (مرزا)

Marfat.com

باب دوازدہم

علمِ نحو

علم نحو سے متعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے دو کتابیں تصنیف کی تھیں۔

(۱) حاشیۃ الفوائد الضیائیہ

(۲) افکار الصافیہ فی ترجمۃ کتاب الکافیہ

اول الذکر شرح ملا پر حاشیہ تھا۔ دوسری کتاب کے متعلق فہرس التوالیف میں لکھتے ہیں:۔

"در سن صغر در ابتدائے حال طالب علمی بتقریب کسے کہ نسبت معنوی و رابطۂ قوی داشت تا آخر منصوبات تسوید نمودہ شد و تا بحث مرفوعات بہ بیا من رسید و عمر کاتب حروف دراں وقت پانزدہ یا شانزدہ سال بود۔

Marfat.com

باب سیزدہم (۱۳)

ذاتی حالات

شیخ محدث رح کی مندرجہ ذیل کتابیں ذاتی حالات سے تعلق رکھتی ہیں۔

(۱) اجازت الحدیث فی القدیم والحدیث

(۲) تالیف قلب الالیف

(۳) زاد المتقین فی سلوک طریق الیقین

(۴) وصیت نامہ

اجَازتُ الحدیث فِی القَدیم وَ الحدیث

اس رسالہ میں شیخ محدث نے اپنی اسناد حدیث درج فرمائی ہیں۔ اس رسالہ کا قلمی نسخہ مولوی انوار الحق دہلوی کے کتب خانہ میں تھا[1]

تالیف قلب الالیف بذکر فہرس التوالیف

اس رسالہ میں شیخ محدث رح نے اپنی تصانیف کی فہرست درج کی ہے۔ ابتدا میں دہلی کے بعض شعراء اور مصنفین کا حال بھی لکھا ہے یہ کتاب پہلے مطبع عزیزی رامپور سے پھر سنہ ۱۳۰۹ھ میں مطبع مجتبائی دہلی سے شائع ہوئی تھی۔ الیٹ[2] نے اپنی تاریخ کی چھٹی جلد میں اس کے کچھ حصہ کا ترجمہ شامل کیا ہے۔ یہ ترجمہ میجر اے آر فلر کا کیا ہوا ہے۔ ایڈیٹر اور مترجم دونوں نے اس کتاب کے نام سے ناواقفیت ظاہر کی ہے[2] کچھ عرصہ ہوا

---

[1] مراۃ الحقائق۔ ص ۴۸۔ [2] Elliot & Dowson جلد ششم ضمیمہ ص ۴۹۲-۴۸۳۔ لیکن ص ۴۹۲ پر نام درج ہے۔

کہ حیدر آباد سے سید شمس اللہ قادری نے اس کا ابتدائی حصہ تذکرہ مصنفین دہلی کے نام سے شائع کیا تھا۔

زادُ المتّقین اس کتاب میں قیام مکہ معظمہ کے حالات ہیں نیز شیخ علی متقی اور شیخ عبدالوہاب متقی اور دیگر مشایخ مکہ کے واقعات وسوانح درج ہیں۔

دیباچہ میں فرماتے ہیں :-

"تا مدت دو سال وکسرے بحالت قیام مکہ معظمہ انچہ دیدم یا شنیدم ضبط کردم"

شیخ محدث نے مکہ معظمہ میں اس کو لکھنا شروع کیا تھا، ہندوستان میں مکمل کیا۔ فہرس التوالیف میں لکھتے ہیں :

"احوال ایں کتاب بہ مکہ معظمہ ضبط کردم و بہ ۱۰۰۳ھ آنرا بتفصیل نوشتم"

زاد المتقین کے متعلق خود شیخ محدث کی رائے یہ ہے :

"اگر صراط مستقیم ومنہج قویم نیز نام آں کنم شاید۔ ومیزان عدل ودین حق لقب دے نہم تواند وگماں آنست کہ اگر سالکے باایں رفتار رود بمنزل مراد برسد واگر ایں را حاکم وقت دستور حال خود سازد از جادہ بیروں نیفتد"

زاد المتقین اب تک شائع نہیں ہوئی ہے۔ قلمی نسخے برٹش میوزیم[1] اور کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد میں موجود ہیں۔

وصیّت نامہ اس میں شیخ نے اپنے وصایا درج کئے ہیں۔ طبع نہیں ہوا قلمی نسخہ مولوی انوار الحق دہلوی کے کتب خانہ میں موجود تھا[2]

---

[1] (Rieu, Or. 217 [2] مرأۃ الحقائق۔ ص ۶۰

باب (۱۴) چہاردہم

خُطبَات

شیخ محدثؒ نے ایک کتاب فصول الخطب لنیل اعالی المرتب میں خطبات جمع کیے تھے۔ اس کتاب کا کوئی نسخہ اب دستیاب نہیں ہوتا۔

Marfat.com

باب (۱۵) پانزدہم
مکاتیب

شیخ محدثؒ کی دو تصانیف اس عنوان کے ضمن میں آتی ہیں ۱-

(۱) کتاب المکاتیب والرسائل

(۲) صحیفۃ المودۃ

کتاب المکاتیب میں اڑسٹھ خطوط ہیںؒ - ان خطوط کی حیثیت رسائل کی ہے - جن میں نہایت شرح وبسط کے ساتھ بعض عنوانات پر گفتگو کی گئی ہے -
حضرت خواجہ باقی باللہؒ، شیخ عبداللہ نیازیؒ، شاہ ابوالمعالیؒ کے علاوہ نواب مرتضیٰ خاں شیخ فرید، نواب خان خاناں، شیخ ابوالخیر مبارک اور فیضی وغیرہ کے نام بھی خطوط ہیں۔

کتاب المکاتیب کا یہ مجموعہ ۱۲۹۶ھ میں مطبع مجتبائی دہلی سے شائع ہوا تھا ۱۳۳۲ھ میں اسی مطبع سے اخبار الاخیار کے حاشیہ پر اس کو چھاپا تھا - اس کے قلمی نسخے کم ملتے ہیں - جو ملتے ہیں ان میں مضامین کی کمی بیشی ہے - بانکی پور میں جو نسخہ ہے اس میں صرف چوالیس[۴۴] رسائل ہیں[۲] - مولانا ابوالکلام آزاد کے والد ماجد کے پاس شیخ محدثؒ کے مکتوبات کا جو مجموعہ تھا اس میں غالباً زیادہ مکاتیب تھے[۳]

صحیفۃ المودۃ حقیقت میں ایک مثنوی تھی جس میں بقول شیخ ـــــ
"شہر آشوب عالم محبت است - خالی از

ا؎ مطبوعہ نسخہ میں تین رسائل ایسے ہیں جن کا ذکر فہرس التوالیف میں نہیں ہے -
۲؎ نمبر ۱۳۸۹ - ۳؎ تذکرہ ص ۱۰ -

Marfat.com

سلامتے وملامتے نیست وکسے کہ مطلع باشد بر احوال جماعہ مکتوب الیہم۔ داند کہ در ضمن بیان معانی آں چہ نکتہا وظرافتہا رعایت کردہ شدہ است"

یہ خطوط سب دوستوں کے نام تھے۔ اس مثنوی کا کوئی نسخہ اب دستیاب نہیں ہوتا۔

باب (۱۶) شانزدہم

اشعار

شیخ محدث کو شعر و سخن کا ذوق خاندانی ورثہ میں ملا تھا۔ ان کے والد شیخ سیف الدین، اُن کے چچا شیخ رزق اللہ مشتاقی، ان کے جدامجد شیخ فیروز شعروشاعری سے گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ موخرالذکر کے متعلق شیخ محدث نے لکھا ہے۔

"معنی حلویت و شعر و ظرافت در خانۂ ما از وے پیدا شد"

شیخ محدث کے ذکر میں نظام الدین بخشی لکھتے ہیں :۔

"زبان شعر دارد"

معارج الولایت میں لکھا ہے :۔

"در شعر نیز رغبتے تمام داشت..... از منظومات از ہر جنس از بحر و وزن گفتے و حق تخلص خود را نہادے، چنانکہ در کتب و رسائل ایشاں اشعار ایشاں مکتوبست"

شیخ کے دیوان کا کوئی نسخہ نظر سے نہیں گزرا صبح گلشن کے مرتب نواب علی حسن خاں کا بیان ہے :

"دیوانش مشتمل بر انواع نظم کہ اکثرش قصائد نعتیہ است از نظر گذشت"

Marfat.com

ہندوستان کے کسی کتب خانہ میں شیخ کے دیوان کا نسخہ نہیں ملتا۔ کتب خانہ آصفیہ میں ایک مختصر منظوم رسالہ تصوف سے متعلق ضرور ملتا ہے۔ لیکن وہ غالباً دیوان سے علیحدہ چیز ہے۔

شیخ عبد الحق نے ایک بیاض حسن الاشعار فی جمع الاشعار کے نام سے جمع کی تھی اس کے متعلق فہرس التوالیف میں لکھتے ہیں :-

"چند غزل و قصائد و قطعہا و رباعیات کہ بجہت شرم و حیا ستر و اخفار آں لازم است نا مرتب در بیاضہا افتادہ بود و بہ نسبت بے حیائی کہ لازمۂ طریقۂ شاعری است نوشتہ شدہ و در دیباچۂ رسالہ جذوے از شر و عذر گم گوئی کہ متضمن معنی قباحت فہمی است ذکر کردہ شدہ"

اس کا کوئی نسخہ موجود نہیں ہے۔ ایام طالب علمی میں ایک مثنوی آداب المطالعۃ والمناظرہ لکھی تھی۔ وہ بھی نایاب ہے۔ صحیفۃ المودۃ میں دوستوں کے نام خطوط تھے۔ اس کا بھی اب پتہ نہیں ملتا۔

ان حالات میں شیخ محدث کے شاعرانہ کمالات کے متعلق تفصیلی بحث ممکن نہیں۔ اُن کی تصانیف میں اشعار کثرت سے ملتے ہیں، اور غالباً بیشتر انہی کے ہیں، لیکن یقین کے ساتھ ان کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ بہر حال جن اشعار کے متعلق یقین ہے کہ وہ شیخ محدث ہی کے ہیں، ان کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کے کلام میں درد، تاثیر، علو معانی، استادانہ پختگی اور شیرینی سب کچھ ہے۔

ؔ فہرست کتب - جلد اول - ص ۳۲۶ -

یہ رسالہ نظر سے نہیں گزرا۔ فہرست میں جن دیگر رسالوں کے ساتھ اس کا ذکر کیا گیا ہے، اُن میں چند موضوع ہیں۔ اور کچھ کی نسبت غلط ہے۔ ممکن ہے کہ اس رسالہ کے متعلق بھی غلط فہمی ہوئی ہو۔

Marfat.com

(۱) اشعار جو تصانیف میں ملتے ہیں

دوش از کثرتِ اغیار بجاتم دادند ——— رہ بسوئے حرم وحدتِ ذاتم دادند
حقیؔ از گوشہ دہلی نہ نہم پا بیروں ——— خود گر فتیم کہ ملکِ گجراتم دادند

حقیؔ کجا و صحبت کس کز خیالِ دوست ——— وارد بخود چو مردم دیوانہ عالمے

حقا بیانِ شوق بپایاں نمی رسد ——— کوتاہ ساز قصۂ دور و دراز را

عجب ز اطوار خود پسند انست ——— طور ما طور درد مند انست
ہیچ چیزے چو درد مندی نیست ——— کہ در و بوئے خود پسندی نیست

(المکاتیب ص ۲۹۹)

حقیؔ تو ز تاریخ و حکایات گوئی ——— در راہ تتبع روایات پوئی
در زاویہ فقر نشستی کارے ——— جز ذکر خدائے نفی و اثبات جوئی
حقیؔ زپئے قصہ و افسانہ شدی ——— چوں مردم روزگار فرزانہ شدی
درویش ترا ز ذکر شاہاں چہ غرض ——— مفتون سخن گشتی و دیوانہ شدی
مقصود اہل ذوق ز ذکر گذشتگاں ——— تنبیہ عبرت است چہ مسکیں چہ بادشاہ

(ذکر ملوک)

مخدومے عارف زماں مشتاقی ——— وے گفت بوقت نقل مشتاق حقم
حقیؔ چو بتاریخ وفاتش نگریست ——— نوک قلمش ہماں سخن کرد رقم

۹۸۹

Marfat.com

صد شکر کہ از تشنگی غم رستم | چوں قطرہ بدریائے کرم پیوستم
برکشتی توفیق ازل بنشستم | وز زمزم قدس چہرۂ دل شستم

(جذب القلوب)

ایں نامہ کہ پایۂ ترقی آمد | شایستہ اقبال و ترقی آمد
جنبیدن خامہ وقت تسوید حروف | در دست دل شکستہ دعی آمد

(احوال ائمہ اثنا عشر)

اے آنکہ ترا طالع مسعود بود | دانی کہ مرا از توچہ مقصود بود
یک فاتحہ از بہر من خستہ بخواں | تا عاقبت کار تو محمود بود

(سفر السعادت)

مرا از دم خاندانِ کرم | چو جنبید ایں کلکِ مشکیں رقم
ز صاحب دلے کز دم آگاہ بود | دم ہمتے نیز ہمراہ بود
زنی گر ز تاریخ ایں نامہ دم | برآر از دم خاندان کرم
۱۰۱۸ھ

رفت بر بوئے سر زلف تو حقی بچمن | ورنہ کے بوئے نسیم سحری بود غرض

بہر جوئے کہ آں مرمی کند از جام دحقی | کہ دلدار مرا شاید کہ مقصود امتحاں باشد

(شرح فتوح الغیب)

(۲) اشعار از صبح گلشن

زدیدہ تیز نگاہش گزشت و در دل خورد | بلائے دیدہ نگہ کن کہ بردل افتادہ است
شہیدِ عشق مپندار خفتہ در خاک ست | کہ چشم بستہ و برباد قاتل افتادہ است

Marfat.com

بر رخش زلف پُرشکن بینید — سنبل افتادہ بر سمن بینید
در گرفت از رخش بگل آتش — آتش افتادہ در چمن بینید
تن او در درون پیراہن — ہمچو جاں در درون تن بینید

آں ترک مردم کش مگو بہر تماشا می رود — شہرے ہمہ شد صید او اکنوں بصحرا می رود
در دیدن آں عشوہ گر طاقت کجا دارد بشر — سویش ملک بیند اگر او نیز از جا می رود

قامتش در جلوہ آمد طاقتم بر باد رفت — نرگسش در خواب رفت و فتنہ را بیدار کرد
حال حقی بر تو کے ظاہر شود زیرا کہ وے — حالتے دارد کہ نتواند بخود اظہار کرد

شب فراق کہ از ہجر یار می گریم — بہانہ درد کنم زار زار می گریم
بہر کجا کہ بود ملتفے روم آنجا — بدیں بہانہ ز ہجر نگار می گریم

چناں در غیرتم از تو کہ گر چشمت ترا بیند
پریشاں گردم و خواہم کہ آں چشم تو من باشم

آخر بدور تو شکرستاں شود جہاں — ریزد بدیں صفت چو شکر از دہاں تو
خوش داری اے رقیب بحقی گمان وصل — یارب ہمیشہ راست بود ایں گمان تو

رنگ حناست بر کف پائے سبار کت
باخون عاشق ست کہ پامال کردۂ

Marfat.com

در خواب ہمیشہ با خیال تو خوشم — در بیدارم بخط و خال تو خوشم
القصہ چہ در خواب چہ در بیداری — اے مردم دیدہ با جمال تو خوشم[۱]

صبح گلشن ص ۱۴۰

فہرست تصانیف شیخ محدث رح

بترتیب حروف تہجی

نمبر	نام کتاب	فن و موضوع	زبان	کیفیت
۱	اجازت الحدیث فی القدیم والحدیث	ذاتی حالات	عربی	غیر مطبوعہ
۲	اجوبۃ اثنا عشر فی توجیہ الصلوٰۃ علی سید البشر	اعمال	عربی	غیر مطبوعہ
۳	احوال ائمہ اثنا عشر خلاصہ آل سید البشر	سیر	فارسی	غیر مطبوعہ
۴	اخبار الاخیار فی احوال الابرار	سیر و تذکرہ	فارسی	مطبوعہ اُردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا
۵	آداب الصالحین	اخلاق	فارسی	مطبوعہ اردو ترجمہ از نواب قطب الدین دہلوی
۶	آداب اللباس	اخلاق	فارسی	مطبوعہ۔ اُردو ترجمہ
۷	آداب المطالعہ والمناظرہ (مثنوی)	اخلاق	فارسی	غیر مطبوعہ
۸	اسماء الاستاذین رح	ذاتی حالات	عربی	غیر مطبوعہ
۹	اسماء الرجال الرواۃ المذکورین فی کتاب المشکوٰۃ	حدیث	عربی	غیر مطبوعہ
۱۰	اشعۃ اللمعات فی شرح المشکوٰۃ	حدیث	فارسی	مطبوعہ
۱۱	افکار الصافیہ فی ترجمہ کتاب الکافیہ	نحو	فارسی	غیر مطبوعہ
۱۲	انتخاب المثنوی للمولوی المعنوی	تصوف	فارسی	غیر مطبوعہ
۱۳	انوار الجلیہ فی احوال مشایخ الشاذلیہ	سیر و تذکرہ	فارسی	غیر مطبوعہ

Marfat.com

نمبر شمار	نام کتاب	فن و موضوع	زبان	کیفیت
١٤	بناء المرفوع فی ترصیص مباحث الموضوع	علم حکمت	عربی	غیر مطبوعہ
١٥	تحصیل التعرف فی معرفۃ الفقہ والتصوف	تصوف	عربی	غیر مطبوعہ
١٦	تحقیق الاشارۃ الی تعمیم البشارۃ		عربی	غیر مطبوعہ
١٧	ترجمۃ الاحادیث الاربعین فی نصیحۃ الملوک والسلاطین	حدیث	فارسی	غیر مطبوعہ
١٨	ترجمہ زبدۃ الآثار منتخب بہجۃ الاسرار	سیر	فارسی	مطبوعہ
١٩	ترغیب اہل السعادات علی تکثیر الصلوٰۃ علی سید الکائنات	اعمال	فارسی	غیر مطبوعہ
٢٠	تسلیۃ المصاب لنیل الاجر والثواب	اخلاق	فارسی	غیر مطبوعہ
٢١	تعلیق الحاوی علی تفسیر البیضاوی	تفسیر	عربی	غیر مطبوعہ
٢٢	تکمیل الایمان وتقویت الایقان	عقائد	فارسی	مطبوعہ۔ اُردو ترجمہ شائع ہو چکا
٢٣	تنبیہ العارف بما وقع فی العوارف	تصوف	عربی	غیر مطبوعہ۔
٢٤	توصیل المرید الی المراد بہ بیان الاحزاب والاوراد۔	تصوف	مخلوط	مطبوعہ۔ اُردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے
٢٥	جامع البرکات منتخب شرح المشکوٰۃ	حدیث	مخلوط	غیر مطبوعہ۔
٢٦	جذب القلوب الی دیار المحبوب	تاریخ	فارسی	مطبوعہ۔ اردو ترجمہ بھی شائع ہو گیا ہے
٢٧	جمع الاحادیث الاربعین فی ابواب علوم الدین	حدیث	عربی	غیر مطبوعہ۔
٢٨	جواب بعض کلمات شیخ احمد سرہندی رح	تصوف	فارسی	غیر مطبوعہ۔ ضمیمہ میں شائع کیا جا رہا ہے
٢٩	حاشیۃ الفوائد الضیائیہ	نحو	عربی	غیر مطبوعہ۔

Marfat.com

نمبر شمار	نام کتاب	فن وموضوع	زبان	کیفیت
۳۰	حسن الاشعار فی جمع الاشعار (دیوان	شعر	فارسی	غیر مطبوعہ ونایاب
۳۱	درۃ البہیہ فی اختصار الرسالۃ الشمسیہ	منطق	عربی	غیر مطبوعہ
۳۲	درۃ الفرید فی قواعد التجوید	قرأت	عربی	غیر مطبوعہ
۳۳	ذکر ملوک (تاریخ سلاطین ہند	تاریخ	فارسی	غیر مطبوعہ
۳۴	رسالہ شب برات	حدیث	فارسی	غیر مطبوعہ
۳۵	رسالہ صلوٰۃ الاسرار	تصوف	فارسی	غیر مطبوعہ
۳۶	رسالہ عقد انامل	اعمال	فارسی	غیر مطبوعہ
۳۷	رسالہ نورانیہ سلطانیہ	تاریخ	عربی فارسی مخلوط	غیر مطبوعہ
۳۸	رسالہ اقسام حدیث	حدیث	عربی	غیر مطبوعہ
۳۹	رسالہ وجودیہ	تصوف	عربی فارسی	غیر مطبوعہ
۴۰	رسالہ وظائف	اعمال	عربی فارسی	غیر مطبوعہ
۴۱	زاد المتقین	سیر وتذکرہ	فارسی	غیر مطبوعہ
۴۲	زبدۃ الآثار منتخب بہجۃ الاسرار	سیر وتذکرہ	عربی	مطبوعہ عربی ترجمہ بھی شائع ہو چکا۔
۴۳	شرح سفر السعادت		فارسی	مطبوعہ
۴۴	شرح شمسیہ	منطق	عربی	غیر مطبوعہ
۴۵	شرح صدور تفسیر آیت نور	تفسیر	عربی وفارسی	غیر مطبوعہ
۴۶	شرح فتوح الغیب	تصوف	فارسی	مطبوعہ
۴۷	صحیفۃ المودۃ	مکاتبات	فارسی	
۴۸	فتح المنان فی تائید مذہب النعمان	فقہ	عربی	غیر مطبوعہ
۴۹	فصول الخطب	خطبات	عربی فارسی	

Marfat.com

نمبر شمار	نام کتاب	فن و موضوع	زبان	کیفیت
۵۰	فہرس التوالیف (تالیف قلب الالیف)	ذاتی	فارسی عربی	مطبوعہ
۵۱	لمعات التنقیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح	حدیث	عربی	غیر مطبوعہ
۵۲	ما ثبت بالسنہ فی ایام السنہ	حدیث	عربی	مطبوعہ
۵۳	مدارج النبوۃ -	سیر	فارسی	مطبوعہ
۵۴	مرج البحرین	تصوف	فارسی	مطبوعہ، اُردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے
۵۵	مطلب الاعلیٰ فی شرح اسماء اللہ	اعمال	عربی فارسی	غیر مطبوعہ
۵۶	مطلع الانوار البہیہ فی الحلیۃ النبویہ		عربی فارسی	غیر مطبوعہ
۵۷	نکات الحق والحقیقت	تصوف	فارسی	مطبوعہ
۵۸	نکات العشق والمحبت	تصوف	فارسی	غیر مطبوعہ
۵۹	وصیت نامہ	ذاتی	فارسی	غیر مطبوعہ
۶۰	ہدایت الناسک الی طریق المناسک		فارسی عربی	غیر مطبوعہ

Marfat.com

حصّہ سوم

شیخ مُحدّثؒ اور اُن کے معاصرین

Marfat.com

باب (۱) اوّل

حضرت مُجدّد الف ثانیؒ

حضرت شیخ احمدؒ سرہندیؒ المعروف بہ مجدد الف ثانی اس عہد کے سب سے زیادہ مشہور و معروف بزرگ تھے۔ شیخ محدثؒ اور شیخ احمدؒ میں بڑی محبت اور مودت تھی۔ دونوں حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے خرمنِ کمال کے خوشہ چیں تھے اور دونوں کی زندگی کا مقصد احیاءِ ملت اور ترویج سنت و شریعت تھا۔

عارضی طور پر شیخ محدثؒ کو مجدد صاحبؒ کے نظریات سے کچھ اختلاف پیدا ہو گیا تھا اور انہوں نے مجدد صاحب کی تردید میں ایک رسالہ بھی لکھا تھا جو ضمیمہ کے طور پر اس کتاب میں شامل ہے۔ اختلاف کی نوعیت کا اندازہ اس رسالہ کے مطالعہ سے لگایا جا سکتا ہے۔ بعد کو جب شیخ مجددؒ نے اپنے خیالات کی وضاحت کی اور اُن کے متعلق سب شبہات دور ہو گئے تو شیخ محدثؒ کی رائے بھی بدل گئی۔ ان کا اختلاف نیک نیتی اور تحفظ شرع و سنت پر مبنی تھا۔ چنانچہ شکوک و شبہات رفع ہو جانے کے بعد اُنھوں نے انتہائی وسعت قلب کے ساتھ حضرت مجددؒ کے کارناموں کا اعتراف کیا۔

اکثر مورخین اور تذکرہ نگاروں نے اس اختلاف کی صحیح نوعیت کو نہیں سمجھا ہے، اور انہوں نے جانبداری سے کام لے کر تائید یا تردید میں بہت کچھ لکھ دیا ہے۔ بعض بزرگوں نے تو اس سلسلہ میں صدق و دیانت ہی کو فراموش کر دیا ہے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خاں اس اختلاف کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

Marfat.com

"وجہ ایں نقار آنست کہ حضرت شیخ را در تقلید مذہب تعصب بسیار بود و مجدد را در اتباع سنت و رد بدعات طریقت و شریعت صلابت تمام بایں رہ گزر اتفاق میان ہر دو صورت نمی بست[۱]"

رسالہ کا مطالعہ کرنے کے بعد نواب صاحب کے اس بیان کی حقیقت خوب واضح ہو جاتی ہے۔ بعض تذکرہ نویسوں نے اس اختلاف کو مجدد صاحبؒ کی شان میں توہین سمجھ کر طرح طرح کی تاویلات کی ہیں۔ یہاں اس تفصیل کا موقع نہیں۔ یہ اختلاف عارضی تھا اور بہت جلد دور ہو گیا[۲]۔ جب جہانگیر نے حضرت مجدد صاحبؒ کو گوالیار کے قلعہ میں بھیجا تو شیخ محدثؒ نے ہمدردی کا ایک خط لکھا۔ جس کا مجدد صاحبؒ نے یہ جواب دیا :-

"الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ مخدوما مکرما۔ در ورود مصائب ہر چند تحمل اذی است امید کرامتہا است بہترین امتعہ ایں نشاء حزن و اندوہ است و گوارا ترین نعم ایں مائدہ الم و مصیبت ایں شکر پارہا بدار وئے تلخ غلاف رقیق فرمودہ اند و بایں حیلہ راہ ابتلاء و انمودہ سعادتمنداں نظر بر حلاوت آنہا انداختہ و آں تلخی را در رنگ شکر می خایند و مرارت را بر عکس صفرا شیریں می یابند۔ چرا شیریں نیابند کہ افعال محبوب ہمہ شیریں اند۔ علتے کہ ازاں تلخ یابد کہ بما سوائے گرفتار است۔ دولتمنداں در ایلام محبوب آں قدر حلاوت و لذت می یابند کہ در انعام او متصور نباشد ہر چند ہر دو از محبوب اند لیکن در ایلام نفس محب را مدخلے نیست و در انعام قیام بمراد نفس است ؎

ھنیئاً لارباب النعیم نعیمھا

اللھم لا تحرمنا اجرھم ولا تفتنا

---

[۱] اتحاف ص ۳۰۵۔ [۲] اخبار الاخیار کے اخیر میں کچھ لوگوں نے شیخ مجددؒ کا ذکر بڑھا دیا ہے (طبع مجتبائی ۱۳۰۹ھ) جو بالکل بے محل ہے۔ اس میں شیخ عبد الحق کا ایک خط خواجہ حسام الدین کے نام نقل کیا گیا ہے جس میں شیخ محدثؒ نے میاں شیخ احمد سلمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق اپنی اعلیٰ رائے کا اظہار کیا ہے۔ اور نیز اپنے اختلاف کے دور ہونے کا بھی ذکر کیا ہے۔

Marfat.com

بدہم وجود شریف ایشاں دریں غربت اسلام اہل اسلام را مغتنم است۔ سلمکم اللہ سبحانہ وابقاکم والسلام"[1]

شیخ مجدد شیخ محدث کے احباب اور متعارف لوگوں سے بھی خصوصیت برتتے تھے اور ان کا کوئی کام کرنے سے دریغ نہ کرتے تھے۔ مرزا داراب بن عبدالرحیم خاں خاناں کو ایک خط میں لکھتے ہیں:

"ثانیاً سفارش شیخ اسماعیل می نماید از آشنایان معارف آگاہی حاجی عبدالحق است"[2]

شیخ نورالحق کے نام ایک طویل مکتوب پڑھنے کے قابل ہے۔ اس میں اخوی اعزی کہہ کر شیخ نورالحق کو مخاطب کیا ہے۔[3]

شیخ مجدد کے ان سب مکتوبات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اُن میں اور شیخ محدث میں بے حد خلوص اور یگانگت کے تعلقات تھے یہی نہیں بلکہ مجدد صاحب ان کے وجود کو اس دور میں ایک نعمت سمجھتے تھے، اور ان کی روحانی صلاحیتوں کے معترف تھے۔

---

[1] مکتوبات جلد ثانی مکتوب ۲۹ ص ۴۶۔ مجموعہ مکتوبات میں ایک اور خط (م ۱۱۵ جلد اول ص ۱۳۵-۱۳۶) بھی شیخ محدث کے نام ہے۔

[2] مکتوبات جلد اول ص ۲۶۸۔ م ۲۴۹

[3] خط کا عنوان ہے: "در کشف سر گرفتاری حضرت یعقوب بحضرت یوسف" (م ۱۰۰ ج ۳ ص ۱۷۶)

Marfat.com

باب دوم(۲)

حضرت شاہ ابوالمعالیؒ

حضرت شاہ ابوالمعالی قادریؒ، شیخ داؤد کرمانی شیر گڑھیؒ کے برادر زادے، داماد اور خلیفہ تھے۔ قادریہ سلسلہ کی نشر و اشاعت کے لیے انہوں نے مسلسل اور ان تھک کوششیں کی تھیں۔ ارشاد و تلقین میں ہمہ وقت مصروف رہتے تھے۔ کئی کتابیں بھی لکھی تھیں۔ جن میں تحفہ قادریہ، نغمات داودی، مونس جاں، زعفران زار، گلدستہ باغ ارم وغیرہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ شعر بھی کہتے تھے۔ غربتی تخلص تھا۔ ملا عبدالقادر ان کے متعلق لکھتے ہیں:

"درچابک روئی یگانہ زمانہ و در حالات و مقامات فقر و فنا نشانہ، اگر ذکر موافقاں رود نام او اوفق، اگر نام سابقاں درمیان آید ذکر او اسبق"[۱]

شیخ محدثؒ کو اُن سے بڑی عقیدت تھی۔ شرح فتوح الغیب کے خاتمہ پر اُن کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:

"اسدالدین شاہ ابوالمعالی کہ شیر بیشۂ جلالت و سرہنگ دیوان قدرت واز والہاں آگاہ و عاشقان درگاہ قادریہ است"[۲]

اخبار الاخیار میں شیخ داؤد کے ذکر میں لکھتے ہیں:

---

[۱] منتخب التواریخ جلد سوم۔ ص ۱۰۲

[۲] شرح فتوح الغیب۔ ص ۳۲۱۔

[۳] اخبار الاخیار۔ ص ۲۰۱-۲۰۲

Marfat.com

"اکنوں جانشین شیخ داؤد شیخ ابوالمعالی است کہ بغایت مناسبت عالی وقدر متعالی دارد و ریاضت و مجاہدہ میکشد و قبولی تمام یافتہ و حسن مقال و ضمیمہ صحت حال ساختہ مناقب حضرت غوث الثقلین را در لباس عبارت فارسی درآوردہ" [۱]

شیخ محدثؒ ان سے اپنا "احوال دروں" بیان فرمایا کرتے تھے اور ان کی روحانی رہنمائی اور دعاؤں کے ملتجی رہتے تھے۔ ایک خط میں انھوں نے نہایت تفصیل سے اپنی قلبی کیفیات کو بیان کیا ہے۔ "نفس بدکیش" نے ان کو دھوکا دیا کہ "تو آہن سردمی کوبی و نزاد ریں راہ نصیبے نیست" اور ترغیب دی کہ عوام کی راہ اختیار کر کہ اس میں بے شمار فوائد ہیں۔ اس طرح ان کے اندر ایک عجیب ذہنی اور قلبی کشمکش پیدا ہو گئی۔ جب قلق و اضطراب نے کرب و بے چینی کی صورت اختیار کر لی تو انھوں نے شاہ صاحبؒ سے رجوع کیا اور امداد کی التجا ان الفاظ میں کی ــــــ

"بالجملہ اندوہ و تنگ دلی از حد گذشتہ وقت امداد و اعانت است، فریاد رسی می باید کرد و رائے اغاثہ کبریٰ کہ منتہی بجناب حضرت غوث الاعظم است می باید پوشید و ذرع داؤدی در بر کردہ در قالب حقیقت عظمیٰ غوثیہ درآمد و تصرف کرد و توجہ بارواح مقدسہ مشائخ سلسلہ نمودہ و استکشاف حال کردہ و خبرے گرفتہ اعلام نمود تا دل بمرکز قرار آید ؎

دل می رود ز دستم صاحبدلاں خدارا
دردا کہ راز پنہاں خواہد شد آشکارا" [۲]

خط کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت شیخ محدثؒ سخت قسم کی قلبی تکلیف میں مبتلا تھے۔ اور انھیں شاہ ابوالمعالیؒ کے علاوہ کوئی دوسرا بزرگ نظر نہ آتا تھا جس سے رہنمائی اور امداد کے خواہاں ہوں۔ اسی مکتوب کے آخر میں نہایت غمگیں لہجہ میں یہ شعر لکھا ہے ؎

[۱] اخبار الاخیار۔ ص ۲۰۲ [۲] کتاب المکاتیب۔ ص ۲۲۷۔

Marfat.com

فریاد دل غم زدہ را گر نکنی گوش

پس پیش کہ از دست تو فریاد تواں کرد[۵۱]

شیخ محدثؒ ان کی روحانی صلاحیتوں کے دل سے قائل تھے۔ ایک خط میں لکھتے ہیں کہ ایسا سنگ دل کون ہو سکتا ہے جو اُن کی صحبت کے اثر سے نرم نہ ہو جائے پھر فرماتے ہیں :-

"ذوق صحبت ایشاں و رنگ حال ایشاں کہ در ظاہر و باطن فقیر نشستہ است

بتقریر گنجائش بیان ندارد"[۵۲]

شیخ محدث نے ان کو اپنا روحانی رہبر بنا لیا تھا۔ ایک مرتبہ کچھ اہم باتیں دریافت کرنے کے لیے شیخ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے سب مشکلات حل کرنے کے بعد کہا کہ اگر تو نے افشائے راز کیا تو

"ترا رسوائے مرد و زن سازیم"

اس کے بعد لاہور میں کچھ عرصہ کے لیے مقید کر دیا[۵۳]۔ اس قید سے شاہ ابو المعالی کا مقصد اُن کی روحانی تربیت تھی۔ یہ ۱۰۳۵ھ سے قبل کا واقعہ ہے[۵۴]

شاہ ابو المعالیؒ نے شیخ محدثؒ کو بہت سے مشورے دیے تھے جن پر وہ تمام عمر عامل رہے اور جن کی وجہ سے ان کے علمی کاموں میں بڑی سہولت پیدا ہو گئی تھی۔ مثلاً فرمایا کہ

"بگفتگوئے خلق و ملامت ایشاں گوش نہ نہند و در کار خود بجد باشید"[۵۵]

شیخ محدثؒ کے تصنیفی کارناموں میں بھی ایک حد تک شاہ ابو المعالیؒ کے مشورہ اور اصرار کو دخل تھا۔ فتوح الغیب کی شرح انہی کے اصرار پر لکھی گئی تھی[۵۶]۔ مشکوٰۃ کی شرح کے

---

[۵۱] کتاب المکاتیب۔ ص ۲۲۷ [۵۲] ایضاً۔ ص ۳۰۵۔ [۵۳] ایضاً۔ ص ۳۰۲۔

[۵۴] اسی خط میں شیخ لکھتے ہیں کہ شاہ ابو المعالی نے مشکوٰۃ کی شرح مکمل کرنے کا اصرار کیا تھا۔ شرح مشکوٰۃ ۱۰۲۵ھ/۱۶۱۶ء میں مکمل ہوئی [۵۵] کتاب المکاتیب۔ ص ۳۰۳ [۵۶] شرح فتوح الغیب۔ ص ۴۲۱۔

Marfat.com

سلسلہ میں انہوں نے فرمایا تھا کہ جلد اس کو مکمل کر لو۔

"ان شاء اللہ کتابے شود کہ اہل عالم ہمہ ازاں مستفید شوند"[1]

اس کے بعد مشورہ دیا تھا کہ شرح میں جابجا اشعار درج کیے جائیں تاکہ انداز بیان دلچسپ اور موثر ہو جائے۔

حضرت شاہ ابوالمعالی ؒ نے شیخ محدث ؒ کو ہدایت کی تھی کہ وہ دہلی سے باہر قدم نہ نکالیں وہیں گوشہ تنہائی میں بیٹھے ہوئے اپنا کام کریں۔ ایک مرتبہ شیخ محدث ؒ شاہ صاحب سے ملنے کے لیے لاہور چلے گئے تو ان کو اس سے بھی ناگواری ہوئی اور فرمایا:

"اکنوں بدہلی بروید کہ دہلی در فراق شما بزبان حال می نالد، بروید، بروید"[2]

ایک مرتبہ شاہ ابوالمعالی کی علالت کی خبر سن کر شیخ محدث ؒ نے عیادت کے لیے لاہور جانے کا ارادہ کیا، لیکن جب شاہ صاحب کی تنبیہ کا خیال آیا تو مجبور ہو کر بیٹھ رہے اور اس مضمون کا ایک عریضہ ارسال خدمت کیا:

"تقضیہ شوق و محبت و مقتضائے عرف و عادت آں بود کہ بشنیدن ایں حال بیتابانہ بملازمت می رسید کہ امروز دوستی برائے خود کہ خیر دنیا و آخرت خواہد جز ذات شریف ایشاں را نمی داند، دل و جان فدائے ایں محبت بلکہ ہر جا کہ نشانے از محبت است باد اما چوں رضار ایشاں بخلاف ایں حال متعلق شدہ است جرأت نتوانست"[3]

جب صحت کی اطلاع ملتی ہے تو لکھتے ہیں۔

"حق جل وعلا سایۂ عنایت و محبت ایشاں را بر فقرائے ایں سلسلہ پائندہ دارد کہ وسیلہ حل بسے از مشکلات و سبب آسانی دشوار بہاست"[4]

---

[1] کتاب المکاتیب، ص ۳۰۶ [2] ایضاً ص ۳۰۳

[3] ایضاً، ص ۲۲۳-۲۲۴ [4] ایضاً، ص ۲۲۳۔

Marfat.com

باب سوم (۳)

شیخ عبداللہ نیازیؒ

میاں عبداللہ نیازیؒ شیخ سلیم چشتیؒ کے خلیفہ تھے۔ اپنے زمانہ کے مشہور مشائخ میں شمار کیے جاتے تھے۔ آخری عمر میں سید محمد مہدی جونپوریؒ کے زیر اثر مہدوی ہو گئے تھے۔ بیانہ میں ان کی زندگی کا نقشہ مولانا ابوالکلام آزاد نے اس طرح کھینچا ہے:

"بیانہ میں شہر سے باہر ایک ویران باغ تھا۔ وہیں مٹی کا جھونپڑا بنا لیا اور مقیم ہو گئے اپنے ہاتھ سے پانی بھرتے مشکے سر پر اٹھا کرلے جاتے۔ پیاسوں کو پلاتے اور نمازیوں کو وضو کرا دیتے۔ بوڑھے آدمیوں کو دیکھتے کہ بھاری بوجھ اٹھائے جا رہے ہیں تو ان سے چھین کر خود اٹھا لیتے اور کوسوں دوڑتے ہوئے ساتھ چلے جاتے ؎

باسبک روحاں کن آمیزش کہ مانندی چوں زراہ

بازنجم بردوش دل منزل بمنزل می برند

نماز کا وقت آتا تو لکڑہاروں اور سقوں کو جمع کرتے اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے۔ کسی پیشہ ور کو دیکھتے کہ عذر معاش سے نماز میں شریک نہیں ہوتا تو اپنی کمائی اس کو دیدیتے اور منت وزاری کے ساتھ کہتے کہ جماعت میں شریک ہو کر نماز پڑھ لو وہ پڑھ لیتا تو ایسے خوش ہوتے گویا دنیا جہاں کی بادشاہت اس نے دے دی! روز بروز یہ حالت بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ "عشق خالق" اور "خدمت خلق" کے سوا کسی اور بات سے واسطہ نہ رہا ؎

دو عالم از اثر شعلہ جانش سوخت بجز متاع محبت کہ در پناہ ہست"[1]

[1] تذکرہ۔ ص ۳۰۴۔۳۰۳ (کلکتہ ایڈیشن)

Marfat.com

کتاب المکاتیب میں ایک خط" رعایۃ الانصاف والاعتدال فی اعتقاد الصوفیہ من ارباب الاحوال" میاں عبداللہ نیازی کے نام ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ محدثؒ کے ان سے مخلصانہ مراسم تھے اور وہ میاں عبداللہ کے متعلق بہت اچھی رائے رکھتے تھے۔ لکھتے ہیں :-

"مکتوب مرغوب نصیحت اسلوب رسید و بمطالعہ آں مشرف شد و از نصائح آں و فوائد کتاب مراۃ الصفا کہ مصحوب مکتوب ارسال داشتہ بودند بہرہ مند و مستفید گشت و بر نعمت پروردگار کریم جل جلالہٗ وظیفہ شکر گزاری بجا آورد کہ بارے دریں روزگار جماعۃ ہستند کہ بقول و فعل تحریص و ترغیب بر متابعت سنت سید الانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہ و علیہم می نمایند و از مبتدعات و مستحدثات اجتناب نمودہ دیگراں را نیز منع و نہی می فرمائیند"[1]

شیخ نیازی نے اپنے خط میں صوفیہ کے متعلق بعض خیالات کا اظہار کیا تھا۔ شیخ محدثؒ کو ان خیالات سے اختلاف تھا۔ اس خط میں اُنھوں نے اپنے مخصوص انداز میں ان تمام اعتراضات پر بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ تصوف کی حقیقت کیا ہے؟ صوفیہ صافی کون ہیں؟ اُن کے متعلق کیا عقیدہ رکھنا چاہیے؟ حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ کی تصانیف کی کیا اہمیت ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ حاصل کلام یہ ہے کہ تصوف صرف وہ ہے جو "موافق کتاب اللہ و سنت رسول اللہ" ہو۔ باقی سب گمراہی ہے۔ مشائخ کا تصوف ایسا ہی تھا جو لوگ کتاب و سنت پر عامل نہیں وہ صوفی نہیں۔ ان کو "حشویہ" یا "باطنیہ" کہنا چاہیے اور اُن کے عمل کو صوفیہ صافی کا عمل سمجھ کر حقیقی تصوف کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے۔ حقیقی صوفیہ کا مرتبہ بہت اعلیٰ اور ارفع ہے۔

"اصل عنوان صوفیہ مرتبہ عظیم و مقامے رفیع و مسلک طریق مستقیم است"[2]

---

[1] کتاب المکاتیب والرسائل - ص ۴۷ - [2] ایضاً - ص ۵۱

Marfat.com

باب چہارم (۴)

نواب مرتضیٰ خاں شیخ فرید

نواب مرتضیٰ خاں شیخ فرید، دور مغلیہ کے مشہور اکابر و اعیان سلطنت میں سے تھے۔ اکبر کے عہد میں وہ بخشی کے عہدے پر مامور تھے لیکن بقول مصنف اقبال نامہ جہانگیری "بخشی بود وزیر نشان" جہانگیر کے عہد میں اُن کی دیانت، راست بازی اور محنت کی بہت قدر کی گئی اور (ان) کو گجرات کا والی مقرر کر دیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد ان کو پنجاب بھیج دیا گیا اور وہیں اُنہوں نے ۱۰۲۵ھ ۱۶۱۶ء میں وصال فرمایا[1] اور دہلی میں سپرد خاک کیے گئے[2]

شیخ فرید کو اللہ تعالیٰ نے ایک حساس قلب اور بیدار مغز عطا فرمایا تھا۔ علماء و مشایخ سے ان کو گہری عقیدت تھی۔ شاہ ولی اللہ دہلوی لکھتے ہیں:-

"شیخ فرید بخاری کہ از اعاظم امرائے آں زماں بود جامع بود درمیان نجابت و صلاح و اعتقادِ مشایخ صوفیہ"[3]

وہ مذہبی شعار کو رواج دینے کے لیے بے چین رہتے تھے۔ اسی تگ و دو میں اُن کا وقت صرف ہوتا تھا، انہیں کوئی لگن تھی تو یہی، کوئی مصروفیت تھی تو یہی۔ اُن کے زمانے کے علماء و مشائخ نے اس جذبے کو سمجھ لیا تھا، اور وہ پوری طرح اس کی قدر کرتے تھے۔ اکبری دور میں جب سنت و شریعت سے بے تعلقی بڑھی اور محلات شاہی فتنہ و فساد کا مرکز بنے تو حالات

---

[1] جہانگیر کو جب ان کی وفات کا علم ہوا تو "ازیں خبر ناخوش خاطر آزردگی تمام بہم رسانید" تزک جہانگیری ص ۱۵۹

[2] ملاحظہ ہو، واقعات دار الحکومت دہلی۔ جلد سوم [3] انفاس العارفین۔

Marfat.com

کی اصلاح کے لیے علما رو مشایخ کی نظر انتخاب ان ہی پر پڑی۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنی انقلابی تحریک میں اُن سے دست راست کا کام لیا۔ حضرت خواجہ باقی باللہؒ نے نقشبندیہ سلسلہ کی ترویج میں اُن کی ہمدردیوں سے فائدہ اٹھایا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے احیاء سنت و شریعت کے لیے اُن ہی کی حمیت دینی کو متحرک کیا۔

مشایخ کی نظر میں شیخ فرید کی جو قدر و منزلت تھی اس کا کچھ اندازہ خواجہ باقی باللہؒ کے مکتوبات سے ہو سکتا ہے۔ حضرت خواجہ ان کو قبلہ گاہی سلامت کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔ ایک بار اپنی مجلس میں فرمانے لگے:

"شیخ را بر ما حقہا است و بہ وسیلہ وجود ایشاں دریں راہ کشایشہا دیدہ ایم"[1]	ہم پر شیخ کے بہت حق ہیں اور ان کے وجود کی برکت سے ہم نے بڑی فتوحات اور کشایش دیکھی ہیں۔

مجدد صاحبؒ ایک مکتوب میں ان کے احسانات کا ذکر کرتے ہوئے یہ شعر لکھتے ہیں:

گر بر تنِ من زباں شود ہر موئے
یک شکر تو از ہزار نتواں کرد[2]

شیخ فرید کے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ سے بہت گہرے تعلقات تھے۔ شیخ محدثؒ خود ان کا بڑا ادب و احترام کرتے تھے۔ کتاب المکاتیب والرسائل میں مندرجہ ذیل سات خطوط شیخ فرید کے نام ہیں:۔

(۱) تحصیل المطلوب بانتظار المحبوب و رعایۃ الاعتدال فی العلم والحال (ص ۸۲-۸۰)

(۲) تقسیم الایام علی اربعۃ اقسام (ص ۸۳-۸۴)

(۳) تنبیہ الغافلین بفناء الدنیا وارباہا واغترار الجاہلین بزخارفہا واسبابہا (ص ۸۴-۹۱)

(۴) تجدید الذکر فی بیان حقیقۃ الشکر (ص ۹۹-۱۰۲)

---

[1] کلمات طیبات۔ ص ۸۲

[2] مکتوبات مجدد الف ثانیؒ

Marfat.com

(۵) تسبیب الخیر لدفع الغیر و دوام اللجار بالخوف والرجار (ص ۱۱۱-۱۰۸)

(۶) کشف استار الظلم عن لسان الحال والقال و بقلم (۱۱۱-۱۱۵)

(۷) التعظیم لامر اللہ والشفقۃ علی خلق اللہ (ص ۱۶۰-۱۶۶)

ان مکتوبات کا ایک ایک لفظ پرمعنی ہے۔ شیخ محدثؒ اور شیخ فرید کے باہمی تعلقات کی نوعیت اور اس زمانہ کی مذہبی اور سماجی حالات پر بڑی مفید اور دلچسپ روشنی پڑتی ہے۔ اگر ان خطوط کے مطالعہ کے وقت یہ بات بھی ذہن میں رکھی جائے کہ یہ زیادہ تر عہد اکبری میں لکھے گئے ہیں تو اُن کا صحیح مفہوم سامنے آجاتا ہے۔

پہلے خط میں شیخ محدثؒ تین ہدایتیں کرتے ہیں:

(۱) طلب صادق پیدا کرو۔

(۲) پاداش عمل کا خیال رکھو۔

(۳) ظاہر و باطن میں کامل امتزاج پیدا کرو۔

"طلب صادق" کی وضاحت اس طرح کرنے کے بعد ——

"طلب بر جانِ طالب چناں غالب آید و استیلا یابد کہ ہیچ مقصودے و ہیچ آرزوے ازاں مانع نیاید و غلبۂ شوق و تعطش بآں سرحد رسد کہ اگر عقلائے عالم حکم کنند کہ وصول بدیں مطلوب محال است و حصول ایں مقصود متعذر، ایں سخن در گوش اصلا راہ نیابد"[1]

فرماتے ہیں کہ بیکار بیٹھنے کی گنجائش نہیں۔ جو کچھ کرسکتے ہو کرو۔ یہ خیال نہ کرو یہ چھوٹا سا کام ہے۔ اللہ نے ہر کام کا اجر مقرر کیا ہے۔ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ و من یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ۔ پھر ظاہر و باطن کے امتزاج پر نہایت ہی پُرتاثیر گفتگو کرتے ہوئے یہ شعر پڑھتے ہیں ؎

بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن[2]

---

[1] کتاب المکاتیب۔ ص ۷۳ [2] ایضاً۔ ص ۷۶۔

ایک خط میں ارشاد ہوتا ہے کہ دین کے دو بازو ہیں۔ التعظیم لامر اللہ اور الشفقۃ علی خلق اللہ۔ دونوں کی وضاحت کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

"امامقام التعظیم لامر اللہ عالی تر وشان و مرتبہ وے در اعلاء کلمہ اسلام و تشئید و تائید امر دین و ملت بالاتر از آنست و بحقیقت ہیچ کارے کہ باعث قبول و سفید روئی مرد در بارگاہ عزت و درگاہ نبوت تواند شد، بالاتر ازاں نیست کہ در تقویت دین و ملت و ترویج و تائید سنت کوشد و دراں بذل مجہود نماید و در سواد آں لشکر اگرچہ تن تنہا باشد بیفزاید"[۱]

شیخ محدث[رح] امراء سے دین کے جس بازو کو قوی کرنے کی امید رکھتے تھے اس کو نہایت عمدگی اور صفائی سے اس جملہ میں بیان کر دیا ہے۔ وہ امراء کو اعلاء کلمہ حق کے لیے تیار کرنا چاہتے تھے۔ شیخ فرید نے اس سلسلہ میں جس خلوص اور انہماک کا ثبوت دیا اس کا اندازہ اس خط سے ہوتا ہے جو شیخ محدث[رح] نے ان کی عیادت کے لیے لکھا ہے۔

"مقصود عرض دعا بود و شکرانہ وجود شریف و صحت و سلامت ذات بابرکات از عارضہ ضعف کہ عنصر لطیف طاری شدہ بود، الحمد للہ کہ بطالع فقراء و درویشاں و توجہ محباں کدورت غبار وحشت از چہرہ مقصود زود بصفا مبدل شد، وجود شریف ایشاں غنیمت است و بقاء ذات بابرکات محض حکمت و عین مصلحت"[۲]

ایک خط میں اُن کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"حق نعمتے از آنحضرت بر ذمہ فقراء وقت ثابت شدہ است"[۳]

آگے ارشاد ہوتا ہے:

"گاہے گاہے ایں خس ریزہ را کہ آنرا قلم نامند بر دست ایں حقیر حریاں می دہند و آنچہ لائق روزگار اصحاب و موافق حال ایں فقیر بود حرفے سر می زند"[۴]

---

[۱] کتاب المکاتیب - ص ۱۶۱
[۲] کتاب المکاتیب - ص ۱۱۱۔
[۳] ایضاً ص ۱۰۲
[۴] ایضاً ص ۱۰۲

Marfat.com

اس کے بعد خاموشی سے لکھتے ہیں۔

"اگر درانشائے آں حرف آشنا سرزد زہے سعادت وقبول امابشرط ستر وکتمان تاسخن درپردہ بماند وقدم از جادہ ادب بیروں نیفتد"[1]

شیخ محدثؒ کا یہ جملہ حقیقت میں اُن کے خطوط کا مفہوم سمجھنے کے لیے کلید کا کام دیتا ہے۔ وہ "ستر وکتمان" کے قائل تھے۔ "درپردہ" بات کرتے تھے۔ غیر ضروری ہنگامہ آرائی انہیں پسند نہ تھی جو مقصد پیش نظر تھا وہ خاموشی اور احتیاط سے بھی حاصل ہو سکتا تھا۔

ایک جگہ لکھتے ہیں کہ مجھے خط لکھتے ہوئے بڑی سراسیمگی اور پریشانی ہوتی ہے۔ وجہ یہ بتاتے ہیں:

"املاء انشائے مکاتیب خصوصاً وقتے کہ مکتوب الیہ در غایت عزت ورفعت درجہ وکاتب درنہایت ناکسی وخواری افتد ایں جا قلم زن سراسیمہ وحیران بود وقلم از وے سراسیمہ تر وحیران تر"[2]

پھر فرماتے ہیں کہ خدا کا شکر ہے کہ جناب والا میں مدح وستائش کی تمنا بالکل نہیں ہے۔

---

[1] کتاب المکاتیب۔ ص ۱۰۲ [2] ایضاً ص ۱۱۳۔

Marfat.com

باب پنجم (۵)

عبدالرحیم خانخاناں

بیرم خاں کے فرزند عبدالرحیم خاں خاناںؒ (۹۶۳-۱۰۳۶ھ) کا نام مغلیہ عہد کی تاریخ میں علم و فضل، اور شجاعت و شہامت دونوں کی وجہ سے مشہور ہے۔ عرفی اسے مخاطب کر کے کہتا ہے ؎

اے داشتہ در سایۂ ہم تیغ و قلم را!

وہ اپنے زمانہ کا جید عالم تھا۔ دنیا کی بہت سی زبانوں پر پوری قدرت رکھتا تھا۔ مآثر الامراء میں لکھا ہے:-

"خانخاناں در قابلیت و استعداد یکتائے روزگار بود و اوعربی و فارسی و ترکی و ہندی روانی داشت۔ شعر خوب می فہمید و می گفت۔ رحیم تخلص می کرد۔ گویند کہ باکثر زبانہا کہ در عالم رائج است حرف می زد"[۲]

مولانا شبلی نے لکھا ہے کہ خانخاناں اس درجہ کا سخن سنج تھا کہ اگر وہ شاعری میں پڑتا تو عرفی اور نظیری کا ہمسر ہوتا[۳]

شجاعت و تہور کا یہ عالم تھا کہ دکن (جو بہت سے مغل سپہ سالاروں کی شہرت کا مدفن تھا) ہمیشہ اس کی شہامت و بہادری کے افسانوں سے گونجتا رہا۔ محمد غوثی نے

---

[۱] تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو، مآثر رحیمی، عبدالباقی نہاوندی، نیز مآثر الامراء، حصہ دوم

[۲] مآثر الامراء۔ جلد دوم۔ ص ۷۰۹۔ [۳] شعر العجم

Marfat.com

اس کے اخلاق، معنوی فقر، فصاحت و بلاغت بخشش و کرم اور حافظہ کی بڑی تعریف کی ہے[1] اس کو صوفیہ اور مشائخ کی صحبت میں بیٹھنے کا بہت شوق تھا اور ان سے بڑی عقیدت کے تعلقات رکھتا تھا۔ مجدد صاحبؒ کے مجموعہ مکتوبات میں متعدد مکتوبات اس کے نام کے ہیں

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے بھی نواب خاں خاناں سے بہت گہرے تعلقات تھے۔ اکبری عہد میں جن امراء نے اپنے دینی احساس و شعور کو بیدار رکھا تھا، اُن میں نواب خان خاناں بھی تھے۔ اور صرف یہی ایک بات شیخ محدثؒ کی نظر میں اُن کی عزت اور عظمت قائم کرنے کے لیے کافی تھی۔ کتاب المکاتیب میں مندرجہ ذیل پانچ خطوط شیخ نے ان کے نام لکھے ہیں

(۱) اختیار التخلی لانتظار التجلی (ص ۷۰-۷۳)

(۲) تذکیر اولی الاحلام بان لذات الدنیا کلھا آلام و رفع التعب والعنا بالجمع بین الفقر والغنا۔ (ص ۷۷-۸۰)

(۳) سلوک اقرب السبل بالتوجہ الی سید الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ص ۹۱-۹۲)

(۴) صدق التعطش والدوام فی طلب المقصد والمرام (ص ۹۶-۹۸)

(۵) اتحاف الاحبہ ببیان حدیث المحبۃ (ص ۱۰۲-۱۰۶)

ان خطوط سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خان خاناں کو صرف بزرگوں کی صحبت ہی سے دلچسپی نہ تھی بلکہ سلوک و معرفت کی وادیوں کی سیر کرنے کا بھی شوق تھا۔ اور اسی وجہ سے وہ مشائخ سے مراسلت رکھتا تھا۔ شیخ محدثؒ نے اپنے مکتوبات میں بعض باتیں اُس کی روحانی تربیت کے لیے لکھی ہیں۔ بعض باتوں کا مقصد احیاء شریعت و سنت کے لیے اس کی حمیت دینی کو جوش دلانا ہے۔ ان مکتوبات کا ایک ایک حرف جذبے اور تاثیر سے ڈوبا ہوا ہے۔

مکتوب اول میں "عمل پیہم" کی تلقین اس طرح کرتے ہیں کہ

"در تمام سال شبے در ماہے ہفتہ و در ہفتہ روزے و در روزے ساعتے"[2]

---

[1] گلزار ابرار۔ ص ۶۲۶-۶۲۷ [2] کتاب المکاتیب والرسائل۔ ص ۷۲۔

Marfat.com

انسان اپنے کام میں مشغول رہے۔ ایک لمحہ کی کوتاہی بعض اوقات مہلک ثابت ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ "حصول یقین" کے انتظار میں عمل کو ٹالتے رہتے ہیں یہ ٹھیک نہیں[۱]

"شیخ ذکر اللہ بالخیر می فرمود، در اول حال اختیار عمل را مشروط بحصول یقین نباید داشت وبہمان قدر تصدیق کہ حاصل ست اگرچہ اعتقاداً و تقلیداً باشد شروع در عمل باید کرد، تاہم از صفا معاملت و نورانیت عمل رفتہ رفتہ حجاب ریب از جمال شاہد غیب برافتد و نور یقین جلوہ گر آید راضی شدن بہ نقصان و تسویف و تاخیر سعی در ازالہ و علاج آں مقصد را دور تر اندازد و علت بُعد و حجاب را مستقر و متمکن سازد و ختم و طبع و زیں کشد نعوذ باللہ منہا، یقین است کہ صاحب فطرت سلیم ہرگز از جادہ سلامت و طریق استقامت بدر نیفتد ...... یکے از محققان گفتہ است کہ فطرت سلیمہ مجبول است بر اختیار دین اسلام"[۲]

شیخ ذکر اللہ بالخیر فرماتے تھے کہ ابتدائے حال میں عمل کو حصول یقین کے ساتھ مشروط نہیں کرنا چاہیے۔ اسی تصدیق پر جو حاصل ہے۔ (اگرچہ وہ اعتقاداً اور تقلیداً ہی کیوں نہ ہو) عمل شروع کر دینا چاہیے تاکہ معاملہ کی صفائی اور عمل کی نورانیت کی وجہ سے شک وشبہ کا حجاب شاہد غیب کے جمال سے رفتہ رفتہ اٹھ جائے اور یقین کا نور جلوہ گر ہو۔ نقصان پر راضی ہو جانے تسویف اور ازالہ وعلاج میں تاخیر کرنے سے مقصد دور تر ہو جاتا ہے۔ حجاب اور دوری کی علت مستقل اور مضبوط کر کے دل پر مہر لگا دیتا ہے نعوذ باللہ منہا۔ یقین ہے کہ فطرت سلیم رکھنے والا شخص ہرگز سلامتی کی راہ اور استقامت کے طریقے سے نہیں ہٹیگا ...... ایک محقق نے کہا ہے کہ فطرت سلیمہ دین اسلام قبول کرنے پر مجبور ہے۔

دوسرے مکتوب میں شیخ محدث "آداب سحر گاہی" کی تلقین اس طرح فرماتے ہیں :-

[۱] یہاں حضرت شیخ کے خیالات شاہ کلیم اللہ دہلوی سے بہت ملتے ہیں۔ شاہ کلیم اللہ صاحب اپنے خلفاء کو ہدایت فرمایا کرتے تھے کہ وہ اس انتظار میں نہ رہیں کہ غیر مسلم پہلے مسلمان ہو جائیں پھر اُن کو ذکر بتایا جائے ذکر پہلے بتا دیا جائے وہ خود ان کو رفتہ رفتہ اسلام میں کھینچ لیگا" ملاحظہ ہو "مشایخ چشت" باب اول، شاہ کلیم اللہ دہلوی
[۲] کتاب المکاتیب - ص ۹۳ -

Marfat.com

مشائخ گفتہ اند کہ دریں عالم انچہ از لذتہائے بہشت نمونہ گذاشتہ اند ذوق تملق و مناجات وقت سحرات“ [1]

ایک اور خط میں ارشاد ہوتا ہے:

”پیر ما و پیر عالمیاں حضرت غوث الثقلین شیخ محی الدین ابی محمد عبدالقادر جیلانی رح می فرماید کہ نیم شب برخیز وضو تازہ بساز و دو رکعت نماز بگذار و بہ سجدہ رود“ [2]

ایک جگہ ”فقیر صابر“ اور ”غنی شاکر“ کا دلچسپ موازنہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں:۔

”آنرا کہ سوزش فقر در سازد و غناش از دائرہ بیروں انداز د فقرش مبارکباد و آنرا کہ غنا براہ اعتدال برد و با عروس توفیق ہم آغوشی دہد غناش گوارا باد ..... غنی باید کہ فقیر را از خود بہتر داند و فقیر نیز خطبہ فضل غنا بلندتر از پایہ حال خود خواند تا در جانبین عجب و تکبر راہ نیابد“ [3]

ایک مکتوب میں ترویج دین کی اہمیت کو اس طرح بیان فرما کر کہ

”اعظم امور دریں باب ارشاد و ہدایت است و تجدید و ترویج احکام سنت، بالاتر ازیں کارے کہ مثمر سعادت ابدی و دولت سرمدی گردد نیست“

سعدی کا یہ شعر ؎

دلے کہ عاشق و صابر بود مگر سنگ است ۔۔۔ زعشق تا بہ صبوری ہزار فرسنگ است

کچھ اس انداز سے پڑھتے ہیں کہ نشتر کا کام کرتا ہے۔

---

[1] کتاب المکاتیب ۔ ص ۹۳۔
[2] کتاب المکاتیب ۔ ص ۴۸۔
[3] کتاب المکاتیب ۔ ص ۸۰
[4] کتاب المکاتیب ۔ ص ۱۰۵

Marfat.com

باب ششم (۶)

فیضی

شیخ مبارک کا بیٹا، ابوالفضل کا بڑا بھائی، دربار اکبری کا مشہور شاعر فیضی کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ وہ اپنے عہد کا مشہور و معروف شاعر اور ممتاز عالم تھا۔ عربی، فارسی اور سنسکرت کا فاضل تھا۔ قرآن شریف کی تفسیر بے نقط سواطع الالہام کے نام سے لکھی تھی جس کے متعلق غلام علی آزاد بلگرامی کا خیال ہے کہ

"برہان فضیلت شیخ فیضی ..... است کہ دریں ہزار سال پیشتر ہیچ متعدی

رامیسر نہ شد" ؎۱

محمد حسین آزاد نے صحیح لکھا ہے کہ انشا پردازی فیضی کے قلم کو سجدہ کرتی ہے ؎۲۔ اس کے شاعرانہ کمالات کا اعتراف اہل زبان کو بھی کرنا پڑا تھا۔ مولانا شبلی کا خیال ہے:۔

فارسی شاعری نے چھ سو برس کی وسیع مدت میں ہندوستان میں صرف دو شخص پیدا کیے جن کو اہل زبان کو بھی چار و ناچار ماننا پڑا۔ خسرو اور فیضی" ؎۳

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور فیضی میں بہت گہرے تعلقات تھے۔ حجاز کو روانہ ہونے سے قبل وہ فتح پور سیکری میں اُن کی صحبت میں رہے تھے۔ لیکن بعد کو جب فیضی کے عقائد

؎۱ مآثر الکرام۔ ص ۱۹۹۔ لیکن بدایونی نے اس تفسیر کے متعلق لکھا ہے کہ "برائے شستن بدنامی کہ تا روز جزا بصد آب دریا شستہ نگردد، در عین حالت مستی و جنابت می نوشت" (منتخب التواریخ۔ جلد سوم۔ ص ۲۹۹

؎۲ دربار اکبری۔ ص ۳۷۱

؎۳ شعر العجم۔ حصہ سوم۔ ص ۷۲۔

میں بے راہ روی پیدا ہوئی تو شیخ نے اس سے قطع تعلق کر لیا۔ جب شیخ حجاز سے واپس آئے تو فیضی نے ایک خط میں شوقِ ملاقات کا اظہار کیا، اور لکھا ــــ

اگر بال و پرے می داشتم ہر روز بر بام آں حجرہ می نشستم و دانہ چیں نکات محبت می شدم"[۱]

بدایونی نے لکھا ہے کہ شیخ محدث نے فیضی سے ملنا پسند نہ کیا اور

"مکاتیب عذر آمیز نوشت و انقطاع را بہانہ ساخت"[۲]

فیضی کو شیخ محدث سے جو والہانہ عقیدت اور محبت تھی اس کا اندازہ فیضی کے مکتوبات سے لگایا جا سکتا ہے۔ یہ سب مکتوبات اپنی جگہ بے حد اہم ہیں اس لیے ضمیمہ میں شامل کر دیے گئے۔

جس زمانہ میں فیضی اپنی تفسیر سواطع الالہام میں مصروف تھا، اس کی تمنا یہ تھی ــ

"بزودی بخدمت میفرستد، کہ انوار نظر دوستاں را تاثیرے دیگر است"

شیخ کا مکتوب گرامی عرصہ تک نہ پہنچا تو لکھا ــــ

"مدتے است کہ آنجانب نسیمے نور زیدہ، سوانح بخیر باد۔ در پناہ حق باشند"

ایک خط میں لکھتا ہے:

"محبت پناہا! دریں ماہ رمضان آوازہ مقدم گرامی بسیار بود، چنانچہ خدام سلالۃ الاصفیاء شیخ موسیٰ بفقیر فرمودند و بجد بودند، یا رب چہ صورت دارد فی الواقع وقوعے پیدا خواہد کرد یا محض حرف و صوتے است باعلام حقیقت حال"

فیضی کا یہ معمول تھا کہ جو تصنیف مکمل ہوتی، شیخ کی خدمت میں روانہ کرتا۔ اور اُن کی رائے معلوم کرنے کا متمنی رہتا۔ یہاں فیضی کی شیخ محدث سے عقیدت و ارادت پر تفصیلی گفتگو کی ضرورت نہیں، اس لیے کہ وہ تمام مکتوبات جو لطیفہ فیضی میں شیخ کے نام ہیں یہاں درج کیے جا رہے ہیں۔

---

[۱] منتخب التواریخ۔ ج ۳۔ ص ۱۱۶-۱۱۷۔ [۲] ایضاً۔ ص ۱۱۶۔

Marfat.com

فیضی کی شیخ محدثؒ سے یہ ذاتی عقیدت ان کے اس زخم کو مندمل نہ کرسکی جو فیضی کی دینی بے راہ روی سے ان کے حساس قلب پر لگا تھا۔ چنانچہ فہرس التوالیف میں فیضی کے متعلق لکھتے ہیں :۔

"دریں جزو زماں زبان بشاعری کشادہ و دادِ سخن وری دادہ است فیضی اگرچہ کہ در فصاحت و بلاغت و متانت و رضانت سخن ممتاز روزگار بود، ولیکن حیف کہ بہ جہت وقوع وہبوط در ہاویہ کفر و ضلالت رقم انکار و ادبار بر ناصیۂ احوال خود کشیدہ، زبان اہل دین و ملت، جناب نبوت را از بردن نام وے و نام جماعت مشوم وے باک است، تاب اللہ علیہم ان کانوا مؤمنین"[1]

شیخ محدثؒ نے اس طرح غصہ کے لہجہ میں کسی معاصر کی گمراہی اور بے راہ روی کی شکایت نہیں کی۔ یہ تلخ نوائی شدت احساس کا نتیجہ معلوم ہوتی ہے[2]

شیخؒ کے مجموعہ مکاتیب میں ایک خط

"تثبیت القدم علی الاصطبار بترک صحبۃ الاضداد و الاغیار"

فیضی کے نام ہے۔ اس خط میں شیخ محدثؒ نے دو طبقوں کی حالت کا موازنہ کیا ہے۔ ایک طبقہ ہے جس کو عیش و عشرت، سیر و تفریح کا شوق ہے۔ جس کا تمام وقت "ہوائے باغ و سیر صحرا" میں گزرتا ہے۔ دوسرا طبقہ ہے کہ "با وحشت اُنس گرفتہ" ان کے دل میں کسی اور چیز کی لگن ہے۔ وہ سیر و تفریح سے دور اپنا وقت گزارتے ہیں۔ یہ فرق دکھانے کے بعد شیخ محدثؒ فیضی کے سامنے ایک ایسا شعر پڑھتے ہیں جس کو سن کر فیضی کو یقیناً پسینہ

---

[1] فہرس التوالیف (قلمی)

[2] ملا عبدالقادر بدایونی اس کے متعلق لکھتے ہیں :
"در وادی عناد و عداوت با اہل اسلام و طعن در اصل اصول دین و اہانت و مذمت صحابۂ کرام و تابعین و سلف و خلف متقدمین و متاخرین و مشایخ و اموات و احیاء و بے ادبی و بے تحاشی ۔ ۔ ۔ ہمہ یہود و نصاری و ہنود و مجوس بروے ہزار شرف داشتند"
منتخب التواریخ جلد سوم ص ۲۹۹-۳۰۰

آگیا ہوگا ۔

تو دلِ غ جگر را چہ شناسی کہ نبود ست
جز از مےِ گلرنگ بدامانِ تو داغے !

آگے چل کر شیخ لکھتے ہیں کہ جب میں دیکھتا ہوں کہ کوئی شخص غم خواری اور ہمدردی کرنے والا نہیں تو بعض اوقات خیال ہوتا ہے کہ عام لوگوں کے راستے پر چلنے لگوں، لیکن پھر غیب سے یہ ندا سُنائی دیتی ہے ـــــ

"از صوبت ایں راہ مترس کہ بسیاراں بایں راہ رفتہ اند و بمنزل مقصود رسیدہ"

فرماتے ہیں :-

"ہیچ کس را ..... بنیابم کہ ... حرف آشنا گوید و ہمتے بخشد و دلداری دہد، اینجا نفس گوید کہ تو راہ گم کردہ و در کار خود غلط خوردہ راہ ہماں است کہ عامہ خلائق بداں سو میروند، کار ہماں کہ ایشاں میکنند، اینجا حیرتے و توقفے بلکہ تذبذبے و ترددے راہ یابد و قدم ہمت از رفتاری کہ دارد باز ماند و بروش اہل عالم نگراں گردد و نزدیک است کہ رفتار خود را بگذارد و بہماں راہ رود کہ دیگراں می روند باز ندائے از غیب در رسد یا ہم از باطن سالک پیدا شود، واللہ اعلم، کہ ہاں حکایت نفس مشنو و بفریب دیو از راہ مرو و باز نگر کہ منزل نزدیک است" [۱]

---

[۱] المکاتیب والرسائل ـ ص ۹۸-۹۹ ـ

Marfat.com

باب (۷) ہفتم

مُلّا عبد القادر بدایونی

مُلّا عبد القادر بدایونی عہد اکبری کے مشہور مؤرخ تھے۔ عربی فارسی اور سنسکرت کے فاضل تھے۔ اکبر نے ان کو تصنیف وتالیف اور ترجمے کے کام پر مامور کیا تھا لحن داؤدی رکھتے تھے اس لیے ابتدائی زمانہ میں شاہی امام کی خدمات بھی انجام دی تھیں۔ اکبر کے مذہبی افکار سے شدید اختلاف تھا۔ اپنی کتاب منتخب التواریخ میں اس کی دینی گمراہیوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور ان درباری امراء اور شعراء کی شدید مذمت کی ہے جنہوں نے اکبر کے خیالات کی تائید کی تھی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح جن دنوں فتح پور سیکری میں شیخ فیضی اور مرزا نظام الدین احمد بخشی کے پاس مقیم تھے مُلّا صاحب اکثر ان کی مجلس میں شریک ہوا کرتے تھے۔ خود لکھتے ہیں۔

"پیوستہ از فوائد صحبتش محظوظ بودم" [۱]

شیخ محدث رح جب حجاز سے واپس آئے تو بدایونی نے دہلی میں اُن سے ملاقات کی یہ ملاقات سرسری سی ہوئی تھی اس لیے کہ بدایونی اس وقت لشکر کے ہمراہ لاہور جا رہے تھے۔ بدایونی کو اس کا بڑا افسوس رہا اور لاہور سے شیخ محدث رح کے نام ایک خط میں لکھا

"درو قتیکہ ملازماں ایشاں بدہلی تشریف آوردند مخلص خود را ساعتے لطیف مشرف

---

[۱] منتخب التواریخ۔ جلد ۳۔ ص ۱۱۳۔

Marfat.com

ساختند آں ملاقات جز تعطش واشوق نیفزود و چنداں چیز ناگفتہ و ناشنیدہ ماند کہ چگویم"۔ [1]

اسی خط میں لکھتے ہیں:

"ایں فقیر را بعین الیقین معلوم شدہ است کہ در ذات ایشاں معنی محبت وحقیقت آشنائی تمکن یافتہ است" [2]

شیخ محدثؒ اور ملا بدایونی میں محبت و یگانگت کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ دونوں ایک ہی خانوادے سے منسلک تھے۔ حضرت مخدوم شیخ حامدؒ کے فرزند و سجادہ نشین شیخ موسیٰؒ سے شیخ محدث بیعت تھے۔ اور شیخ داؤدؒ مرید و خلیفہ شیخ حامدؒ سے ملا عبدالقادر بدایونی نسبت رکھتے تھے۔

ملت کی پریشاں حالی کے جس احساس نے شیخ عبدالحقؒ کے قلب و جگر کو گرمایا تھا اسی جذبہ نے ملا عبدالقادر کو بھی بے چین کر دیا تھا۔ شیخ محدثؒ نے اپنے ماحول پر حزم و احتیاط کے ساتھ تنقید کی، ملا عبدالقادر نے بے پردہ اور بے باکانہ۔ مولانا ابوالکلام آزاد ایک جگہ لکھتے ہیں:-

"بعض خوش اعتقاد بزرگوں کا خیال ہے کہ ملا عبدالنبی اور مخدوم الملک کی نسبت ملا عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں جو کچھ لکھا ہے اس کو ملا صاحب کی نکتہ چیں طبیعت کی بے اعتدالیوں اور معاصرت کے تعصب پر محمول کرنا چاہیے۔ لیکن ان بزرگوں کو معلوم نہیں کہ ملا بدایونی کے علاوہ اس

---

[1] منتخب التواریخ۔ جلد سوم۔ ص ۱۱۴ [2] ایضاً

[3] تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو۔ اخبار الاخیار۔ ص ۳۰۰۔ ۲۰۱۔

[4] تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو۔ اخبار الاخیار۔ ص ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ منتخب التواریخ۔ جلد سوم ص ۳۵۔ ۳۹

[5] خود شیخ محدثؒ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"اما توہم کہ سخن مبالغہ گفتہ نشود و از حیطۂ احتیاط کہ روش ایں فقیر است بیروں نیفتم" ص ۳۰۰

Marfat.com

عہد کے دیگر وقائع نگار بھی اس بارے میں متفق ہیں اور گو بدایونی کی طرح بے پردہ و بے باکانہ لکھنے کو شیوۂ حزم واحتیاط و تہذیب نگارش کے خلاف سمجھتے ہیں مگر اصلیت کا صاف اقرار کرتے ہیں۔ شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ سے بڑھ کر محتاط اور پردہ پوش راوی کون ہوگا .... شاہ صاحب نے جو کچھ لکھا ہے (مخدوم الملک کے متعلق) اس سے زیادہ بدایونی نے کونسی بات لکھی ہے؟ البتہ شاہ صاحب تہذیب نگارش و طریق احتیاط و عفو پر نظر رکھ کر پردے پردے میں لکھتے ہیں اور بدایونی اپنے جوش حق گوئی و اضطراب راست بیانی میں کسی بات کی پرواہ نہیں کرتے۔" [1]

---

[1] تذکرہ (مطبوعہ لاہور) ص ۳۵-۳۶۔

باب (۷) ہفتم

مرزا نظام الدین احمد بخشی

مرزا نظام الدین احمد بخشی، مؤلف تاریخ اکبر شاہی یا طبقات اکبری۔ دربار اکبری کے پنج ہزاری امراء میں تھے۔ عرصہ تک گجرات کے بخشی[1] رہے تھے۔ علم و عمل کی بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ ارسکن کا خیال ہے کہ وہ اپنے عہد کے بہترین مورخ تھے[2]۔ مذہب کا صحیح احترام ان کے دل میں تھا۔ بدایونی لکھتا ہے کہ "جہتہ یگانگت دینی"[3] مجھے اُن سے بڑی محبت تھی۔ ۲۳ صفر ۱۰۰۳ھ مطابق ۲۸۔ اکتوبر ۱۵۹۴ء کو جب اُن کا انتقال ہوا تو کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو ان کے غم میں پُرنم نہ ہو گئی ہو۔ اکبر نامہ میں ہے۔

• شہریار پایہ شناس لختے دل بگرفت واز الٰہی درگاہ آمرزش خواست

آشنا و بیگانہ بافسوس برخاست وراستی بسوگواری نشست[4]

بدایونی کو تو اُن کی موت کا اتنا صدمہ ہوا کہ "اشک حسرت از دیدہ ریختہ و سنگ نو میدی بر سینہ زدہ"[5]

مرزا نظام الدین اور شیخ محدث رحؒ میں بے حد خلوص اور یگانگت کے تعلقات تھے ابتدائی زمانہ میں شیخ محدث رحؒ فتح پور سیکری میں ان کے پاس ٹھہرے تھے۔ پھر جب وہ ایک جذبہ کے ماتحت یک لخت حجاز کی طرف چل کھڑے ہوئے تھے تو مرزا ہی نے اُن کی زاد راہ کا انتظام

---

[1] بخشی کے فرائض یہ تھے: فوج کی بھرتی، منصب داروں کے رجسٹر رکھنا۔ تنخواہ کے قواعد کی پابندی کرانا وغیرہ وغیرہ۔ [2] الیٹ جلد پنجم۔ ص ۱۷۸۔ [3] منتخب التواریخ: جلد سوم۔ ص ۳۹۷۔

[4] اکبر نامہ: جلد سوم ص ۶۵۵۔ [5] منتخب التواریخ۔ جلد سوم۔ ص ۳۹۷۔ بدایونی نے نجات الرشید مرزا صاحب ہی کے اصرار پر تصنیف کی تھی۔

Marfat.com

کیا تھا اور نہایت خاطر و مدارات سے اُن کو احمد آباد میں اپنے یہاں ٹھہرایا تھا[1]

باب (۹) نہم

میر سیّد طیّب بلگرامیؒ

میر سیّد طیب بلگرامیؒ، میر سید عبد الواحد بلگرامیؒ صاحب سبع سنابل کے فرزند اور سجادہ نشین تھے۔ علم و فضل، زہد و ورع میں اپنی مثال آپ تھے۔ آزاد بلگرامی نے اُن کے متعلق لکھا ہے:

"وے ذات مقدسی است کہ اگر ثقلین باو ناز کنند می زیبد و اگر زمین و زماں برخود بالند می شاید"[2]

سید کرم اللہ پدر سید العارفین میر شاہ لدھاؒ کہا کرتے تھے:

"اگر کسے خواہد ملک را بر روئے زمین بہ بیند میر سید طیب را مشاہدہ کند"[3]

میر طیب درس و تدریس کا مشغلہ رکھتے تھے۔ ہدایہ، تفسیر بیضاوی وغیرہ پر نہایت عالمانہ حاشیے لکھے تھے۔ ان میں اور شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ میں بڑی محبت اور مودت تھی۔ آزاد بلگرامی نے لکھا ہے:

"درمیان شیخ عبد الحق دہلویؒ قدس سرہ و حضرت میر [illegible] و مودتے عظیم بود، شیخ عبد الحق بہ رعایت بزرگی او را شیخ طیب می گفت"[4]

---

[1] گلزار ابرار [2] مآثر الکرام۔ ص ۴۷ [3] ایضاً۔ ص ۴۸۔ [4] ایضاً۔ ص ۴۹۔

Marfat.com

ایام پیری میں ایک مرتبہ شیخ محدثؒ درس دے رہے تھے کہ کسی مقام پر رک گئے اور فرمانے لگے کہ اگر میر سید طیب اس وقت موجود ہوتے تو بہ آسانی اس مشکل کو حل کر دیتے۔ اتفاقاً میر سید طیب اسی وقت وہاں آپہنچے، شیخ بہت خوش ہوئے اور وہ مشکل ان کے سامنے پیش کی۔ انہوں نے اس عبارت کو اس طرح پڑھا کہ مشکل خود بخود حل ہوگئی۔ اس زمانہ میں شیخ نورالحق خلف الصدق شیخ عبدالحقؒ آگرہ میں قاضی تھے۔ شیخ محدثؒ نے میر صاحبؒ سے دریافت کیا کہ کس راہ سے آئے؟ جب معلوم ہوا کہ آگرہ کی طرف سے آنا ہوا تو فرمایا کہ نورالحق سے تو ملاقات ہوئی ہوگی۔ میر صاحب نے جواب دیا "سفر میں کچھ ایسے موانع پیش آئے کہ ملنے کا موقع نہ ملا۔ شیخ نے فرمایا۔

"ظاہرا از ینکہ او مرتکب قضا شدا عراض بہ عمل آمد"

پھر شیخ نورالحق کی تعریف کی، اور کہا:

"اگرچہ پسر من است اما بجائے پدر، اگرچہ شاگرد من است اما بجائے استاد، اگرچہ مرید من است اما بجائے پیر می دانم" ؎۱

میر سید طیب یہ سن کر اس طرح اٹھے گویا کسی ضرورت کے لیے جاتے ہیں، لیکن اسی وقت آگرہ کے لیے روانہ ہوگئے، اور شیخ نورالحق سے ملاقات کر کے واپس آئے۔ شیخ عبدالحقؒ ان کے اس اخلاق سے بے حد متاثر ہوئے اور بقول آزاد بلگرامی

"معذرتہا بہ زبان آورد" ؎۲

؎۱،۲ ماثرالکرام ص ۴۹۔۵۰۔

باب دہم (۱۰)

محمد غوثی شطاریؒ

مولانا محمد غوثی ابن حسن ابن موسیٰ شطاری صاحب گلزار ابرار ۹۶۳ھ میں مانڈو میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کرنے کے بعد شیخ وجیہ الدین علوی گجراتیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن کے حلقۂ تلامذہ میں شامل ہو گئے محمد غوثی حضرت سید محمد غوث گوالیاری شطاریؒ سے بیعت تھے۔

شیخ محدثؒ اور مولانا غوثی کے تعلقات کی تفصیل کہیں دستیاب نہیں ہوتی گلزار ابرار میں مولانا غوثی نے ان کو اپنا دوست بتایا ہے۔ اور لکھا ہے کہ جب شیخ حجاز جاتے ہوئے مالوہ میں ٹھہرے تھے تو اُن سے بہت سے فیوض حاصل کیے تھے۔

۱۔ گلزار ابرار۔ ص ۲۰۸ (اردو ترجمہ)

۲۔ ایضاً ص ۵۹۹ (اردو ترجمہ)

Marfat.com

حصۂ چہارم

شیخ محدّث کی اولاد

Marfat.com

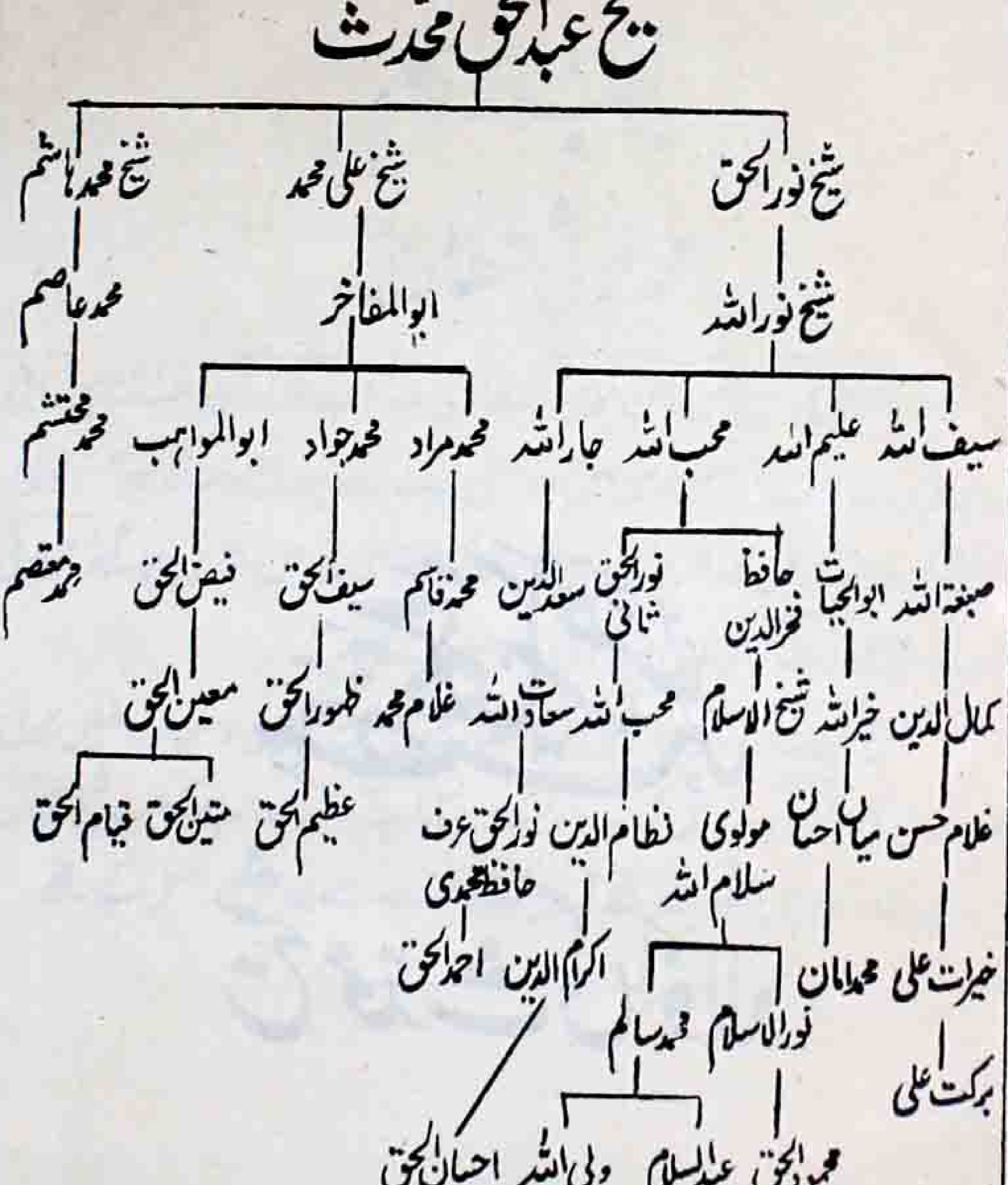

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے تین فرزند تھے۔ شیخ نورالحق، شیخ علی محمدؒ اور شیخ محمد ہاشم۔ اول الذکر کا تفصیلی ذکر آگے آتا ہے۔ شیخ علی محمدؒ جید عالم اور مرتاض بزرگ تھے۔ انہوں نے تین کتابیں تصنیف فرمائی تھیں:۔

(۱) خزائن الدُرر : عربی، فارسی، ترکی لغت

(۲) رسالہ احوال پنج پیران چشت : حالات خواجہ معین الدین چشتیؒ، قطب صاحبؒ

بابا فریدؒ، محبوب الٰہیؒ، چراغ دہلویؒ۔

(۳) نجات المریدین: احوال حضرت غوث الاعظمؒ

یہ تینوں کتابیں اب نایاب ہیں۔ سرسید احمد خاں نے آثار الصنادید کے دوسرے ایڈیشن میں رسالہ احوال پنج پیران چشت کا حوالہ دیا ہے۔

فرزند سوم محمد ہاشم کے متعلق فہرس التوالیف میں لکھا ہے:

"جوہر طبع او بجودت و سلامت و قوت در علم خصوصاً بعلم شریف حدیث موصوف و ممتاز است"

محمد ہاشم کے فرزند محمد عاصم سے شیخ محدثؒ کو بڑی محبت تھی۔ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:-

"فرزند دلبند بجاں پیوند محمد عاصم را فرستادم کہ چند گاہ دیدہ بجمال و کمال او روشن گرداند" [۱]

---

[۱] کتاب المکاتیب والرسائل۔ ص ۳۲۲۔

Marfat.com

باب اوّل

شیخ نور الحق مشرقی

شیخ محدث رح کے فرزند اکبر شیخ نور الحق ۹۸۳ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ تعلیم و تربیت باپ ہی کے آغوش میں پائی۔ شرح قرآن السعدین میں لکھتے ہیں کہ میرے باپ ہی نے اب ت کی تختی مجھے پڑھائی اور میرے باپ ہی نے مجھے فارغ التحصیل کر دیا۔[1]

شیخ محدث کی حیات میں انہوں نے اکبر آباد کی قضا کو قبول کر لیا تھا۔ شاہجہاں ایام شاہزادگی سے ان کی استعداد اور قابلیت کا معترف تھا۔ جب تخت نشین ہوا تو اصرار کر کے یہ خدمت ان کے سپرد کر دی۔ شیخ نور الحق نے یہ کام نہایت خوبی سے انجام دیا۔ آزاد بلگرامی نے لکھا ہے:

"حق ایں منصب نازک نوعے کہ باید بہ تقدیم رسانید"[2]

شیخ نور الحق رح زیادہ عرصہ تک منصب شاہی سے وابستہ نہیں رہے۔ شیخ محدث رح کی وفات کے بعد انہوں نے اپنے باپ کی مسند ارشاد کو سنبھال لیا۔ شاہجہاں نامہ میں لکھا ہے:

"وپس از رحلت آں جناب نور الحق خلف الصدق ش کہ در علم و فضل شہرہ آفاق بود مدت مدید صدر آرائے مدرسہ استفادہ گشتہ"[3]

---

[1] شرح قرآن السعدین (قلمی) [2] مآثر الکرام ص ۲۰۲

[3] شاہجہاں نامہ (اعمال صالح) ص ۳۸۵۔

Marfat.com

شیخ محدث رح کو اپنے فرزند اکبر سے بے حد محبت اور لگاؤ تھا۔ ایک خط میں لکھتے ہیں

"از من ہیچ عملے نیامدہ کہ واسطہ وسبب نجات من در عاقبت گردد، الا

وجود مسعود آں فرزند دلبند۔ بیت

شنیدم کہ در روز امید و بیم　　بداں را بہ نیکاں بخشد کریم

وازینجاست کہ پسر صالح را از اعمال خیر پدر شمردہ اند"

رسالہ وصیت میں اپنے متعلقین اور منسلکین کو ہدایت فرماتے ہیں کہ

"فرزند عزیز نور الحق را خلیفہ وجانشین فقیر دانند۔ وبا وے بتعظیم وتقدیم

پیش آیند"

شیخ محدث ان کو اپنا "وجود ثانی" کہا کرتے تھے اور اُن کے علم وفضل کے دل سے

معترف تھے۔

شیخ نور الحق رح اپنے والد ماجد سے بیعت تھے۔ بعد کو حضرت عاشق محمد نبیرہ

حضرت خواجہ شاہ نظام الدین نارنولی رح سے عقیدت پیدا ہوگئی تھی اور ان کے حلقہ

مریدین میں شامل ہوگئے تھے۔ فتح العارفین میں لکھا ہے :-

ہرگاہ حضرت شاہ عاشق محمد بر مسند ارشاد نشست وخرقہ خلافت از

والد بزرگوار دریافت شیخ نور الحق بن حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی

از ایشاں استفادہ فیض باطن نمود" [۲]

شیخ عبد الحق دہلوی رح کی توجہ کا مرکز مشکوٰۃ تھی، تو شیخ نور الحق رح کی کوششوں کا محور صحیح بخاری،

اُنہوں نے چھ جلدوں میں بخاری کی شرح تیسیر القاری کے نام سے فارسی میں لکھی اور اس کو

اورنگ زیب عالمگیر کے نام سے منسوب کیا۔ یہ شرح ۱۲۹۸ھ میں مطبع علوی محمد علی حسن خاں

لکھنؤ سے شائع ہوئی تھی۔

[۱] شرح سفر السعادت۔ ص ۲　　[۲] بحوالہ مراۃ الحقائق۔ ص ۱۱۴۔

Marfat.com

علم و ادب کا ذوق خاندانی ورثہ تھا مشرقی تخلص کرتے تھے شعر خوب کہتے تھے۔ ان کے شاعرانہ کمالات اور صلاحیتوں کے متعلق شیخ عبدالحق کی یہ رائے دلچسپی سے پڑھی جائیگی:-

"وجود فرزند مسعود نور دیدۂ دانش و بینش نورالحق الملقب بمشرقی است کہ شروق نیر فضل و کمال وے در ہر دو طریقۂ دانشوری و سخنوری باوسط السماء استوا و اعتدال نزدیک بسمت الراس رسیدہ است، یقین ہست کہ اگر وے توجہ برگمارد در طریقۂ شعرائے زمانہ شب و روز بمشق سخن و فکر شعر روئے آرد خمسۂ نظامی و خسرو را تتبع تواند کرد و لیکن توجہ و اشتغال وے بجانب علم و صلاح و نفس الامر غالب آمدہ نمی گذارد کہ بطرف شعر و طریقۂ شعر روئے آرد" [1]

فرحت الناظرین میں لکھا ہے کہ شیخ نورالحق نے ایک مثنوی تحفۃ العراقین لکھی تھی اور ان کا ایک دیوان بھی تھا جو پانچ ہزار اشعار پر مشتمل تھا۔ یہ مثنوی اور دیوان اب دستیاب نہیں ہوتے۔ چند اشعار کتابوں میں نقل کیے گئے ہیں جن کی بنا پر ان کے کلام کے متعلق کوئی رائے قائم کرنا مشکل ہے۔

؎ از شیوۂ ہمدماں ایں دور خلاف	گویم رمزے اگر بگیری بگزاف
چوں شیشہ ساعت اند پیوستہ بہم	دلہا ہمہ پر غبار و روہا ہمہ صاف

؎

با آنکہ مشرقی ہمہ تن دیدہ چوں گل است

با ہیچکس چو چشم حباب آشنا نبود

شیخ نورالحق کی مندرجہ ذیل تصانیف خاص طور سے قابل ذکر ہیں [2]:-

(۱) شرح شمائل ترمذی۔ اس کا قلمی نسخہ رامپور کے کتب خانہ میں موجود ہے [3]۔

---

[1] فہرس التوالیف (قلمی) [2] نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں "تصانیف فراواں دارد" [3] نمبر ۲۰۹

(۲) تفسیر سورۃ الفاتحہ ۔ قلمی نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے کتب خانہ میں ہے۔[1]

(۳) حاشیہ علی شرح الجامی ۔ قلمی نسخے پٹنہ[2] اور حیدرآباد[3] میں ہیں ۔

(۴) شرح عضدی ۔ بر عضدی و شرح مطالع و شرح ہدایہ
شرح مطالع و حکمت و دیگر کتب متداولہ حواشی دارد[4]
شرح ھدایہ

(۵) شرح قران السعدین[5] ۔ قلمی نسخے برٹش میوزیم[6] اور مسلم ایجوکیشنل کانفرنس[7] کے کتب خانہ میں موجود ہیں ۔

(۶) رسالہ در بیان رویا ۔

(۷) محیی القلوب

(۸) زبدۃ التواریخ[8]

شیخ نورالحق رح کے علم و فضل اور زہد و اتقا کا دور دور شہرہ تھا ۔ سلاطین، علماء و صوفیہ سب اُن کی قدر و منزلت کرتے تھے ۔ شاہ جہاں نے ایک باغ کوشک نامی آپ کو عطا کیا تھا۔[9] فرحت الناظرین میں لکھا ہے :-

---

[1] نمبر ۲۰۲ (II) [2] نمبر ۱۳۰۶ [3] نمبر ۱۶۴۴ - جلد دوم (کتب خانہ آصفیہ)
[4] فرحت الناظرین (قلمی) [5] نورالعین شرح قرآن السعدین ۔ امیر خسرو کی مشہور مثنوی ہے جس میں کیقباد اور بغرا خان کی ملاقات کا حال بیان کیا گیا ہے ۔ شیخ نورالحق نے اس کی شرح لکھی شیخ محدث نے اس کے مسودہ کو شروع سے آخر تک ملاحظہ فرمایا تھا ۔ اور اس میں اضافے فرمائے تھے ۔
[6] ملاحظہ ہو فہرست مرتبہ ریو، جلد دوم [7] ملاحظہ ہو معارف : اکتوبر ۱۹۳۶ء ص ۲۸۷ - ۲۸۸ -
[8] دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ نواب مرتضیٰ خاں شیخ فرید نے ان کے والد ماجد سے تاریخ لکھنے کی درخواست کی تھی شیخ ان دنوں بعض اہم علمی تصانیف میں معروف تھے، یہ کام اُن کے سپرد کر دیا ۔ اس میں نواب مرتضیٰ خاں کا حال تفصیلی درج ہے ۔ نیز محمد غوری سے لے کر جہانگیر تک کے حالات نہایت صفائی سے تحریر کیے گئے ہیں ۔ قلمی نسخے برٹش میوزیم (ریو، ج ۱) اور کتب خانہ آصفیہ (نمبر ۱۶۰) میں موجود ہے ۔
[9] مراۃ الحقائق ۔ ص ۱۱۴ (یہ باغ اکتیس بیگہ کا تھا اور عرصہ تک شیخ کے خاندان میں رہا ۔

"بارہا بہ ملازمت اقدس عالمگیر بادشاہ رسیدہ بعنایات بادشاہانہ ممتاز گردیدہ بود"

حضرت شاہ ابوالمعالیؒ اُن کا اتنا خیال کرتے تھے کہ ایک مرتبہ شیخ عبدالحق نے عرض کیا کہ مشرقی آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ رکھتا ہے۔ تو فرمایا ——

"تصدیع نکشد ما بدیدن او می آئیم ؎

جذبۂ عشق بجدیست میان من و یار
کہ اگر من نروم او بطلب می آید"

شیخ نور الحق نے اپنے عظیم المرتبت باپ کی طرح بیشتر وقت علم حدیث کی تبلیغ و ترویج میں صرف کیا۔ ۹۔ شوال ۱۰۷۳ھ کو نوّے سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا اور اپنے باپ کے احاطہ مزار میں سپرد خاک کیے گئے۔

اولاد

شیخ نور الحق کے صرف ایک فرزند شیخ نور اللہ تھے۔ ان کے چار بیٹے تھے۔

(۱) سیف اللہ (۲) علیم اللہ (۳) محب اللہ (۴) جار اللہ

شیخ سیف اللہ نے ۱۱۰۹ھ میں شمائل ترمذی کی شرح اشرف الوسائل کے نام سے فارسی میں لکھی تھی[۲]۔ فرزند سوم شیخ محب اللہؒ علم و فضل میں ممتاز تھے۔ انہوں نے صحیح مسلم کی شرح منبع العلم[۳] کے نام سے لکھی۔

شیخ محب اللہؒ کے دو لڑکے تھے، حافظ فخر الدینؒ اور شیخ نور الحق ثانی۔ موخر الذکر نے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی عربی تصنیف ماثبت بالسنۃ کی شرح فارسی میں لکھی تھی۔

---

[۱] کتاب المکاتیب ۔ ص ۳۰۴ - ۳۰۵ ۔

[۲] یہ شرح ۲ ۔ رجب ۱۰۹۱ھ کو مکمل ہوئی اور اورنگ زیب کو پیش کی گئی ۔ لکھتے ہیں: "پس چوں صورت اتمام گرفت، ساختم آں را تحفۂ درگاہ معلّی بادشاہ ظفر قریں سلطان دیں پرور السلطان المعظم ابوالظفر محی الدین محمدؒ عالمگیر غازی لا زالت رایات سلطنتہ مقارنۃ لآیات الفتح والظفر"

[۳] مراۃ الحقائق میں لکھا ہے: "یہ کتاب کتب خانہ مولوی انوار الحق میں قبل از غدر ۱۸۵۷ء موجود تھی، اس کے بعد سے نہیں ہے" ص ۱۱۵ ۔

Marfat.com

باب دوم (۲)

حافظ محمد فخر الدینؒ اور اُن کی اولاد

شیخ محب اللہؒ کے فرزند اکبر حافظ محمد فخر الدینؒ حدیث کے جید عالم تھے۔ انہوں نے اپنے باپ کی شرح منبع العلم پر نظر ثانی کی اور اس کو از سر نو ترتیب دیا۔ حصن حصین کی فارسی شرح لکھی، جو مطبع نول کشور سے طبع ہو چکی ہے۔ علاوہ ازیں عین العلم مصنفۂ شیخ محمد بن عثمان بن عمر بلخیؒ کو فارسی زبان میں منتقل کیا۔

حافظ فخر الدین کے فرزند ارجمند شیخ الاسلام محمد کو بھی بہت شہرت حاصل ہوئی۔ نادر شاہ کے حملہ تک وہ دہلی میں رہے۔ اور صدر الصدور کی خدمات انجام دیتے رہے انہوں نے صحیح بخاری کی شرح چھ جلدوں میں لکھی تھی جو لکھنؤ سے شائع ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ ان کی دو تصانیف یہ ہیں:

(۱) کشف الغطاء عما الزم للموتی علی الاحیاء: تجہیز و تکفین سے متعلق ہے اور دو مرتبہ دہلی سے شائع ہو چکی ہے۔

(۲) طرد الاوہام عن اثر الامام الہمام: اثبات مذہب امام ابو حنیفہؒ پر تھی۔

جس زمانہ میں حضرت شیخ الاسلام دہلی میں منصب صدر الصدور کی خدمات انجام دے رہے تھے وہ بڑا ہوش رُبا دور تھا۔ دہلی بقول شاہ ولی اللہ دہلویؒ "بمنزلہ لعب صبیان" تھی۔ سکھوں، مرہٹوں، جاٹوں وغیرہ کی ہنگامہ آرائی نے زندگی کو ایک بوجھ بنا دیا تھا۔ شرح بخاری کے نصف اول کے خاتمہ پر لکھتے ہیں:۔

Marfat.com

تمام شد بحول اللہ وقوتہ ترجمہ نصف صحیح در ہنگام کمال تشتت بال و پریشانی حال از نہب و غارت خانہ در جملہ دیار شہر کہنہ دہلی ..... من آخر جمادی الثانی ۱۲۶۶ھ"

مولانا محمد شیخ الاسلام کے فرزند شیخ سلام اللہ محدث رامپوری اپنے زمانہ کے مشہور محدث تھے۔ حدائق الحنفیہ میں لکھا ہے کہ وہ فقیہ فاضل، محدث کامل، مفسر متبحر، علامہ عصر محقق اور مدقق تھے[۱]۔ صاحب تذکرہ کاملان رامپور کا بیان ہے کہ وہ تمام کتب غیر درسیہ پر مثل کتب درسیہ کے قادر تھے۔ علوم منقول حدیث، رجال، لغت، ادب سب میں کامل تھے، اور عربی زبان میں مطالب علمیہ کو لکھنے میں ید طولیٰ تھا" وہ دہلی کے حالات سے بد دل ہو کر رام پور چلے گئے تھے اور وہاں درس تدریس کا کام اعلیٰ پیمانے پر شروع کر دیا تھا۔ ۱۲۲۹ھ یا ۱۲۳۳ھ میں وصال فرمایا اور بغدادی صاحب کے مزار کے احاطہ میں سپرد خاک کیے گئے۔

شیخ سلام اللہ صاحب نے موطا کی شرح محلی بحل اسرار الموطا کے نام سے دو جلدوں میں لکھی تھی۔ ڈاکٹر زبید احمد صاحب کا خیال ہے کہ محلی، مسوی (شاہ ولی اللہ دہلوی) سے زیادہ جامع ہے۔ مگر مسوی کی ترتیب محلی کی ترتیب سے بہتر ہے[۲]۔

محلی کے علاوہ شیخ سلام اللہ صاحب کی تصانیف یہ ہیں:-

(۱) شرح شمائل ترمذی[۳]

(۲) رسالہ مناقب اہل بیت بنام خلاصۃ المناقب[۴]

(۳) کمالین حاشیہ تفسیر جلالین[۵]

(۴) رسالہ اصول حدیث

شیخ سلام اللہ صاحب کے دو صاحبزادے تھے۔ شیخ نور الاسلام اور محمد سالم

---

[۱] حدائق الحنفیہ ص ۴۶۸ [۲] "معارف" دسمبر ۱۹۴۲ء ص ۴۲۲۔

[۳][۴][۵] یہ کتابیں مولوی انوار الحق کے کتب خانہ میں تھیں (مراۃ الحقائق۔ ص ۱۱۶)

Marfat.com

شیخ نورالاسلام علوم عقلیہ ونقلیہ اور علم ریاضی میں کمال رکھتے تھے[۱]۔ علم طب سے بھی دلچسپی تھی۔ مولانا غیاث الدین صاحب غیاث اللغات نے طب انہی سے پڑھی تھی۔ شیخ نورالاسلام کچھ عرصہ رام پور میں مفتی بھی رہے تھے۔ ان کی تصانیف مندرجہ ذیل ہیں :۔

(۱) رسالہ بحث زمان بنام ایثار الحق (۲) رسالہ بحث مکان

(۳) رسالہ اصول حدیث (۴) رسالہ اسطرلاب

(۵) حاشیہ علی میرزاہد علی الرسالۃ القطبیہ

مولانا حاجی ابوالخیر محمد سالم نے مندرجہ ذیل تصانیف چھوڑی تھیں ۔

(۱) رسالہ نورالایمان (۲) رسالہ اصول الایمان

(۳) لطائف الاسرار (۴) طریق السالم

(۵) رسالہ عذب نہر ترجمہ حزب البحر (۶) رسالہ دربیان جواز سماع

مولانا نورالاسلام اور مولانا محمد سالم کے بعد شیخ محدثؒ کے خاندان کی علمی حیثیت تقریباً ختم ہوگئی۔ حدیث سے وہ والہانہ تعلق جو شیخ محدثؒ سے لے کر مولانا محمد سالم تک خاندان حقی کی خصوصیت تھی بعد کو کسی بزرگ میں نظر نہیں آتی۔ اس خاندان کے دو آخری بزرگوں مولانا انوارالحق حقی مرحوم دہلویؒ[۲]، اور مولانا برکت علی حقی مرحوم دہلوی[۳]

---

[۱] ابجد العلوم ج ۳ ص ۹۲۷

[۲] ۱۲۵۴ھ ۱۸۳۸ء میں پیدا ہوئے۔ فارسی مولانا صہبائی سے، حساب وہندسہ مولوی مشتاق احمد شاگرد مولانا مملوک العلی سے، منطق مفتی صدرالدین خاں سے، علم کلام مولانا حیدر علی فیض آبادی اور شرح وقایہ وہدایہ مولانا عبدالرزاق سے پڑھی۔ ابتدائی زمانہ میں علمی مشاغل تھے اور شیخ محدث کی کتابوں کو جمع کیا تھا۔ غدر کے بعد زندگی بدل گئی اور سرکاری ملازمت میرٹھ میں کرلی۔ شیخ محدث کے مکتوبات کو انہوں نے شائع کیا تھا۔ شاہ کلیم اللہ دہلویؒ کے حالات میں ان کا ایک مختصر رسالہ مسلم یونیورسٹی کے کتبخانہ میں ہے (ذخیرہ سرشاہ سلیمان) اسی رسالہ کے ساتھ میر حسن علاء سجزی صاحب فوائد الفواد کی ایک مختصر لیکن نایاب تصنیف مخ المعنی بھی شامل ہے جو مطالعہ کے قابل ہے۔ شیخ نظام الدین اولیاء نے اس رسالہ کو بہت پسند فرمایا تھا

[۳] شیخ محدثؒ کے حالات میں انہوں نے مراۃ الحقائق تصنیف کی۔

Marfat.com

کو اپنے بزرگوں کی روایات کا بڑا خیال تھا اور انہوں نے شیخ محدث رح کی تصانیف کی حفاظت اور حالات کی اشاعت میں بیش قدر خدمات انجام دیں۔

فہرست تصانیف اولاد شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح

شیخ نورالحق بن شیخ عبدالحق رح

(۱) تیسیر القاری شرح صحیح البخاری (۲) شرح شمائل ترمذی (۳) تفسیر سورۃ الفاتحہ
(۴) حاشیہ علی شرح الجامی (۵) شرح عضدی (۶) شرح مطالع
(۷) شرح ہدایہ (۸) شرح قران السعدین (۹) زبدۃ التواریخ
(۱۰) رسالہ در بیان رویا (۱۱) محیی القلوب (۱۲) مثنوی تحفۃ العراقین

شیخ علی محمد بن شیخ عبدالحق رح

(۱) خزائن الدرر (۲) رسالہ احوال پنج پیران چشت
(۳) نجات المریدین

شیخ سیف اللہ بن شیخ نوراللہ بن شیخ نورالحق رح

(۱) اشرف الوسائل فی شرح شمائل ترمذی

شیخ محب اللہ بن شیخ نوراللہ رح

(۱) منبع العلم ترجمہ صحیح مسلم

حافظ فخرالدین بن شیخ محب اللہ

(۱) شرح منبع العلم (۲) شرح عین العلم (۳) شرح حصن حصین

شیخ نورالحق ثانی بن شیخ محب اللہ رح

(۴) شرح ماثبت بالسنۃ

Marfat.com

شیخ الاسلام بن حافظ فخر الدین

(۱) شرح صحیح بخاری (۲) کشف الغطا عما الزم للموتی علی الاحیاء

(۳) طرد الاوہام عن اثر الامام الہمام

مولانا محمد سلام اللہ محدث بن مولانا شیخ الاسلام

(۱) محلیٰ شرح موطا (۲) رسالہ مناقب اہل بیت بنام خلاصۃ المناقب

(۳) شرح شمائل ترمذی (۴) کمالین حاشیہ تفسیر جلالین

(۵) رسالہ اصول حدیث

مولانا نور الاسلام بن محمد سلام اللہ

(۱) رسالہ بحث زمان (۲) بحث مکان

(۳) رسالہ اصول حدیث (۴) رسالہ اسطرلاب

(۵) حاشیہ علیٰ میرزاہد علی الرسالۃ القطبیہ

مولانا محمد سالم بن سلام اللہ

(۱) رسالہ نور الایمان (۲) رسالہ اصول الایمان

(۳) لطائف الاسرار (۴) طریق السالم

(۵) رسالہ عذب نہر ترجمہ حزب البحر (۶) رسالہ دربیان جواز سماع

Marfat.com

حصۂ پنجم

شیخ محدثؒ کی علمی اور دینی خدمات

Marfat.com

بابِ اوّل[1]

شیخ عبدالحق محدثؒ دہلوی کا ماحول

انسان کی ذہنی اور فکری نشوونما میں ماحول کا بہت بڑا حصہ ہوتا ہے۔ وہ اپنی ہمت اور توفیق کے مطابق کچھ ماحول سے لیتا اور کچھ اس کو دیتا ہے۔ اس طرح رد و قبول، جذب و انجذاب، تقلید و اجتہاد کی خاموش لیکن طویل کشمکش کے بعد اُس کی شخصیت کا مرکز متعین ہوتا ہے۔ اس بنا پر کسی انسان کو اس کے ماحول سے ہٹا کر سمجھنے کی کوشش کبھی بارآور نہیں ہو سکتی۔ شیخ محدثؒ کے افکار و رجحانات، جذبات و احساسات بڑی حد تک حالات گردوپیش سے متاثر ہوئے تھے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی دینی خدمات کا جائزہ لینے سے قبل ان کے ماحول کو سمجھ لیا جائے۔

مہدوی تحریک

شیخ عبدالحقؒ نے جب آنکھ کھولی تو مہدوی تحریک پورے عروج پر تھی۔ مہدوی تحریک کے بانی سید محمد جونپوریؒ ۱۴ جمادی الاول ۸۴۷ھ مطابق ۱۴۴۳ء کو جونپور میں پیدا ہوئے تھے۔ وہ دل و دماغ کی بڑی خوبیوں کے مالک تھے اس لیے معاصرین نے ان کو "اسد العلماء" کا خطاب دیا تھا۔ درس تدریس میں خاص مہارت تھی۔ اُن کے حلقۂ درس میں شاہ و گدا سب ہی شریک ہوتے تھے۔ چالیس سال کی عمر میں سید محمد جونپوری معتقدین کی ایک مختصر جماعت کو ساتھ لے کر حجاز چلے گئے، وہاں عرصہ تک ارشاد و تلقین اور درس و تدریس میں مصروف رہے۔ مہدوی تذکروں میں لکھا ہے کہ ۱۴۹۵ء میں جب کہ اُن کی عمر باون سال تھی اُنھوں نے مکہ میں مہدیت کا اعلان کیا۔ اس کے بعد وہ

گجرات کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اور احمد آباد میں مہدوی تحریک کا مرکز قائم کیا۔ وہاں علماء نے اُن کی شدید مخالفت کی، لیکن جتنی وہ مخالفت کرتے تھے اُتنی ہی اُن کی تحریک ترقی کرتی تھی مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں ـــ "عشق کی صداقت اور قلب کی پاکی نے ان کی دعوت و تذکیر میں ایسی تاثیر بخشی تھی کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ہزاروں آدمی حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے اور متعدد سلاطین وقت نے ان سے بیعت کی۔ ان لوگوں کے طور طریق کچھ عجیب عاشقانہ و والہانہ تھے اور ایسے تھے کہ صحابۂ کرام کے خصائص ایمانی کی یاد تازہ کرتے تھے عشق الٰہی کی ایک جاں سپار جماعت تھی جس نے اپنے خون کے رشتوں اور وطن و زمین کی فانی الفتوں کو ایمان و محبت کے رشتہ پر قربان کر دیا تھا۔ اور سب کو چھوڑ چھاڑ کر راہ حق میں ایک دوسرے کے رفیق و غمگسار بن گئے تھے۔ امیر و فقیر، اعلیٰ و ادنیٰ سب ایک ہی حال اور ایک رنگ میں رہتے اور بجز خلق اللہ کی ہدایت و خدمت اور احکام شرع کے اجراء و قیام کے اور کسی کام سے واسطہ نہ رکھتے" ؎

حقیقت یہ ہے کہ سید محمد جونپوری کی تحریک حالات گرد و پیش کے خلاف ایک زبردست بغاوت کا اعلان تھی ـــ مادیت کی وبا ہر طرف پھیلی ہوئی تھی، شریعت سے انحراف روز بروز ترقی کر رہا تھا، علماء سوء نے دین کی بے حرمتی پر کمر باندھی تھی اور سیدھے سادے انسانوں کو گمراہ کر رہے تھے۔ صوفیہ نے شریعت و طریقت کی تفریق میں اپنی بے راہ روی کا جواز تلاش کر لیا تھا، امراء و سلاطین ہنگامہائے ناؤ نوش میں مدہوش تھے ـــ اس صورت حال نے سید محمد کے حساس قلب میں کرب اور بے چینی پیدا کر دی۔ انہوں نے اعلاء کلمۃ الحق کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دینے کا فیصلہ کر لیا۔ مولانا آزاد اُن کی تحریک کے متعلق لکھتے ہیں ـــ "میرا خیال ہے کہ اس کی بنیاد صداقت و حق پرستی پر تھی، یعنی دعوت و تبلیغ حق و احیاء شریعت و قیام فرض امر بالمعروف و نہی عن المنکر

؎ تذکرہ

اُس کا مقصد اعلیٰ تھا اور خود سید محمد اور ان کے پیروؤں کی پہلی جماعت کے اکثر لوگ بڑے ہی پاک نفس اور خدا پرست لوگ تھے"[1]

سلیم شاہ سوری کے عہد میں شیخ علائی، شیخ عبداللہ نیازی وغیرہ نے مہدوی تحریک کی نشر و اشاعت میں بہت کام کیا۔ اکبر کے عہد میں گجرات مہدویوں کا مرکز تھا اور وہاں میاں محمد مصطفیٰ[2] کی مسند ارشاد بچھی ہوئی تھی۔ علماء اُن کے شدید مخالف تھے۔ ۱۵۷۳ء میں جب اکبر گجرات پہنچا تو اُنھوں نے میاں مصطفیٰ کے قتل کی تجویز پیش کی۔ اکبر نے میاں مصطفیٰ کو پٹن بلوایا اور اُن سے گفتگو کی۔ ان کی باتوں کا دل پر ایسا اثر ہوا کہ خان اعظم کو حکم دیا کہ ان کو فتح پور بھیج دیا جائے۔ وہاں اکبر نے علماء کو جمع کیا اور میاں مصطفیٰ سے مہدویت کے متعلق سوالات کیے[3]۔ بدایونی لکھا ہے

"در صحن دیوان خانہ علماء را طلبیدہ از شیخ مصطفیٰ تحقیق
مسئلہ مہدویت می نمودند و او مجیب بود و مناظرہ بامتداد
کشید"[4]

میاں مصطفیٰ نے گجرات جاتے ہوئے ۱۵۷۵ء میں وصال فرمایا۔ ان کے بعد شمالی ہندوستان میں مہدویت کا اثر کم ہو گیا۔

سید محمد مہدی کی تحریک احیاء سنت اور اماتت بدعت کے لیے وجود میں آئی تھی لیکن یہ اپنے اصلی رنگ میں زیادہ عرصہ تک نہ چل سکی۔ مہدویت کا تصور، اسلام کے ایک بنیادی اصول ختم نبوت سے ٹکرا گیا اور علماء اسلام مثلاً شیخ علی متقی[5]

---

[1] تذکرہ

[2] میاں مصطفیٰ کی ایک تصنیف "جواہر التصدیق" ۱۳۶۰ھ میں جمعیت مہدویہ دائرہ زمستاں پور حیدر آباد سے شائع ہوئی ہے۔
میاں مصطفیٰ کے حالات زندگی حافظ محمود شیرانی مرحوم نے اورنٹیل کالج میگزین (۱۹۴۳ء، ۱۹۴۴ء) میں لکھے ہیں (دائرے کے مہدویوں کا اردو ادب کی تعمیر میں حصہ)

[3] ملاحظہ ہو مجالس میاں مصطفیٰ (مطبوعہ مکتبہ ابراہیمیہ ۱۳۶۷ھ)

[4] منتخب التواریخ۔ جلد دوم۔ ص ۱۵

[5] حالات کے لیے ملاحظہ ہو ضمیمہ۔

Marfat.com

شیخ ابن حجر کی ؒ اور شیخ عبدالحق ؒ اس کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے۔ شیخ عبدالحق نے لکھا ہے:

"دراعتقاد سید محمد جونپوری ہر کمالیکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داشت و رسید اسید محمد رانیز بود، فرق ہمیں است کہ آنجا باصالۃ بود وانیجا بتبعیۃ وتبعیۃ رسول بجائے رسیدہ کہ ہمچو او شد"

اگر سولھویں اور سترہویں صدی کی مختلف مذہبی تحریکوں کا بغور تجزیہ کیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جائیگی کہ اس زمانہ کا سب سے اہم مسئلہ پیغمبر اسلام کا صحیح مقام اور حیثیت متعین کرنا اور برقرار رکھنا تھا! —— تصور امام، عقیدۂ مہدویت، نظریۂ الفی، دین الٰہی —— یہ سب تحریکیں پیغمبر اسلام کے مخصوص مقام اور مرتبہ پر کسی نہ کسی طرح ضرب لگاتی تھیں۔ شیخ عبدالحق کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اُنھوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ و ارفع مقام کی پوری طرح وضاحت کردی اور اس سلسلہ کی ہر ہر گمراہی پر شدت سے تنقید کی۔

علماء کی حالت

اس دور میں جو طبقہ سب سے زیادہ ظلمت و گمراہی کا شکار تھا وہ علماء سوٗ کا تھا۔ اس نے "اجتہاد" اور "بدعت حسنہ" کے دلفریب عنوان سے صدہا گمراہیوں کے دروازے کھول دیے تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی ؒ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:۔

"اکثر علماء این وقت رواج دہندہائے بدعت اند ومحو کنند ہائے سنت" ؂۲

اس زمانہ کے بیشتر علماء بدعت کو رواج دینے والے اور سنت کو مٹانے والے ہیں۔

حاجی ابراہیم سرہندی نے گجرات سے بادشاہ کے لیے کچھ تحائف بھیجے تھے جن میں سے ایک تحفہ یہ تھا——

؂۱ "درزمان خود اعظم فقہا و اعلم علمائے مکہ معظمہ بود و درابتدائے حال اُستاد شیخ علی متقی ؒ بود" (اخبار الاخیار - ص ۲۵۰)

؂۲ مکتوبات مجدد الف ثانی - مکتوب ۵۴ - دفتر دوم حصہ ہفتم

Marfat.com

"ایک جعلی عبارت شیخ ابن عربی قدس سرہ کی ایک پرانی کرم خوردہ کتاب سے نامانوس حروف میں نقل کر کے بھیجی جس کا مطلب یہ تھا کہ "صاحب زماں" کے پاس بہت سی عورتیں ہونگی اور وہ بغیر داڑھی کے (ریش تراش) ہوگا" [۱]

یہ علما جس باطنی فسق و فجور میں مبتلا تھے اس کا اندازہ مخدوم الملک کے اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ ان کے پاس دولت کی فراوانی کا یہ عالم تھا کہ صرف گھر کے صندوقوں میں ہی نہیں بلکہ خاندانی قبروں میں بھی چاندی سونے کی اینٹیں ہی مدفون تھیں لیکن اس کے باوجود عمر بھر کبھی زکوٰۃ ادا نہ کی۔ حیلہ یہ نکال لیا تھا کہ ہر سال کے آخر میں اپنا تمام خزانہ بیوی کے نام ہبہ کر دیتے تھے اور سال ختم ہونے پر وہ اُن کو واپس کر دیتی تھی ملا بدایونی نے لکھا ہے :-

"وغیر ازیں نیز حیلہ ہائے دیگر کہ حیل بنو اسرائیل پیش آں شرمندہ است وہمچنیں خست و رذالت و خباثت و جہالت و مکاری و ستمگاری او کہ بہ مشایخ و فقرا دیار خصوصاً بہ ائمہ مساجد و اہل استحقاق پنجاب نمودہ بود، یک یک بہ ظہور پیوست" [۲]

حُب جاہ و زر نے ان علماء کے ضمیر کی آواز کو اس قدر مردہ کر دیا تھا کہ وہ بادشاہ کی خوشنودی مزاج کی خاطر ہر قسم کے غیر شرعی فتوے دینے کے لیے آمادہ ہو جاتے تھے اکبر کو سجدہ کرنے کا فتویٰ قاضی خاں بدخشانی نے دیا تو ملا عالم کابلی کو اس کا افسوس ہوا کہ یہ اجتہادی فضیلت اس کو کیوں نہ میسر آئی! داڑھی منڈوانے کی حدیث شیخ امان پانی پتی کے بھتیجے نے نکالی۔ فریضہ حج کے اسقاط کا فتویٰ مخدوم الملک کے ذہن رسا کا نتیجہ تھا۔

علماء سو کی ان اجتہادی سرگرمیوں نے مذہب کی روح کو مردہ کر دیا اور شریعت

---

[۱] منتخب التواریخ جلد دوم ص ۲۷۸ [۲] منتخب التواریخ۔

Marfat.com

سنت سے بے اعتنائی عام ہوگئی۔ مجدد صاحبؒ ایک مکتوب میں صدر جہاں کو لکھتے ہیں:

"معلوم شریف است کہ در قرن سابق ہر فسادے کہ پیدا شد از شومی علماء سو بظہور آمد"۔ [1]

صوفیہ خام

اس زمانہ میں گمراہی کا دوسرا زبردست منبع صوفیۂ خام تھے۔ انہوں نے "شریعت" کو "طریقت" سے علیحدہ کرکر تصوف کی شکل کو مسخ کر دیا تھا

مجدد صاحبؒ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:۔

"متصوفان خام و ملحدان بے سرانجام ۔۔۔۔ خیال می کنند کہ خواص مکلف بمعرفت اند وبس ۔۔۔۔ ومیگویند کہ مقصود از اتیان وشریعت حصول معرفت است وچوں معرفت میسر شد تکلیفات شرعیہ ساقط گشت و ایں آیہ کریمہ "واعبد ربك حتی یاتیك الیقین" بستشہد می آرند یعنی انتہائے عبادت تا حصول معرفت حق تعالیٰ است" [2]

بہت سے کچے متصوف اور بے سروسامان ملحدوں کا خیال ہے کہ خواص صرف معرفت الٰہی کے مکلف ہیں۔۔۔۔ اور کہتے ہیں کہ شریعت پر عمل کرنے سے مقصود تو حصول معرفت ہی پس جب معرفت حاصل ہوگئی تو احکام شرعیہ ساقط ہو گئے اور آیہ کریمہ کو شہادت میں پیش کرتے ہیں اور یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ عبادت کی انتہا حصول معرفت پر ہے۔

بہت سے ایسے مجاہدات رائج ہو گئے تھے جن کو شریعت وسنت سے کوئی تعلق نہ تھا۔ وحدت وجود کی گفتگو برسرعام ہوتی تھی۔ اور عبد ومعبود کے درمیان سب فرق بے معنی قرار دیا جاتا تھا مجدد صاحبؒ نے ان حالات میں فرمایا تھا۔

---

[1] مکتوبات ص ۱۹۵ جلد اول   [2] مکتوبات ص ۲۵۸ دفتر اول۔

Marfat.com

"ریاضات و مجاہدات کہ باو رائے تقلید سنت اختیار کنند معتبر نیست" م ۲۲۱ دفتر اول

"احوال و مواجید کہ بر اسباب نامشروعہ مترتب شوند نزد فقیر از قبیل استدراجات است" م ۲۶۶ - دفتر اول

"زنہار بترہات صوفیہ مفتون نگردی و غیر حق را جل سلطانہ حق ندانی" م ۲۷۲

"رقص وسرود" اب تصوف کی جان تھا۔ الحاد و زندقے کو چھپانے کے لیے "طریقت" کا لفظ استعمال کیا جاتا تھا۔ مشایخ متقدمین کی روایات بھلائی جا چکی تھیں۔ اور "تصوف" جو کبھی احیاء سنت، تزکیہ نفس اور تجلیہ باطن کا دوسرا نام تھا، اب سراسر ظلمت اور بدعت کے مترادف ہو گیا تھا۔

دربار اکبری ابتدائی زمانہ میں اکبر مذہب کا سختی سے پابند تھا۔ شریعت کا پورا پورا احترام کرتا تھا۔ پنج وقتہ نماز باجماعت پڑھتا تھا اور اس کی تلقین کرتا تھا۔ بدایونی نے لکھا ہے:

"ہر پنج وقت برائے خاطر جماعت در دربار می گفتند" [1]

لیکن اس کا یہ شغف زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکا۔ اور علماء سوء کی کج بحثی اور حب زر و جاہ نے اس کو مذہب ہی سے برگشتہ کر دیا۔ مجدد صاحب رح نے صحیح لکھا تھا کہ ـــــ

"در قرن ماضی ہر بلائے کہ بر سر آمد از شومی ایں جماعت بود، بادشاہاں را ایشاں از راہ می برند" [2]

ہوا یہ کہ ۱۵۷۵ء میں اکبر نے ایک عبادت خانہ بنوایا جس میں علماء اسلام کو مختلف دینی مسائل پر تبادلہ خیال کرنے کی دعوت دی۔ علماء نے عبادت خانہ کو دنگل میں تبدیل کر دیا اور بقول بدایونی

"بد نفسیہا ازیں جماعت ظاہر شدند" [3] بہت کچھ بیہودگیاں اس گروہ سے ظاہر ہوئیں

---

[1] منتخب التواریخ ۔ ص۲۰۳ [2] مکتوبات مجدد الف ثانی رح م ۴۷ دفتر اول حصہ دوم ص۱۳ [3] منتخب التواریخ

Marfat.com

بحث اس انداز میں ہوتی کہ علماء کی گردن کی رگیں پھول آتیں اور شور و غل ہونے لگتا۔ اکبر نہایت سنجیدگی کے ساتھ مذہبی معلومات حاصل کرنے کے لیے بے چین تھا۔ جب اُس نے علماء کی یہ حالت دیکھی تو اس کو سخت مایوسی ہوئی اور اس نے ملا عبدالقادر کو حکم دیا کہ آئندہ جو عالم بھی نامعقول حرکت کرے اُس کو دربار میں آنے نہ دیا جائے۔ اکبر کے اس حکم کے بعد علماء سوء کا شور و غل تو غالباً کم ہو گیا ہو گا لیکن ان کی فطرت کب بدل سکتی تھی۔ ایک عالم اگر ایک فعل کو حرام کہتا تو دوسرا کسی نہ کسی حیلہ سے اس کو جائز ثابت کر دکھاتا۔ اکبر کے ذہن پر اس صورت حال کا بہت برا اثر پڑا[1] اور

"علماء عہد خویش را کہ بہتر از غزالی و رازی تصور نمودہ بودند، رکاکتہائے ایشاں را دیدہ، قیاس غائب بر شاہد کردہ سلف را نیز منکر شدند"[2]

اپنے زمانہ کے وہ علماء جن کو غزالی اور رازی سے بہتر تصور کرتا تھا، جب ان کا چھچھورپن دیکھا تو سامنے والوں پر غائبوں کو قیاس کر کے سلف کا بھی منکر ہو گیا

شیخ عبدالنبی جن سے کبھی اکبر کی عقیدت کا یہ عالم تھا کہ ان کے جوتے خود اُٹھاتا تھا، ایک مرتبہ عبادت خانہ میں بحث و مباحثہ کر رہے تھے کہ اکبر نے اُن کے منہ پر چانٹا مارا۔

علماء کے جھگڑوں سے تنگ آکر ۱۵۷۹ء میں ایک محضر نامہ جاری کیا گیا جسے ملا مبارک ناگوری نے مرتب کیا تھا۔ اس محضر نامہ میں اعلان کیا گیا کہ

"مرتبہ سلطان عادل عنداللہ زیادہ از مرتبہ مجتہد است"

[1] اکبر کا یہ قول ابوالفضل نے آئین اکبری میں لکھا ہے:
"کاشکے از خوانندگاں رسمی علوم چندیں اختلاف بگوش نرسیدے، از فراواں گرگونگی تفاسیر و احادیث بہ شگفت زار نیفتادے" (ص ۲۲۱)
(کاشکے میں رسمی علوم کے ماہرین سے اس قدر اختلافات نہ سنتا اور تفاسیر و احادیث کے اختلافات مجھے حیرانی میں نہ ڈالتے۔

[2] منتخب التواریخ

Marfat.com

اور اکبر کو حق اجتہاد دیا گیا۔ بظاہر یہ مسودہ بالکل معصوم معلوم ہوتا ہے لیکن اس میں ایک اہم دینی اور فقہی مسئلہ اُلجھا ہوا ہے ـــــ اجتہاد کا حق کیا ایک ایسے بادشاہ کو دیا جاسکتا ہے جو علم دین سے پوری طرح واقفیت نہ رکھتا ہو ـــــ ؟

اس کے بعد اکبر نے مسجد میں خطبہ پڑھنے کا ارادہ کیا۔ فیضی نے خطبہ میں یہ اشعار لکھے:

خداوندے کہ مارا خسروی داد ‏ ‏ دل دانا و بازوے قوی داد
بعدل وداد مارا رہنموں کرد ‏ ‏ بجز عدل از خیال ما بروں کرد
بود وصفش از حد فہم برتر ‏ ‏ تعالیٰ شانہ اللہ اکبر

ابھی خطبہ کے یہ اشعار بھی پوری طرح نہ پڑھنے پایا تھا کہ اکبر پر لرزہ طاری ہو گیا اور وہ منبر سے اُتر آیا

عبادت خانے کے دروازے اب ہر مذہب اور ملت کے لیے کھول دیے گئے اور طرح طرح کے مباحث پر گفتگو ہونے لگی۔ اکبر ان میں شرکت کرتا تھا۔ علماء اسلام سے اس کو پہلے ہی نفرت ہو چکی تھی۔ جب غیر مذاہب کے لوگوں نے اس کے دل و دماغ میں اسلام کے متعلق شبہات پیدا کیے تو کوئی طبقہ علماء کا دربار میں ایسا نہ تھا جو اُن کو رفع کرسکتا۔ جو مسلمان عالم دربار میں موجود تھے اُنھوں نے بادشاہ کی ہمزبانی میں ہی اپنی فلاح کا راز پایا۔ اور اس کی ہر بدعت کو جائز قرار دے دیا نتیجہ یہ ہوا کہ دربار اکبری بدعات کا مرکز بن گیا اور اسلام سے بادشاہ کا تعلق روز بروز کم ہوتا چلا گیا۔

جب اسلام کی ہر ہر بات عقل کی ترازو میں تولی جانے لگی تو ملامت و تنقید کا سب سے پہلا نشانہ مجتہدین و ائمہ بنے۔ ملا عبدالقادر نے لکھا ہے:

"اگر در عین بحث سخن مجتہدین را ‏ ‏ اگر کسی بحث و مباحثہ کے درمیان ائمہ

Marfat.com

می آورد مند می گفت فلاں حلوائی و فلاں کفش دوز، وفلاں چرم گر برما حجت می آرید"[1]

مجتہدین کی کوئی بات پیش کی جاتی تو (ابوالفضل) اس کے جواب میں کہتا فلاں حلوائی فلاں کفش دوز اور فلاں چمڑے والے کے قول سے تم مجھ پر حجت قائم کرتے ہو۔

اس کے بعد دربار میں کھلم کھلا فقہی مسائل اور شعار اسلامی کا مذاق اُڑایا گیا۔ معراج کو خلاف عقل ثابت کرنے کے لیے اکبر بیٹھے بیٹھے یکایک ایک ٹانگ پر کھڑا ہو گیا اور کہا —

"این معنی را عقل چہ گونہ قبول کند کہ شخصے در یک لحظہ با گرانی جسم از خواب بآسماں رود"[2]

ملا عبدالقادر بدایونی نے دربار اکبری کا جو نقشہ کھینچا ہے اور اسلام کے متعلق اکبر کے جن خیالات کو بیان کیا ہے، ان کو موجودہ زمانہ کے بعض مورخین قابل اعتماد نہیں سمجھتے، بلکہ اُن پر دروغ گوئی کا الزام لگاتے ہیں[3]۔ تاریخی شواہد اس الزام کی تائید نہیں کرتے۔ بدایونی نے جو کچھ لکھا ہے اس کی تصدیق مجدد الف ثانی رح، شیخ عبدالحق رح، میر عبدالاول رح اور دیگر علما و مشائخ کی زبان ہی سے نہیں بلکہ زندگیوں سے ہوتی ہے اگر ملا بدایونی کی پیش کی ہوئی تصویر غلط ہے تو حضرت مجدد الف ثانی رح کی برہمی کا مطلب کیا تھا؟ وہ اپنے مکتوبات میں "غربت اسلام" کا نوحہ کیوں کرتے ہیں؟ اُن کو کس دربار میں احداث و بدعات کا دریا اُمنڈتا ہوا نظر آ رہا تھا؟ وہ کیوں

---

[1] منتخب التواریخ۔ جلد دوم ص ۳۱۷۔ [2] ... [3] اسی طرح ایک کوشش مکھن لال رائے چودھری نے اپنی کتاب "دین الٰہی" میں کی ہے۔ (ص ۲۶۸-۲۷۵) حقیقت یہ ہے کہ جب انسان اپنے کسی نکتہ خیال کی تائید پر تلا ہوا ہوتا ہے تو صدق و دیانت کا دامن اکثر ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے۔ اگر ملا نے اکبر کی برائی میں مبالغہ کیا ہے تو کیا ابوالفضل نے اس کی تعریف میں مبالغہ نہیں کیا؟ لیکن ابوالفضل کے بیانات

Marfat.com

امراء و اعیان کو دین و مذہب کی حفاظت کے لیے ترغیب دے رہے تھے؟ — پھر سب ہی سوالات تھوڑے تھوڑے فرق سے شیخ محدثؒ اور اس عہد کے دیگر علماء و مشایخ کے متعلق بھی پیدا ہوتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ اگر ملا بدایونی کی پیش کی ہوئی تصویر میں حق و صداقت نہیں تو پھر اس عہد کا بیشتر مذہبی لٹریچر بے معنی ہے۔ اور یہ سب علماء و مشایخ ایک فرضی ابتری اور انتشار کے خلاف آواز بلند کر رہے تھے۔

مجدد صاحب ایک خط میں خان اعظم کو لکھتے ہیں

"در سلطنت پیشیں عنادے بدین مصطفوی مفہوم می شد"[1]

اس اجمال کی تفسیر ان کے مکتوبات کی تین جلدوں میں ملتی ہے جن میں ایک ایک گمراہی کا پتہ دیا گیا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی تصانیف کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو حضرت مجدد الف ثانیؒ اور ملا عبدالقادر کے بیانات کی پوری طرح تصدیق ہو جائیگی۔ شیخ محدثؒ نے اپنے مخصوص انداز میں وہ سب کچھ کہہ دیا ہے جو ملا بدایونی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ شیخ نورالحق بالکل صفائی سے لکھتے ہیں کہ سنہ ۹۸۶ھ (یعنی سنہ ۱۵۷۸ء) میں بادشاہ نے مذہب کو خیرباد کہہ دیا تھا۔

دربار اکبری میں جن بدعات اور غیر شرعی حرکات کا ارتکاب ہوتا تھا اور علماء و فقہاء اسلام کے متعلق جس رائے کا اظہار ہوتا تھا اُن کی تفصیل یہاں ممکن نہیں مندرجہ ذیل فہرست پر سرسری نظر ڈال لی جائے تو مجملاً ماحول کا اندازہ ہو جائیگا۔

(۱) ملت اسلام ہمہ نا معقول و حادث	تمام مذہب اسلام نامعقول اور اس کے
و واضع آں فقراء عربان بودند کہ جملہ	ایجاد کرنے والے اور بنانے والے عرب کے
مفسداں و قطاع الطریق واں دو	وہ چند مفلس بد قرار پائے جو سب کے
بیت شاہنامہ کہ فردوسی طوسی بطریق	سب مفسد اور راہزن تھے۔ اور شاہنامہ

[1] مکتوبات مجدد الف ثانی۔ مکتوب ۶۵ دفتر اول حصہ دوم ص ۴۵۔

نقل آوردہ متمسک می ساختند ؎

کے وہ دو شعر جن کو فردوسی نے بیان کیا ہے بطور سند پیش کیے جاتے تھے۔

زشیر شتر خوردن و سوسمار
عرب را بجائے رسیداست کار
کہ ملک عجم را کنند آرزو
تفو بر تو اے چرخ گردان تفو[1]

(۲) درہر رکنے از ارکان دین وہر عقیدہ از عقائد اسلامیہ چہ در اصول وچہ فروع مثلاً نبوت وکلام ورویت وتکلیف وتکوین وحشر ونشر شبہات گوناگوں بہ تمسخر واستہزاء آوردہ"[2]

ارکان دین کے ہر رکن اور اسلامی عقائد کے ہر عقیدہ کے متعلق خواہ ان کا تعلق اصول سے ہو یا فروع سے، مثلاً نبوت، مسئلۂ کلام، دیدار الٰہی، انسان کا مکلف ہونا، عالم کی تکوین، حشر ونشر وغیرہ کے متعلق تمسخر اور ٹھٹھے کے ساتھ طرح طرح کے شکوک وشبہات پیدا کیے جانے لگے۔

(۳) وتواتر قرآن وثبوت کلامیت آں وبقائے روح بعد از اضمحلال بدن وثواب وعقاب را (غیر از تناسخ) محال شمردند"[3]

قرآن کے تواتر اور قرآن کے کلام خدا ہونے کو اور بدن کے فنا ہونے کے بعد روح کے باقی رہنے، نیز ثواب وعقاب کو محال سمجھا تھا، البتہ تناسخ کے طور پر عذاب وثواب کا قائل تھا۔

(۴) بدبختے چند از ہندواں ومسلمانان ہندو مزاج قدح صریح بر نبوت می کردند"[4]

چند ہندو اور چند ہندو مزاج مسلمان آنحضرت کی نبوت پر صراحۃً اعتراض کرتے تھے۔

[1] منتخب التواریخ ص ۳۰۷ [2] ایضاً ص ۳۰۷ [3] ایضاً ص ۲۷۳ [4] ایضاً ص ۲۱۵

Marfat.com

(۵) "در دیوان خانہ ہیچ کس یارائے آں نداشت کہ علانیہ ادائے صلوٰۃ کند" [۱]

دیوان خانہ میں کسی کی مجال نہ تھی کہ علانیہ نماز ادا کر سکے

(۶) "عبادت آفتاب را روزے چہار وقت کہ سحر و شام و نیم روز و نیم شب باشد لازم گرفتند" [۲]

آفتاب کی عبادت دن میں چار وقت یعنی صبح و شام، دوپہر، آدھی رات میں لازمی طور پر کرتے تھے۔

(۷) "قشقہ کشیدند" [۳]

وہ قشقہ بھی لگاتے تھے۔

(۸) "برغم اسلام خنزیر و کلب از نجس بودن باز ماند، دروں حرم و زیر قصر نگاہداشتہ ہر صباح نظر بداں عبادت می شمردند" [۴]

اسلام کے توڑ پر سور اور کتے کے ناپاک ہونے کا مسئلہ منسوخ قرار دیا گیا، اور شاہی محل کے نیچے یہ دونوں جانور رکھے تھے، صبح سویرے اس کے دیکھنے کو بادشاہ عبادت خیال کرتا تھا

(۹) "عربی خواندن و دانستن آں عیب شد و فقہ و تفسیر و حدیث و خوانندہ آں مطعون و مردود" [۵]

عربی پڑھنا، عربی جاننا عیب قرار دیا گیا اور فقہ و تفسیر و حدیث کے پڑھنے والے مردود و مطعون ٹھہرائے گئے۔

(۱۰) نام احمد و محمد و مصطفےٰ و امثال آں بہ جہت کافراں بیرونی و زنان اندرونی گراں می آمد" [۶]

احمد، محمد اور مصطفےٰ وغیرہ نام بیرونی کافروں کی خاطر سے اور اندرونی عورتوں کی وجہ سے اس شخص پر گراں گزرنے لگے۔

---

[۱] منتخب التواریخ۔ ص ۲۱۵۔ وغیرہ

[۲] تا [۶] منتخب التواریخ

Marfat.com

دربار کا یہ ماحول عوام کی زندگی پر بھی اثر انداز ہوا ۔ اور اعتقاد و عمل کے گوشہ گوشہ میں شکوک و شبہات کا زہر سرایت کر گیا ۔ شیخ محدثؒ نے ان حالات میں اپنے فرائض کو محسوس کیا اور اپنے مخصوص انداز میں ماحول کی اصلاح میں منہمک ہو گئے ۔

Marfat.com

باب (۲) دوم

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اور ترویج علوم حدیث

اسلامی ہند کی فضائے علم و ادب جن روشن اور تابناک ستاروں سے مزین ہے اُن میں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کو ایک امتیازی شان حاصل ہے۔ انہوں نے نصف صدی سے زیادہ درس و تدریس اور ارشاد و تلقین کا ہنگامہ گرم رکھا اور اُن کا قلم عمر بھر قرآن و حدیث کے اسرار و حکم کی کشف و تحقیق میں گہر افشانی کرتا رہا۔ شرح سفر السعادت میں ایک جملہ جو انہوں نے دوسروں کے لیے لکھا ہے، خود اُن پر صادق آتا ہے ـــــ

"بہ تجدید و ترویج علم جمالے تازہ بر چہرۂ دین و ملت افزودند" [۱]

اُن کا سب سے بڑا اور اہم کارنامہ ترویج علوم حدیث سے متعلق ہے۔ دارا شکوہ نے بجا طور پر اُن کو "امام محدثانِ وقت" [۲] کہا ہے۔ خافی خاں لکھتا ہے:

در کمالات صوری و معنوی، و تحصیل علوم عقلی و نقلی خصوص

تفسیر و حدیث در تمام ہندوستان ثانی نداشت" [۳]

اس سلسلہ میں شیخ عبدالحقؒ کی خدمات مختصراً مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) ایک ایسے دور میں جب کہ علم حدیث شمالی ہندوستان میں تقریباً ختم ہو چکا تھا اُنہوں نے اپنی مسلسل اور پر خلوص جد و جہد سے اس کو از سر نو زندہ کیا۔

[۱] شرح سفر السعادت۔ ص۔ [۲] سکینۃ الاولیا، (قلمی) [۳] منتخب اللباب۔ ص ۵۸۱

Marfat.com

(۲) کتب احادیث کو اپنے زمانے کے نصاب و منہاج کا ایک لازمی جزو بنا دیا۔ خود انہوں نے اپنے مدرسہ میں کتب احادیث کے باقاعدہ درس کی ابتدا کی۔ اُن کے بیٹے اور پوتوں نے اپنے مدرسہ کی اس خصوصیت کو برقرار رکھا۔

(۳) فارسی زبان میں کتب احادیث کے منتقل کرنے کی باقاعدہ کوشش کی اور اس طرح علوم دینی کے وہ خزانے جو عوام کی دسترس سے باہر تھے، ہر کہ و مہ کے لیے کھُل گئے۔ مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:

"حضرت شاہ عبدالحق محدث جس دور علم و تعلیم کے بانی ہوئے اس کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ علم حدیث کے متعلق فارسی زبان میں جو ملک کی عام زبان تھی تصنیف و تالیف کی بنیاد ڈالی گئی" [1]

عربی سے فارسی میں ترجمہ کرنے میں شیخ محدث کو بڑی مہارت تھی۔ نواب صدیق حسن خاں کا خیال ہے:

"در ترجمہ عربی بفارسی یکے از افراد ایں امت است مثل او دریں کار و بار خصوصاً دریں روزگار احدے علوم نیست" [2]

(۴) شیخ محدث نے مشکوٰۃ پر خاص توجہ کی۔ ان کو مشکوٰۃ سے وہی تعلق تھا جو شاہ ولی اللہ دہلوی کو موطا امام مالک سے تھا۔ انہوں نے مشکوٰۃ کی شرح عوام و علماء کی ضروریات کے پیش نظر عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں لکھی تھی۔ اسی طرح شاہ ولی اللہ نے موطا کی شرح (مصفّٰی اور مسوّیٰ) فارسی اور عربی میں لکھی۔

(۵) مشکوٰۃ کو دیگر کتبِ احادیث پر ترجیح دینے کے اسباب یہ تھے۔ (۱) مشکوٰۃ میں صحاح کی حدیثیں جمع کی گئی ہیں۔ (۲) مشکوٰۃ کی ترتیب بہت اعلیٰ ہے (۳) جامعیت کے اعتبار سے مشکوٰۃ کی خاص اہمیت ہے (۴) مشکوٰۃ میں صرف صحابی کا نام اور

---

[1] تذکرہ
[2]

Marfat.com

کتاب کا ذکر ہے مکمل سلسلہ اسناد بیان نہیں کیا گیا۔ اس طرح بندیوں کے لیے اس کا سمجھنا آسان ہوگیا ہے۔ پڑھنے والے کی توجہ حدیث کے مضمون پر مرتکز ہو جاتی ہے اور وہ اسناد کے الجھنوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔ (۵) مشکوٰۃ پر شافعیت کا رنگ زیادہ اُجاگر محسوس ہوتا ہے۔ شیخ عبد الحق ؒ نے اپنی شرح لکھ کر اس کو حنفیت کا رنگ دے دیا۔

(۶) علم حدیث کی ترقی کے لیے ضروری تھا کہ حجاز اور وہاں کے محدثین سے براہِ راست تعلق پیدا کیا جائے۔ شیخ عبد الحق ؒ نے علم حدیث حجاز میں حاصل کیا۔ اُن کے بعد ہندوستان میں محدث بننے کے لیے حجاز میں قیام اور علمار حجاز سے استفادہ ضروری سمجھا جانے لگا۔

ہندوستان میں علم حدیث کے سلسلہ میں بیشتر روایات شیخ محدث ؒ ہی نے قائم کیں۔ ان روایات پر شاہ ولی اللہ دہلوی ؒ نے نہ صرف پوری طرح عمل کیا بلکہ پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔

(۷) شیخ عبد الحق دہلوی ؒ اور اُن کے خاندان نے حدیث کی مختلف کتابوں کی جو خدمت کی ہے اس کی تفصیل یہ ہے :-

صحیح بخاری	تیسیر القاری ۔ شیخ نور الحق (۲) شرح صحیح بخاری شیخ الاسلام محدث ؒ
صحیح مسلم	(۱) منبع العلم ۔ شیخ محب اللہ ؒ (۲) شرح منبع العلم ۔ شیخ فخر الدین ؒ
موطا	محلی شرح الموطا ۔ مولانا سلام اللہ ؒ
مشکوٰۃ	(۱) اشعۃ اللمعات ۔ شیخ عبد الحق ؒ (۲) لمعات التنقیح ۔ شیخ عبد الحق ؒ

Marfat.com

مشکوٰۃ	(۳) جامع البرکات، منتخب شرح المشکوٰۃ - شیخ عبد الحق رح (۴) اسماء الرجال والروایات المذکورین فی کتاب المشکوٰۃ } شیخ عبد الحق رح
ترمذی	(۱) شرح شمائل ترمذی - مولانا سلام اللہ رح (۲) اشرف الوسائل فی شرح شمائل ترمذی - شیخ سیف اللہ رح
اصول حدیث	(۱) رسالہ اصول حدیث - مولانا سلام اللہ رح (۲) رسالہ اصول حدیث - مولانا نور الاسلام رح

Marfat.com

باب سوم

علوم دینی کے احیار کی جدوجہد

گیارہویں صدی ہجری میں علمار ہند کی توجہ زیادہ تر فلسفہ اور علم کلام کی جانب تھی قرآن وحدیث کو اس زمانہ کے نصاب میں ایک ثانوی حیثیت دی گئی تھی بلکہ ملا بدایونی کا بیان تو یہ ہے کہ

"فقہ وتفسیر وحدیث وخوانندہ آن مطعون ومردود و نجوم وحکمت وطب وحساب وشعر وتاریخ وافسانہ رائج ومفروض" [1]

قرآن وحدیث سے رجوع کیا جاتا تھا تو حیلہ بازی کے جواز کے لیے تفسیر لکھی جاتی تھی تو تاویلات کا ایک طوفان برپا کرنے کے لیے۔ ان حالات میں شیخ **عبدالحق محدث دہلوی** نے اگر ایک طرف قرآن وحدیث کو تمام علوم دینی کی اساس وبنیاد قرار دینے کے لیے جدوجہد کی تو دوسری طرف بے معنی تاویلات اور مفسدانہ تفاسیر کا دروازہ بند کردیا فرماتے ہیں:۔

"..... منع کردن تاویلات اہل زیغ وضلال وطعن ملاحدہ وزنادقہ ونیز از رمایت

---

[1] منتخب التواریخ جلد دوم ص ۳۰۶-۳۰۷ [2] حضرت مجدد الف ثانیؒ مکتوب ۱۵۹ دفتر اول میں لکھتے ہیں:۔ "اے سعادت مند! ہم پر اور تم پر ضروری ہے کہ اپنے عقائد کو کتاب وسنت کے مطابق اس طور پر کہ علمار اہل حق نے کتاب وسنت سے سمجھا اور اخذ کیا ہے صحیح کریں، کیونکہ ہمارا تمہارا سمجھنا اگر ان حضرات کی رائے کے مطابق نہ ہو تو قابل اعتبار نہیں اس لیے کہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے خیالات کی بنیاد قرآن وحدیث پر ہی رکھتا ہے اور وہیں سے ان کو اخذ کرتا ہے"

Marfat.com

حقوق کتاب اللہ ترک تکلم دراں تفسیر آں از پیش نفس خود بے سند و نقل از سلف و

موافقت شرع شریف چنانکہ بعضے از جاہلان بوالفضول[1] ایں روزگار کنند و آں را

تفسیر نام کنند و زراللہ کہ من فسر القران برائہ فقد کفر[2]

احیاء علوم الدین کے لیے شیخ محدث کی مساعی کا خلاصہ یہ ہے :

(۱) شیخ عبدالحق نے اپنے عہد کے اس نصاب تعلیم کے خلاف آواز بلند کی جس میں فلسفہ و منطق کو غیر ضروری اہمیت دے دی گئی تھی۔

دہلی میں علوم فلسفہ کی گرم بازاری میں شیخ عبداللہ طلبنی اور شیخ عزیزاللہ طلبنی سنبھلی کا کافی حصہ تھا سلطان سکندر لودی کے عہد میں یہ دونوں ملتان سے آکر دہلی اور سنبھل میں مقیم ہو گئے تھے ۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے لکھا ہے ۔

"واں جملہ علمائے کبار در زمان سلطان سکندر شیخ عبداللہ طلبنی در دہلی و شیخ عزیزاللہ طلبنی در سنبھل بودند ایں ہر دو عزیز ہنگام خرابی ملتان بہندوستان آمدہ علم معقول را دراں دیار رواج دادند و قبل ازیں بغیر از شرح شمسیہ و شرح صحائف از علم منطق و کلام در ہند شائع نبود" [3]

شیخ محدث نے اس ماحول میں اعلان کیا کہ علم صرف وہ ہے :

"کہ موجب بقا و تقویت دین و ملت است" [4]

ایک مکتوب میں وہ یہ شعر پڑھ کر سے

علم دیں فقہ ست و تفسیر و حدیث — ہر کہ خواند غیر ایں گردد خبیث

کتاب اللہ، احادیث، اور علوم صرف و نحو کے مطالعہ کی ترغیب دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ معاشی سہولتوں کے لیے زراعت، تجارت، معماری وغیرہ کی طرف توجہ

---

[1] یہاں غالباً شیخ کا اشارہ فیضی کی تفسیر سواطع الالہام کی طرف ہے

[2] مدارج النبوۃ ص ۲۴۹ [3] منتخب التواریخ [4] المکاتیب و الرسائل - ص ۵۳ -

Marfat.com

کرنی چاہیے۔

(۲) شیخ محدثؒ نے نصاب کی جس اہم تبدیلی کی طرف اپنے معاصرین کو توجہ دلائی تھی، سب سے پہلے خود اس کو عملی جامہ پہنایا، اور علوم دینیہ کی تعلیم کو اپنے دارالعلوم کے منہاج میں مرکزی حیثیت دے دی۔

شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے قبل شمالی ہندوستان کے جن مدارس میں کتب حدیث وفقہ کے درس کا ذکر ملتا ہے۔اس کو شیخ محدثؒ کی مساعی جمیلہ کا اثر سمجھنا چاہیے۔

(۳) شیخ محدثؒ نے اپنی تصانیف میں متعدد جگہ "علم فلسفہ" اور "علم دین" کا مقابلہ کیا ہے۔ عقل کے حدود سمجھائے ہیں۔ اور بتایا ہے کہ

"خوض درفلسفیات واشتغال بداں حرام داند واز غلو درمباحثات ودلائل کلامیہ اجتناب نماید ودر تفصیل قیل وقال اہل بحث وجدل درنیفتد"[1]

فلسفہ "ورطۂ حیرت" میں ڈال دیتا ہے اور زندگی کے کسی مسئلہ کو حل نہیں کرتا۔ عقل کا مقام اور کام تو یہ ہے۔

"عقل بمثابہ چراغیست کہ بداں راہ چاہ بدانند کار چراغ آں بود کہ راہے نمودہ اند ونشانہا دادہ بداں بہ بیند وبراثر نشانہا بروند، نہ آنکہ راہ از خود پیداکند و اختراع نماید، ایں کار ہرگز از چراغ نیاید، راہ ہمانست کہ قرار دادہ اند ونشانہائے آں نمودہ دیگر نمی شود"[2]

بیسویں صدی کا مفکر اقبال بھی عقل کو "چراغ راہ" بتاتا ہے:

خرد سے راہ رو روشن بصر ہے — خرد کیا ہے چراغ رہ گزر ہے
درون خانہ ہنگامے ہیں کیا کیا — چراغ رہ گزر کو کیا خبر ہے
گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور — چراغ راہ ہے منزل نہیں ہے

---

[1] مرج البحرین۔ ص ۱۷ [2] ایضاً۔ ص ۲۰

Marfat.com

فلسفہ اور علم کلام کی طرف شیخ محدث رحؒ کا یہ رویہ عہد اکبری کی عقلیت پسندی کے خلاف ان کے شدید ردعمل کو ظاہر کرتا ہے۔ انہوں نے اپنی تصانیف میں متعدد جگہ یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ عقل "پائے چوبیں" ہے۔ اس سے زندگی کی مسافت طے نہیں کی جا سکتی۔ اس میں انتشار و تخریب کی قوتیں تو ہیں، لیکن تعمیر و تشکیل کی صلاحیتیں بالکل نہیں۔ انسانی زندگی کی عمارت شبہات پر نہیں بنائی جا سکتی۔ اس لیے ضروری ہے کہ انسان عقل کے حدود متعین کرے۔

Marfat.com

باب چہارم (۴)

فقہ وحدیث میں تطبیق

شیخ عبدالحق دہلویؒ کی علمی خدمات کا ایک اہم اور شاندار پہلو یہ ہے کہ اُنھوں نے تقریباً نصف صدی تک فقہ وحدیث میں تطبیق کی کوشش کی۔ بعض تذکرہ نگاروں نے اس سلسلہ میں اُن کی خدمات کو غلط رنگ میں پیش کیا ہے۔ مثلاً نواب صدیق حسن خاں اُن کا تعارف اس طرح کرانے کے بعد کہ

"فقیہ حنفی و علامہ دین حنیفی ست اما بہ محدث مشہور است"

لکھتے ہیں ——

"دستگاہش در فقہ بیشتر از مہارت در علوم سنت سنیہ ست ولہذا جانب داری اہل رائے جانب او گرفتہ معہذا جا ہا حمایت سنت صحیحہ نیز نمودہ طالب علم را باید کہ در تصانیف وے خذ ما صفا و دع ما کدر پیش نظر دارد و زلات تقلید او را بر محامل نیک فرود آرد و از سوء ظن در حق چنیں بزرگواراں خود را دور گرداند"[1]

نواب صاحب کی یہ رائے انصاف و دیانت سے بہت دور ہے اور اُن کے خیالات کے تشدد کو ظاہر کرتی ہے۔

اس مسئلہ پر شیخ محدثؒ کے افکار و رجحانات کا خلاصہ اس طرح پیش کیا جا سکتا ہے۔

[1] جنود الابرار۔ ص ۱۱۲۔

Marfat.com

(۱) فقہ اسلامی عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھی جانی چاہیے، اس لیے کہ اس کی بنیاد قرآن و حدیث پر ہے اور وہ ایک ایسی روح کی پیداوار ہے جس پر اسلامی رنگ چڑھ چکا تھا۔

(۲) فقہ حنفی پر یہ اعتراض درست نہیں کہ وہ محض قیاس اور رائے کا نام ہے اس کی بنیاد محکم طور پر حدیث پر ہے۔

(۳) مشکوٰۃ کا گہرا مطالعہ فقہ حنفی کی برتری کو ثابت کرتا ہے۔

(۴) فقہ حنفی کو دیگر مذاہب پر ترجیح دینے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ یہ انصاف سے بہت قریب معلوم ہوتی ہے اور "بفہم زود تر در آید"

(۵) ایک ایسے دور میں جب کہ مسلمانوں کا سماجی نظام نہایت تیزی سے انحطاط پذیر ہو رہا تھا، جب "اجتہاد" گمراہی پھیلانے کا دوسرا نام تھا، جب علماء کی حیلہ بازیوں نے بنی اسرائیل کی حیلہ باز فطرت کو شرما دیا تھا، اگر کوئی راہ عافیت کی ہو سکتی تھی تو وہ تقلید کی تھی اس لیے کہ ـــــ

مضمحل گردد چو تقویم حیات — ملت از تقلید می گیرد ثبات
راہ آبا رو کہ ایں جمعیت است — معنی تقلید ضبط ملت است
اجتہاد اندر زمان انحطاط — قوم را برہم ہمی پیچد بساط
ز اجتہاد عالمان کم نظر — اقتدا بر رفتگاں محفوظ تر

Marfat.com

باب (۵) پنجم

فقہ و تصوف میں ارتباط

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے پیر و مرشد شیخ عبدالوہاب متقیؒ کی ہدایت تھی:

"فقیہ صوفی باش نہ صوفی فقیہ۔ یعنی اول عمل شریعت و فقاہت را بدست آرو وداد آں بدہ، پس ازاں بذروہ حقیقت برآ" [1]

شیخ محدثؒ نے اپنی ساری عمر اسی اصول کی تبلیغ و اشاعت میں گزار دی۔ انھوں نے عالمانہ دلائل کے ساتھ اپنی دو کتابوں تحصیل التعرف فی معرفۃ الفقہ والتصوف اور مرج البحرین میں یہ ثابت کیا ہے کہ فقہ اور تصوف کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ان میں تضاد کا خیال غلط و گمراہ کن ہے۔ "فقہ و تصوف، شریعت و طریقت، ظاہر و باطن، صورت و معنی، عقل و عشق" کا امتزاج ہی مرج البحرین ہو سکتا ہے۔ فقیہ کو تصوف اور صوفی کو فقہ سے واقف ہونا لازمی ہے۔ فرماتے ہیں:

"..... پس تصوف بہ فقہ محتاج است و فقہ از تصوف مستغنی، اگرچہ تصوف اعلیٰ وارفع است از فقہ در مرتبہ ولیکن فقہ اسلم واعم است در مصلحت و ازینجا گفتہ اند کہ کن فقیہا صوفیا ولا تکن صوفیا فقیہا یعنی اول داد فقاہت و عمل شریعت وحفظ ظاہر بدہ، بعد ازاں بمقام تصوف و اتصاف بحقیقت و تصفیہ باطن عروج کن زیرا کہ ایں اکمل واتم و اسلم" [2]

---

[1] مرج البحرین۔ ص ۷۶ [2] ایضاً ص ۸۷

باب (۶) ششم

حقیقی تصوف کی حمایت

حجۃ الاسلام علامہ ابن قیمؒ نے اعلام میں لکھا ہے :-

"لابد من امرین، احدھما اعظم من الآخر وھو النصیحۃ للہ و لرسولہ وکتابہ وتنزیھہ عن الاقوال الباطلۃ المناقضۃ، والثانی معرفۃ ائمۃ الاسلام ومقادیرھم وحقوقھم ومراتبھم، وان فضلھم لا یوجب قبول کل ما قالوا ولا یوجب اطراح اقوالھم"

یعنی صحیح راہ حق واعتدال کی یہ ہے کہ دو اصل ہیں، اور دونوں کا ملحوظ رکھنا ضروری ایک یہ کہ ہر حال میں کتاب وسنت اور نصوص شرعیہ کو مقدم رکھنا چاہیے اور اسی پر حکم و عمل کرنا چاہیے۔ دوسری یہ کہ تمام ائمہ اسلام اور علمائے حق سے حسن ظن اور محبت و ارادت رکھنی چاہیے۔ اور اُن کے مراتب و حقوق کی رعایت سے کبھی غافل نہ ہونا چاہیے

تصوف کے معاملہ میں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کا مسلک بالکل یہی تھا۔ وہ ائمہ اسلام، صوفیہ صافی اور علمائے حق کی انتہائی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ شریعت و سنت کو سب پر مقدم جانتے تھے۔ اور اس معاملہ میں کسی کے ساتھ کوئی رعایت جائز نہیں سمجھتے تھے۔

اس ضمن میں اُن کی خدمات اور عقائد کا نچوڑ یہ ہے :

ل ماخوذ از تذکرہ - ص ۳۴ -

Marfat.com

(۱) حقیقی تصوف اسلام کی روح اور ایمان کی جان ہے۔ اس کی اساس بنیاد شریعت وسنت ہے۔ مسخ شدہ تصوف کا ردو انکار جس قدر ضروری ہے حقیقی تصوف کی حمایت اسی قدر لازمی ہے۔ شیخ عبداللہ نیازیؒ کو اس سلسلہ میں انہوں نے تفصیل سے اپنے خیالات سے آگاہ کیا ہے[۱]

(۲) صوفیہ صافی، اسلام کی دینی تاریخ میں بڑا مرتبہ رکھتے ہیں۔

"اصل عنوان صوفیہ مرتبتے عظیم ومقامے رفیع ومسلک طریق مستقیم است"[۲]

وہ "مقتبسان انوار سنت"[۳] اور "مکاشفان سر حقیقت"[۴] ہیں۔ انہوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ قرآن وحدیث کے بعد سب سے زیادہ عزت واحترام کے قابل ہے۔ اس لیے کہ اس کا ایک ایک حرف اس ذہن کی پیداوار ہے جس پر قرآن وحدیث کا رنگ خوب رچ چکا تھا۔ فرماتے ہیں:

"اگرچہ علم تفسیر وحدیث بالذات برہمہ مقدم است، اما درحقیقت تصوف تفسیر کتاب خدا وشرح سنت رسول ومداول ونتیجہ آنہاست"[۵]

(۳) شریعت وطریقت میں فرق کرنا گمراہی کی دلیل ہے۔ جو لوگ شریعت پر عامل نہیں وہ صوفیہ کہلانے کے مستحق نہیں۔ انہیں باطنیہ یا حشویہ کہنا چاہیے[۵]۔ بزرگوں سے اُن کی نسبت صحیح نہیں۔ فرماتے ہیں۔

"حاشا للہ کہ ایشاں را با پیراں نسبتے وپیراں را با ایشاں عنایتے باشد، پیراں اہل حق اند واز ارباب صدق، از اہل بطلان وکذب کے راضی شوند"[۶]

شیخ محدثؒ کا اعتقاد تھا کہ کل حقیقۃ ردتہا شریعۃ فھی زندقۃ[۷] جو حقیقت شریعت

---

[۱] ملاحظہ ہو کتاب المکاتیب والرسائل   [۲] کتاب المکاتیب۔ ص ۵۱
[۳] مرج البحرین۔ ص ۴۰   [۴] ایضاً۔ ص ۴۰
[۵] شرح فتوح الغیب۔ ص ۲۰، ۴   [۶] کتاب المکاتیب۔ ص ۵۱
[۷] کتاب المکاتیب۔ ص ۴۲۔

Marfat.com

کو رد کرے ور زندقہ ہے۔ انہوں نے خواجہ جنید بغدادیؒ کے اس قول پر اپنے فکر کی عمارت تعمیر کی تھی:

"بنائے طریقت ما بر کتاب وسنت است. وہر چہ مخالف کتاب وسنت ست وخارج ازآنست مردود و باطل است" [1]

(۴) شیخ محدثؒ کے زمانہ میں صوفیہ و مشایخ اپنے مریدوں کی اصلاح و تربیت کی طرف سے بے توجہی برت رہے تھے۔ اور مشایخ متقدمین کا سارا نظام اصلاح و تربیت بے روح و بے جان ہو چکا تھا۔ فرماتے ہیں:-

"ایں نوع تربیت دریں زمان منعدم شدہ وانقطاع پذیرفتہ است"

اس لیے شیخ محدثؒ نے اپنی تصانیف میں جگہ جگہ ہم عصر مشایخ کو ان کے فرائض سے آگاہ کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ شیخ کے لیے ضروری ہے کہ مریدوں کی باطنی اصلاح کو اپنی زندگی کا سب سے اہم کام سمجھ کر انجام دے۔

(۵) شیخ محدثؒ کا ابتدائی زمانہ جس ماحول میں گزرا تھا اُس پر وحدت الوجود کا رنگ غالب تھا۔ ان کے والد ماجد، شیخ امان پانی پتی کے مرید تھے اور اس مسئلہ پر ایمان رکھتے تھے۔ جب شیخ محدثؒ حجاز سے واپس آئے تو دیکھا کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ وحدت الوجود کی مخالفت نہایت شد و مد کے ساتھ کر رہے ہیں۔ شیخ محدثؒ نے ان حالات میں اعتدال کی راہ اختیار کی۔ نہ انہوں نے حضرت محیی الدین ابن عربیؒ کے خیالات کی تردید کی، اور نہ ان کی تصانیف کا درس دیا۔ اپنے اُستاد شیخ عبدالوہاب متقیؒ کی طرح وہ یہ کہتے تھے کہ شیخ اکبرؒ کی تصانیف میں زہر بھی ہے اور قند بھی جو ان دونوں میں تمیز کر سکے ۰ اُن کی تصانیف ضرور پڑھے۔

(۶) ہندوستان میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی تصانیف کی طرف سب سے پہلے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ہی نے توجہ فرمائی اور ان کے ترجمے کر کے

[1] مرج البحرین۔ ص ۱۴۱

Marfat.com

تصوف کے اعلیٰ خیالات کی ترویج و تبلیغ میں معاون ہوئے۔

باب (۷) ہفتم

عہدِ اکبری اور شیخ محدثؒ

معارج الولایت میں شیخ محدثؒ کے متعلق لکھا ہے:

"در دفع زندقہ والحاد میکوشید"

کسی معاصر تذکرے میں اس اجمال کی تفصیل درج نہیں لیکن شیخؒ کی تصانیف کا ایک ایک صفحہ اس بیان کی تصدیق کرتا ہے۔ مناسب ہوگا کہ شیخ کے بعض نظریات و ارشادات کا مطالعہ اکبری عہد کے پس منظر میں کیا جائے۔

(۱) علم حدیث میں شیخ کے انہماک کا بڑا سبب یہ تھا کہ وہ یہ محسوس کرتے تھے کہ بدعت و گمراہی کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے خلاف اگر کوئی دیوار کھڑی کی جا سکتی ہے تو وہ صرف علوم حدیث کی۔ اُن کے ایک مشہور معاصر میر عبدالاولؒ نے لکھا تھا:

"جہت حفظ امن وعافیت و دفع مرض فتنہ اشتغال بہ علوم حدیث واجب دید و ضرر سموم حوادث را بایں تریاق فاروق مندفع گردانید"

اور خود ان کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ اسی کے ماتحت انہوں نے حدیث کے خزانوں کو عوام کے ہاتھوں میں دے دیا تھا۔

(۲) مدارج النبوۃ کی تصنیف سے شیخ کا مقصد یہ تھا کہ عہد اکبر کے فتنوں کا سدِ باب کیا جائے۔ فرماتے ہیں:۔

Marfat.com

...ن از فساد زمان انحرافے در مزاج وقت بعضے درویشان مغرور ایں روزگار راہ یافتہ و از تیرگی آئینہ استعداد و تنگی حوصلہ ادراک پایۂ ارفع و مقام اقدس محمدی راہیچ کس بدرک و دریافت آں راہ نیست نشناختہ و تقصیرے در اداے حق نمودہ و از جادۂ دین و صراط مستقیم برافتادہ بودند، لازم حق مسلمانی آں نمود کہ احوال و صفات قدسیہ ..... نگارش نماید و ایں بے خبراں را از حقیقت حال آگاہ گرداند و غافلاں را از خواب غفلت بیدار سازد و طالبان را روبراہ آرد" [1]

(۳) عہد اکبری کا ایک زبردست فتنہ نظریہ الفی تھا۔ یہ خیال عوام میں پھیلایا جا رہا تھا کہ اسلام کی مدت صرف ہزار سال تھی۔ اس مدت کے خاتمہ کے ساتھ ساتھ احکام اسلامی اور شریعت اسلامی کے اتباع کی ضرورت بھی ختم ہو گئی۔ ملا عبدالقادر بدایونی لکھتے ہیں :-

"چوں در زعم خویش مقرر ساختند کہ ہزار سال از زمان بعثت پیغمبر اسلام علیہ السلام کہ مدت بقائے ایں دین بود تمام شد و ہیچ مانعے برائے اظہار و دواعی خفیہ کہ در دل داشتند نماند" [2]

بادشاہ نے یہ خیال پکایا کہ آنحضرت صلعم کے دین کی مدت کل ایک ہزار سال تھی جو پوری ہو گئی۔ بادشاہ کے دل میں اس کے بعد ان منصوبوں کے اظہار و اعلان میں اب کوئی رکاوٹ باقی نہ رہی جو انہوں نے اپنے دل میں گانٹھے تھے۔

شیخ محدث نے نہایت شد و مد اور قوت و استقلال کے ساتھ اس غلط نظریہ کی تردید کی۔ اور بتایا کہ احکام اسلامی ہر زمانے اور ہر قوم کے لیے ہیں۔ ان کے لیے زمان و مکان کی پابندیاں بے معنی ہیں۔ فرماتے ہیں ——

[1] مدارج النبوۃ۔ ص ۳۔ [2] منتخب التواریخ۔ ص ۳۰۱۔

Marfat.com

"از خصائص کاملہ ایں خیر الامم آنست کہ شریعت کمل است از جمیع شرائع متقدمہ وایں عیان است کہ محتاج نیست بہ بیان وواضح است کہ خفا نیست دراں وچوں آنحضرت مبعوث است برائے تتمیم مکارم اخلاق ومحامد افعال لاجرم دین وشریعت او اتم واکمل ادیان شرائع باشد" لہ

اس کے بعد شریعت محمدی کا دوسری شریعتوں سے مقابلہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس کی خوبی یہ ہے کہ اس میں فطرت انسانی کو ملحوظ رکھ کر، توسط واعتدال کی راہ اختیار کی گئی ہے۔ اور یہی اس شریعت کے ابدی ہونے کی دلیل ہے۔

(۴) مدارج النبوۃ میں ایک باب "حقوق آنحضرت" پر ہے۔ اس میں لکھتے ہیں

"پس ایمان بہ محمدؐ واجب ومتعین است وتمام نمی شود حقیقۃً ایمان وصحیح نمی شد اسلام وحصول نمی پذیرد مگر بایمان بہ محمدؐ وشہادت بر رسالت وے" ٢ہ

اس اعلان سے بھی ایک زبردست گمراہی کا سد باب مقصود تھا۔ اکبری دور میں بہت سے لوگ اس گمراہی میں مبتلا کیے گئے تھے کہ ایمان کی تکمیل صرف وحدانیت پر اعتقاد رکھنے سے ہوجاتی ہے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور شریعت مذہب اور ایمان کے لازمی جزو نہیں۔ ایک موقع پر نہایت سختی کے ساتھ اس خیال کی تردید اس طرح کرتے ہیں ——

"بعض کوتاہ بیناں کہ شہود حق را از وساطت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مفارق میدانند وبہرہ رختہ دے واقف نمی شوند وایں معنی در رسالہ جدا آوردہ، بعضے از مدعیاں را شرح تر ازیں گفتہ ایم" ٣ہ

(۵) شیخ محدثؒ کے زمانہ میں ایک عام روش یہ تھی کہ ہر کس وناکس مذہبی معاملات میں دخل دینے کو اپنا حق سمجھتا تھا۔ دربار میں نازک ترین مذہبی مسائل پر بحث

لہ مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۱۷۱ ٢ہ ایضاً۔ ج ۱ ص ۳۲۶ ٣ہ ایضاً جلد اول ص ۳۳

Marfat.com

ہوتی تھی[1] وہ امراء اور امراء سے عوام میں پہنچتی تھی اور ہزاروں فتنوں اور گمراہیوں کے دروازے کھل جاتے تھے۔ ان حالات میں شیخ نے مشورہ دیا کہ:

"واز نصیحت عامہ است تکلم بر قدر عقول ایشاں کردن و ذکر دقائق وحقائق وکشف واسرار نمودن واظہار اقوال علماء واختلافات ایشاں بر غیر علماء نیز ہمیں حکم دارد... واما نصیحت خواص مسلمانان اکثر مراد بخواص امراء وسلاطین داشتہ اند کہ حاکمند بر خلق چنانکہ در روایت دیگر آمدہ کہ ائمۃ المسلمین طاعت ایشاں است در حق نصر ومعونت ایشاں وامر کردن وتذکیر نمودن ایشاں بداں بر احسن وجوہ واوفق واصلح آں وتنبیہ بر آنچہ غافل شوند از امور مسلمانان وپوشیدہ باشد از ایشاں وترک خروج بر ایشاں وعدم اغراء مردم وافساد قلوب بر ایشاں وترغیب بر آنچہ صلاح حال رعیت وانتظام مہام خلق دراں باشد"[2]

(۶) باقاعدہ نبوت کا دعویٰ ممکن ہے اکبر نے نہ کیا ہو، لیکن اس نے جو حیثیت اختیار کر لی تھی وہ نبوت سے کم نہ تھی۔ ملا بدایونی نے لکھا ہے:

"ایں ہمہ باعث دعویٰ نبوت شد امانہ بلفظ نبوت"[3]

یہی باتیں دعویٰ نبوت کا سبب ہوئیں لیکن نبوت کے لفظ کے ساتھ نہیں۔

ان حالات میں نبوت اور سلطنت کے متعلق ایک عام بدگمانی اور غلط فہمی پیدا ہو جانا

---

[1] شیخ نور الحق دہلوی نے زبدۃ التواریخ میں اکبری عہد کے مذہبی انتشار کا اصلی سبب ان ہی دربار جلسوں کو قرار دیا ہے۔ لکھتے ہیں۔ "۹۶۸ھ میں بادشاہ نے مذہب کو خیرباد کہہ دیا تھا۔ اس گمراہی کا سبب دربار میں ہر فرقے، مذہب، رجحان اور طریقے کے علماء اور فلاسفہ کا جمع ہونا تھا۔ چونکہ یہ پہلا موقع تھا کہ بادشاہ نے قدیم تاریخ رسم ورواج اور مذاہب کے متعلق اس نئے تفصیل سے سنا اس لیے وہ متحیر رہ گیا..... عوام کو جب ان مباحث کا علم ہوا تو ان میں بہت سی غلط فہمیاں ہو گئیں اور انہوں نے بادشاہ کے مقاصد کو غلط سمجھنا شروع کر دیا" Elliot & Dowson Vol VI p/189-191

[2] مدارج النبوت۔ ص ۳۳۹۔

[3] منتخب التواریخ۔ ص ۲۸۷۔

Marfat.com

لازمی امر تھا۔ شیخ محدثؒ نے اس سلسلہ میں ایک رسالہ لکھا اور اس میں نبوت و سلطنت کے فرق کو واضح کیا[۱] مرج البحرین میں ارشاد ہوتا ہے :

"۔۔۔۔ چہ دراں زماں و چہ بعد ازاں چندیں عقلا و حکما و امرا و سلاطین کہ کوس حکمت و سلطنت ایشاں بفلک بر می رفت چرا بزور عقل و دانش مانع از ظہور دین و ملت اسلام نیامدند، و اگر بعضے ازایشاں بغرور نفس و غلبۂ ہوا ایں ہوس کردند و با خود خیال محال بر بستند و قواعد و قوانین اختراع نمودند چرا آں قواعد و قوانین بعد ازایشاں باقی نماند و رواج نیافت ازینجا معلوم شد کہ نبوت دیگر است سلطنت دیگر" [۲]

(۷) اکبر نے جتنے غیر اسلامی رواج اور رسومات قبول کر لیے تھے اُن سے تاریخ کا ہر طالب علم واقف ہے۔ شیخ محدثؒ ایمان کی بحث کرتے ہوئے اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں

"دریں جا قسمے دیگر است کہ باوجود تصدیق و اقرار چیزے کنند کہ شارع آں را امارت و علامت کفر ساختہ مثل سجدۂ صنم و شد زنار و امثال آں، پس مرتکب ایں امور نیز بحکم شرع کافر است اگرچہ فرضاً تصدیق و اقرار داشتہ باشد" [۳]

تکمیل الایمان میں فرماتے ہیں :-

"اورا (یعنی خداوند عز شانہٗ را) جز بہ علمے کہ بر لسان شرع خود را خواندہ نتواں خواند۔۔

۔۔۔۔ باید دانست کہ منع از تسمیہ است نہ توصیف ۔۔۔ آنچہ مخصوص بزبان کافراں است نباید خواند کہ در انجا بیم کفر بود" [۴]

(۸) شیخ محدثؒ کی تصانیف کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اُنھوں نے

---

[۱] "ایں سخن (یعنی فرق نبوت و سلطنت) در رسالۂ دیگر کہ در باب اثبات نبوت نوشتہ شود بگویم"
(مرج البحرین - ص ۲۷)

[۲] مرج البحرین - ص ۲۷ - [۳] اشعۃ اللمعات - جلد اول - ص ۴۰ - [۴] تکمیل الایمان - ص ۱۱

Marfat.com

بھی ہر اُس گمراہی کی نشان دہی کی ہے جس کے خلاف مجدد صاحبؒ نے آواز اٹھائی تھی حقیقت یہ ہے کہ دونوں نے ایک ہی بات کہی ہے، لیکن مختلف انداز میں۔ مجدد صاحبؒ کے یہاں انقلابی جوش، سخت گیری اور "برہم زن" کے نعرے ہیں۔ تو شیخ محدثؒ کے یہاں بھی ماحول سے سخت نفرت اور احیاء سنت کا غیر معمولی جذبہ ہے۔ مجدد صاحبؒ کی طرح وہ ڈنکے کی چوٹ پر بات نہیں کہتے، لیکن کہتے وہی ہیں جو مجدد صاحبؒ نے کہا ہے۔

(۹) شیخ محدثؒ نے عہد اکبری کے بعض مشہور اعیان و امراء سلطنت کو اماتت بدعت اور احیاء سنت پر آمادہ کیا۔ عبدالرحیم خان خاناں اور نواب مرتضیٰ خاں المعروف بہ شیخ فرید کے نام اُن کے مکتوبات ان کے جذبات کے آئینہ دار ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ملت کی پریشاں حالی نے اُن کے قلب و جگر پر بہت گہرا اثر کیا تھا اور وہ اپنے مخصوص انداز میں، امراء کی غیرت دینی کو جوش دلاتے تھے۔ ان کے خطوط میں ایک بے چین اور مضطرب قلب کی ڈھڑکنیں سنائی دیتی ہیں۔

Marfat.com

باب (۸) ہشتم

شیخ محدثؒ کا انداز تلاش و تحقیق

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اپنی تصانیف کا مواد بڑی تلاش اور تحقیق سے جمع کرتے تھے۔ انہوں نے کبھی ایسے موضوع پر قلم نہیں اُٹھایا جس کا گہری نظر سے مطالعہ نہ کیا ہوا اور جس کا ہر ہر پہلو پوری طرح پر اُن کے سامنے نہ ہو۔ تلاش و تحقیق کا یہ جذبہ بہت حد تک اُن کی "محدثانہ تربیت" کی پیداوار تھا۔ علم حدیث کے سلسلہ میں انہوں نے بڑی تلاش، تحقیق اور کاوش کی تھی۔ فن اسماء الرجال، اصول اسناد وغیرہ کے مطالعہ نے اُن کے تحقیقی رجحان کو بہت ابھار دیا تھا۔ اور وہ کبھی اس وقت تک مطمئن نہ ہوتے جب تک پوری طرح ہر ہر مسئلہ کی تحقیق نہ کرلیں۔ اُن کی تصانیف شاہد ہیں کہ وہ جب کسی موضوع پر کام کرتے تھے تو اُن کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ زیادہ سے زیادہ متعلقہ لٹریچر ان کے پاس موجود ہو۔ سفر السعادت کی شرح جب لکھتے ہیں تو حدیث، اسماء الرجال، تاریخ و سیر کی بے شمار کتابیں پیش نظر رکھتے ہیں اور ان سے برابر استفادہ کرتے جاتے ہیں۔ جس دیانت داری اور احتیاط سے وہ اپنے ماخذ کو استعمال کرتے تھے، اس کا اندازہ ان جملوں سے لگایا جا سکتا ہے۔ فرماتے ہیں:

"در تصحیح نقل و حوالہ با صل مہما امکن تقصیر از خود راضی نشدہ و مہمل نگذاشتہ یا رب بہ سہو و نسیان در جائے وقوع یافتہ باشد و در روایت احادیث و نقل مسائل از طریقہ احتیاط و دائرہ دیانت بیروں ننہادہ و قطعاً براہ خیانت و مسائلہ

نرفتہ وباین وسیلہ اُمید وار است کہ بسمت قبول در گاہ ورضائے حضرت اللہ موسوم گرددان شاءاللہ تعالیٰ" [1]

مدارج النبوۃ میں حضور سرور کائنات ؐ کی مکمل تصویر پیش کرنے کے لیے جو کاوش اُنھوں نے کی ہے اس کا اندازہ صرف اس کے مطالعہ سے ہی ہو سکتا ہے۔ پیغمبر اسلام کی حیات طیبہ کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جہاں اُن کی نظر نہ پہنچی ہو اور جس پر انہوں نے محققانہ روشنی نہ ڈالی ہو۔ اخبار الاخیار میں جب علماء وصوفیہ کا احوال لکھتے ہیں تو ہندوستان کے قرون وسطیٰ کے سارے مذہبی لٹریچر کو حقیقت میں کھنگال ڈالتے ہیں۔ جس بزرگ کا حال لکھتے ہیں اس کی تصانیف کا پہلے مطالعہ کر لیتے ہیں۔ بعض اوقات کچھ اقتباسات بھی درج کرتے ہیں جو مصنف کے رجحان، اور طرز تحریر کو سمجھنے میں بے حد معاون ہوتے ہیں۔ اخبار الاخیار کی یہ خصوصیت کبھی فراموش نہیں کی جا سکتی کہ اس میں ہر بزرگ کو اس کے صحیح "سماجی مقام" پر جانچنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کشف وکرامات کے قصوں سے شیخ محدث ؒ نے کلیۃً پرہیز کیا ہے۔

شیخ محدث ؒ کا یہ انداز تلاش وتحقیق اُن کے مکتوبات اور رسائل میں بھی جلوہ گر ہے۔ جس موضوع پر گفتگو کی ہے تلاش وتحقیق کا پورا حق ادا کر دیا ہے۔ مسئلہ سماع پر لکھتے ہیں تو اس طرح کہ شاید ہی کسی ہندی عالم کے قلم سے ایسی جامع چیز اس موضوع پر نکلی ہو

شیخ محدث ؒ کو اپنے تحقیقی کام میں جس چیز سے سب سے زیادہ مدد ملی وہ اُن کا حافظہ تھا۔ جس چیز کو ایک مرتبہ دیکھ لیا وہ نقش کالحجر ہو گئی۔ حد یہ ہے کہ فرمایا کرتے تھے کہ فقیر کو اپنے دودھ کا چھٹنا اس طرح یاد ہے جیسے کل کی بات

"فقیر را حالت انفطام خود کہ مدت عمر دو سال یا دونیم خواہد بود آنچناں در خاطر است کہ گویا حکایت دی روز است"

[1] شرح سفر السعادت ص ۴ و ۵۔

باب (۹) نہم

شیخ محدثؒ کا طرزِ نگارش

شیخ عبدالحقؒ کا طرز نگارش ان کی شخصیت اور علمی خصوصیات کا آئینہ دار ہے۔ اُن کی عبارت میں ایک عالمانہ وقار ہوتا ہے، وہ اپنے مضمون کی مناسبت سے زبان کا انتخاب کرتے ہیں۔ اُن کا زیادہ زور مواد کے فراہم کرنے پر ہوتا ہے۔ لیکن طرز تحریر کو بھی وہ کبھی نظرانداز نہیں کرتے۔ جو کچھ لکھتے ہیں اس کی ترتیب اور صفائی قابل داد ہوتی ہے عربی کے الفاظ وہ کثرت سے استعمال کرتے ہیں لیکن ان کا استعمال پڑھنے والے پر گراں نہیں گزرتا۔ ان کے عربی الفاظ، عبارت کی فارسیت کو ختم نہیں کرتے بلکہ اس کے زور اور وقار کو بڑھا دیتے ہیں۔

شیخ کو عربی سے فارسی میں ترجمہ کرنے میں کمال حاصل تھا۔ اُن کے ترجمہ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ زبان اور خیال دونوں کو اس خوبی سے منتقل کرتے ہیں کہ پڑھنے والے کو یہ احساس ہی نہیں ہوتا کہ وہ ترجمہ پڑھ رہا ہے۔

شیخ محدثؒ نے ہزاروں صفحات لکھے ہیں، اور ان ہزاروں صفحات پر ان کا طرز نگارش پختگی اور یکسانیت میں حیرت انگیز ہے۔ ان کی کسی تصنیف میں طرز تحریر کا سقم نکالنا محال ہے۔

شیخ محدثؒ کا ایک اور کمال یہ ہے کہ وہ کم از کم الفاظ میں اپنا مدعا بیان کر دیتے ہیں۔ تطویل بیان جو بسیار نویسی کا ایک حد تک لازمی نتیجہ ہے اُن کے یہاں

Marfat.com

بالکل نہیں پائی جاتی۔ اخبار الاخیار اُن کے اس اعجاز کی تصویر ہے۔ بعض لوگوں کی زندگی کا مکمل نقشہ اُنہوں نے چند الفاظ میں پیش کر دیا ہے۔

شیخ محدثؒ کا عقیدہ تھا کہ بغیر ذوق کے کچھ نہیں لکھا جا سکتا۔ فرماتے ہیں:

"بے ذوق چہ نویسد کہ رونق سخن در ذوق است"[1]

یہ چیز اُن کی تصانیف سے بھی ظاہر ہے۔ اُن کے مضامین میں "آمد" کی ایک عجیب شان نمایاں ہے اور یہ آمد ذوقِ سخن کا نتیجہ ہے۔ لیکن اُن کے بعض مکتوبات اس کلیہ سے مستثنیٰ ہیں۔ وہاں شیخ نے عمداً عبارت کو مشکل بنایا ہے اور "ستر و کتمان" سے کام لیا ہے۔

---

[1] کتاب المکاتیب۔ ص ۲۲۲۔

تَعلِیقات

Marfat.com

شیخ علی متقیؒ

شیخ علی بن حسام الدین بن عبدالملک بن قاضی خاں المتقی القادری الشاذلی الجشتیؒ ۸۸۵ھ میں برہان پور میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد نے سات آٹھ سال کی عمر میں شاہ باجن چشتیؒ کا مرید کرادیا جب سن بلوغ کو پہنچے تو شیخ عبدالحکیم بن شیخ باجنؒ سے خرقہ پہنا۔ پھر ملتان چلے گئے اور وہاں شیخ حسام الدین متقیؒ کی خدمت میں راہ سلوک طے کی اور تفسیر بیضاوی اور عین العلم کا درس لیا۔ ملتان میں دو برس قیام کے بعد حرمین شریفین کی راہ لی، اور وہاں کے علماء حدیث کے سامنے زانوئے ادب طے کیا اور علوم دینیہ پر کامل عبور حاصل کیا۔ شیخ ابوالحسن بکریؒ سے خصوصاً استفادہ کیا۔ ان کی علمی شہرت دور دور پھیلی ہوئی تھی اور عالم اسلامی سے طلباء ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، وہیں شیخ علی متقیؒ نے شاذلیہ سلسلہ میں شیخ محمد بن محمد بن السخاویؒ سے اور مدنیہ سلسلہ میں حضرت شیخ قطب الوقت نورالدین علی الحسن الشاذلیؒ سے بیعت کی۔ اور عرصہ تک مجاہدات و ریاضات میں مشغول رہے علم حدیث سے شیخ متقیؒ کو عشق تھا۔ آخری دم تک تصنیف و تالیف میں مشغول رہے۔ شیخ جلال الدین سیوطی کی مشہور کتاب جمع الجوامع پر نظرثانی فرمائی اور مکرر احادیث کو علیحدہ کرکر اس کا انتخاب مرتب کیا جس سے جمع الجوامع کی افادیت میں اضافہ ہوگیا۔ چنانچہ شیخ ابوالحسن بکریؒ فرمایا کرتے تھے:

للسیوطی منۃٌ علی العالمین وللمتقی منۃ علیہ

یعنی سیوطیؒ نے تمام عالم پر احسان کیا ہے اور متقیؒ نے سیوطی پر شیخ عبدالحق محدثؒ نے لکھا ہے:

Marfat.com

"تصانیف و توالیف ئے از صغیر و کبیر و عربی و فارسی از صد متجاوز است"
اور ان کی دو کتابوں (۱) رسالہ تبیین الطریق (۲) حکم کبیر کا ذکر کیا ہے۔ شیخ متقیؒ کی مندرجہ ذیل کتابیں دستیاب ہوتی ہیں:۔

(۱) شئون المنزلات (قلمی نسخہ انڈیا آفس ۱۱۵۲)
(۲) کنز العمال (قلمی نسخہ بانکی پور ۴۲۷ و آصفیہ ۶۶۰)
(۳) منہج العمال (قلمی نسخہ بانکی پور و آصفیہ)
(۴) الاکمال المنہج العمال (قلمی نسخہ ترکی)
(۵) منتخب کنز العمال (مطبوعہ مصر، برحاشیہ مسند امام حنبلؒ)
(۶) الفصول شرح جامع الاصول (قلمی نسخہ بانکی پور
(۷) شمائل النبی (قلمی نسخہ علی گڈھ)
(۸) البرہان فی علامات مہدی آخر الزمان (قلمی نسخہ دہلی، آصفیہ)
(۹) العنوان فی سلوک النسوان (قلمی نسخہ مصر)
(۱۰) البرہان الجلی فی معرفۃ الولی (قلمی نسخہ برلن)
(۱۱) المواہب العلیہ فی الجمع بین الحکم القرآنیہ والحدیثیہ (قلمی نسخہ مصر)
(۱۲) جوامع الکلم فی المواعظ والحکم (قلمی نسخ رامپور، علی گڈھ، آصفیہ)
(۱۳) تبویب شرح الحکم العطائیہ المسمیٰ بالتنبیہ (قلمی نسخ انڈیا آفس، بنگال وغیرہ)
(۱۴) زاد الطالبین (بانکی پور)
(۱۵) اسرار العارفین (بانکی پور)
(۱۶) نعم المعیار والمقیاس لمعرفۃ مراتب الناس
(۱۷) فتح الجواد۔ (آصفیہ)
(نظم الدرر۔ (آصفیہ و بنگال)

Marfat.com

شیخ علی متقیؒ نے ۹۷۵ھ میں مکہ معظمہ میں وصال فرمایا۔ "متابعۃ نبی" (۹۷۵ھ) اور "شیخ مکہ" (۹۷۵ھ) سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔

شیخ علی متقیؒ کا حال مندرجہ ذیل کتب میں ملتا ہے:

(۱) زاد المتقین: شیخ عبدالحق محدثؒ

(۲) اخبار الاخیار: شیخ محدثؒ۔ ص ۲۶۱-۲۴۹

(۳) اشعۃ اللمعات: جلد ثالث ص ۳۱۶-۳۱۷۔

(۴) گلزار ابرار: محمد غوثی ص ۴۰۲-۴۰۳

(۵) مآثر الکرام: آزاد بلگرامی ص ۱۹۲-۱۹۳

(۶) سفینۃ الاولیاء: داراشکوہ ص ۱۹۱-۱۹۲

(۷) ابجد العلوم: نواب صدیق حسن ص ۸۹۵

(۸) سبحۃ المرجان: آزاد بلگرامی ص ۴۳۔

Marfat.com

مکتوب شیخ عبدالحق رح

بنام

حضرت مجدد الف ثانی رح

شیخ محدث رح کا یہ طویل مکتوب مولانا غلام معین الدین عبداللہ نے اپنی تالیف معارج الولایت میں نقل کیا ہے۔ معارج الولایت کا ایک نسخہ خاکسار کے پاس ہے، جس کا سنہ کتابت ۱۲۸۸ھ ہے۔ معارج الولایت ۱۰۹۴ھ کی تصنیف ہے اور بعض اعتبار سے بیحد اہم ہے۔ مؤلف نے بعض اہم مکتوبات اور فتاویٰ اس میں تمام وکمال نقل کر دیے ہیں جو اب کسی دوسری جگہ دستیاب نہیں ہوتے۔ مثلاً مجدد صاحب کے بعض خیالات پر علمائے ہند نے جو فتویٰ دیا تھا وہ اس کتاب میں مکمل درج ہے۔

یہ مکتوب شیخ مجدد رح اور شیخ محدث رح کے تعلقات کو سمجھنے میں بے حد مدد دیتا ہے۔ شیخ محدث رح نے مجدد صاحب کے جن جن خیالات پر اعتراض کیا ہے اُن پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ جس شخص نے مجدد صاحب پر یہ اعتراض کیے ہیں اس کو اُن سے جو محبت تھی اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے۔

"ایں مقدار کہ مرا بشما نسبت محبت واتحاد است کم کسے را خواہد بود"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد سید الاولین والآخرین وعلیٰ آلہ واصحابہٖ اجمعین، ہداۃ طریق الحق ومحیی علوم الدین، اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا و

ارزقنا اجتبابہ ایہا الشیخ العالم الفاضل العارف الذی اجتباہ الیہ وخصہ بفضلہ واعطاہ من المعارف مالم یعط غیرہ من العارفین کما ھو تحرفوا فی نفسہ واللہ اعلم بالمتقین فان خصہ اللہ بالاجتباء فنحن نرجوان یھدینا الیہ کما یھدی المتقین، قال انہ تبارک وتعالی یجتبی الیہ من یشاء ویھدی الیہ من ینیب والعاقبۃ بالخیرہ

دردِ دل دارم بسے از خوئے آں زیبا نگار فرصتے یارب کہ دل را پیش وے خالی کنم

سالہا است کہ بعضے از کلمات ومکالمات کہ در مکتوب شریف مذکور است، واز قبیل موہمات ومبہمات است می خواہد کہ استفسار کنند، واستکشاف نماید، میسر نشد خواہ ملاحظہ خاطر اشرف کہ در غایۃ نزاکت است، وخواہ بجہت گفت وگوی مریدان ایشاں کہ در نقل اقوال وذکر حکایات بیصرفہ وبے احتیاط ۔

تفصیل این حکایات آنکہ ایشاں بعد از آنکہ در خدمت خواجہ محمد باقی[1] افتادند واز صحبت شریف ایشاں استفادہ این نسبت کردند، ورو بترقی نہادند در حیات وبعد از وفات ایشاں از حالات وکمالات خود خبر دادن گرفتند، زیادہ از حد حصر وقیاس، چنانکہ وچندانکہ مردم حیراں شدند وجہ جائے حیرت است واللہ یختص برحمتہ من یشاء۔ وچوں در ضمن تنقیص وتخطیہ بزرگانے کہ اتفاق بر بزرگی ایشاں مثل سید الطائفہ جنید بغدادی[2] رح وسلطان العارفین بایزید بسطامی[3] رح وامثال ایشاں بودند وگفتہ اند این بیچارہا حقیقت کار در نیافتہ وباصل نرسیدہ، وگرفتار ظل ماندہ اند، وامثال آں وادعائے آنکہ آنچہ ایشاں را دادہ اند ہیچ کس را ندادہ اند، موجب

---

[1] حالات کے لیے ملاحظہ ہو، زبدۃ المقامات (مطبوعہ نول کشور) نیز کلمات طیبات (ملفوظات خواجہ باقی باللہ رح)

[2] حالات کے لیے ملاحظہ ہو نفحات الانس (مطبوعہ بمبئی ۱۲۸۴ھ) ص ۵۳-۵۴-۵۵

[3] ملاحظہ ہو نفحات الانس ص ۳۸-۳۹۔

Marfat.com

وحشت مردم شد بیش تر غوغا ہمردم بر سر آں بود کہ از ایشاں بخواجہ کہ پیرو مربی ایشاں بودند تقصیرہا در رعایت ادب مریدے وحق نعمت شناسی سر برزد، اگرچہ بایں اصطلاح این قوم ممکن است کہ مریدے در کمال از پیر درگذرد، ولیکن در رعایت ادب وبندگی ونیازمندی وفروتنی وحق شناسی باقیست، شیخ علاء الدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کہ در کشف تحقیقات معاملات ووقائع آیتے بود، ومعلوم می شود کہ دریں باب از پیران خود گذرانیدہ است، می گوید کہ اگر سر من بآسماں ساید ہنوز خاک آستانہ شیخ عبدالرحمٰن اسفرائنیؒ و شیخ علی بالا باشد۔ بیت

بلند مرتبہ زیں خاک آستاں شدہ ام

غبار کوئے توام گر بر آسماں شدہ ام

دیگے ازاں کہ بسے خطرناک از رعایت مقام ادب دور است آن است کہ در باب حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ گفتہ اند کہ کثرت ظہور کرامات از ایشاں ازاں جہت بود کہ نزول ایشاں ناقص بود، وآنکہ در بعضے مکتوبات نوشتہ اند انکارم کہ حکمت پیدا کردن من آنست کہ تا کمال ابراہیمیؑ ومحمدیؐ یکجا جمع شود، اشد واعظم است از ہمہ وآں شخص کہ در ترکیب وجود من بقیہ از طینت آنحضرت جوہر سیست یا خمیرمایہ ایست کہ وجود حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازاں ترکیب یافتہ است، چنانچہ نخل از بقیہ طینت آدم است وجائے دیگر گفتہ اند کہ متابعۃ پنج مرتبہ است، وہمہ مراتب مارا حاصل است وگفتہ اند کہ ہمہ کمالات محمدی بے تفاوۃ در ذات من حاصل لیکن بہ تبیع وطفیل است، مردے ثقہ از ایشاں شنید، آں شخص گفت کہ ازینجا مزیت شما لازم می آید، جواب دادند کہ آنجا بالاصالۃ است، واین جا بطفیل، دیگے از یاراں ایشاں گفت کہ مقام خود را فوق مقام انبیاء دانم، واین توجیہ کہ موجب اثبات وتصحیح آں باشد کردہ اند، ودر جائے تجلی محمدیؐ واحمدیؐ گفتہ اند ودورہ الف با مجدد الف گفتہ اند، وامثال ایں

Marfat.com

کلمات درمکتوبات ایشاں مذکور است واین ہمہ رامی گذرانیدم تانوبت این مکتوب سید،
کہ باعث نفرت و وحشت گردید، گفتہ اند ہم مرید اللہ ام وہم مراد اللہ وسلسلہ ارادت
من بے واسطہ باللہ تعالیٰ متعلق است، و ید من نائب ید اللہ است، سبحانہ، اگرچہ
ارادۃ من بہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بواسطہ کثرت است، در طریقہ نقشبندیہ
بہ بست ویک واسطہ درمیان است، و در طریقہ قادریہ بہ بست وپنج، و در طریقہ چشتیہ
بہ بست وہفت، وارادۃ تاکید وسائط نمی کند، پس من ہم مرید رسول اللہ ام وہم ہمہ پیر
رواو برخواں ایں دولت ہرچند طفیلی ام، ناخواندہ نیامدہ ام، وہرچند تابع ام، امااز اصالتہ
بے بہرہ نیم، ہرچند امتم اما شریک دولتم، نہ شرکتے کہ از و دعوئے ہمسری خیزد، کہ آں
کفر است، بلکہ شرکت خادم است بامخدوم تا نطلبیدہ اند، برسفرہ اہل دولت حاضر
نیامدہ ام، وتانخواستہ دست بایں دولت دراز نکردہ ام، ہرچند اویسیم امامربی حاضر و
ناظر دارم، وہرچند در طریقہ نقشبندیہ پیر من عبد الباقی است اما متکفل تربیت من اللہ
باقی است، من بفضل تربیت یافتہ ام، وبراہ اجتبا رفتہ سلسلہ من سلسلہ رحمانیست کہ
من عبد الرحمٰن ام، چہ رب من رحمان است، ومربی من ارحم الراحمین است وطریقہ
من سبحانی است، کہ از راہ تنزیہہ رفتہ ام، واز اسم وصفت جز ذات اقدس نخواستہ
ام، ایں سبحانے نہ آں سبحانیست کہ بسطامی بآں قائل گشتہ کہ آنرا ازیں مساس نیست
وآں از دائرہ نفس برآمدہ وایں از ماورائے نفس وآفاقست، وآں تشبیہے است کہ
لباس تنزیہی است کہ گردی از دامن تشبیہ بوے نرسیدہ، وآں از سرچشمہ سکر جوش زدہ
واز عین صحو برآمدہ ارحم الراحمین درحق من اسباب تربیت را غیر از معدات نداشتہ
است، وعلۃ فاعلی در تربیت من غیر از فضل خود را نہ ساختہ، از کمال کرم واہتمام و
غیرتے کہ وے سبحانہ وتعالیٰ وتقدس درحق من دارد، تجویز نہ فرماید کہ فعل دیگرے را
درحق مدخلے باشد، یا من بدیگرے دریں باب متوجہ گردم، مربانی الہٰی ام جلشانہ و

Marfat.com

مجتبی فضل و کرم لا متناہی و تعالیٰ و تقدس انتہی سبحان اللہ ولہ العظمۃ والکبریاء، ایں چہ سخناں و ایں چہ کلمات است و ایں چہ سلطنت و سطوات و ایں خطبہ خوانی و شاگستری نفس است، اللہ اکبر درویشی شکستگی و خاکساری و ادب و تواضع و کم زدنی نفس است حضرت خواجہ محمد پارساؒ رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ در آخر رسالہ قدسیہ بایں رباعی وصیت کردہ اند۔ رباعی:

اندر رہ حق جملہ ادب باید بود   تا جان باقی است در طلب باید بود
در ہر دم گر ہزار دریا بکشی   کم باید بود خشک لب باید بود

وقال بعض العرفا حقیقۃ الطریقۃ ان یکون مفصلاً وان یکون طالباً للبلایا ومتی ظننت انک وصلت وما ظننت انک ظفرت وما ظننت انک یحصل لک حال لاحال لک حال۔ سالکاں ایں راہ و مقبولان درگاہ ہمہ ناظر دریں است، نعم از بعض اقطاب فخر و مباہات بر اہل زماں خود بوقوع آمدہ است، و از مقام و مرتبہ خود خبر دادہ اند، وگویند کہ آں بامر پروردگار است نہ بطریق دیگر و نفسانیہ شاید کہ دریں جائے ازیں قبیل خواہد بود، واللہ اعلم بالصواب، اما نسبت باقران و شرکا گفتہ، نہ نسبت بحضرت سید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات و بعضے از کبرائے مشائخ گفتہ اند اما ما رانی الا رسول اللہ وحضرت غوث الثقلین لیس علی منۃ الا للہ ورسولہ ایں درست است، اما آنکہ گوید، در قرب و وصول ما در مقامے رسیدہ ایم کہ ہیچ کس را واسطہ نیست، و ہیچ یکے را دخلے نیست نہ رسول و نہ غیر وے را و اگر واسطہ بودند وقت سلوک بودند، وحالانکہ سلوک تمام شد، و قرب درگاہ حاصل گشت، و وصول بحصول پیوست ہیچکس واسطہ نیست، ہمہ منقطع شدہ بلکہ من مرای النبی ام ومجتبای ادیم وفعل دیگرے را در حق من دخلے نیست، و بدیگرے

ؒ حالات کے لیے ملاحظہ ہو، رشحات (مطبع نول کشور ۱۹۱۲ء)

Marfat.com

دریں معنی متوجہ نہ آں دیگر کدام است رسول خدا حاشا وکلا، سبحان اللہ ہیچ کس با رسولِ
خدا ایں چنیں در می افتد وگستاخی می کند وی گوید کہ من ہمسر محمد رسول اللہ ام، در وقتے
مرید وے بودم، الآن مرید خدا ایم بیواسطہ وے در قربے کہ من با خدا دارم وے صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم را واسطہ نیست، واز خلوتے کہ من با خدا دارم وے بیرونست باید دریافت
کہ مضمون ایں سخناں چیست، وازیں جا چہ لازم می آید ہیچ شیخے وعارفے بایں طرز
سخن گفتہ و دعوی کردہ است، ہمانا کہ با ولیائے خدا در افتادہ بود بس نبود تا تو بہ پیغمبر
خدا رسید، بعد ازاں نمی دانم تا بکجا خواہد کشید، وگفتہ اگرچہ امتم اما شریک دولتم در
منقبت وکمالات وفضیلۃ واگر در تعمق نظر نمایند ایں معنی مفہوم میگردد کہ در وقتے امۃ
تابع بودم کہ در سلوک طریق قرب متابعت وپس روے میکردم، چوں مقرب درگاہ
حق شدم، مرید وے تعالیٰ گشتم وشریک او شدم، سبحان اللہ در راہ خدا امۃ با پیغمبر
شریک می باشد، خصوصًا با محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ مہتر وبہتر پیغمبران ست،
وعجب کہ وجود شرکت گفتہ بشرکتے کہ ازاں دعوی ہمسری خیزد کہ آں کفر است، دیگر
شرکت کدام ہست کہ ازاں ہمسری نہ خیزد معنی شرکت وہمسری یکے است، نزدیک
بترادف یا مثلاً زمان متساویان اند وآنکہ گفتہ اند بلکہ شرکۃ خادم با مخدوم است یعنی
اگرچہ ایں خادم چیزے از خانۂ خود نیاوردہ، وہرچہ دارد از مخدوم دارد، ولیکن ہرچہ
مخدوم داشت بوے داد، شریک خود ہیچو خود گردانید، ایں ہرگز بوجود نمی آید، مخدوم
بخادم چیزے میدہد کہ مناسب حال وے باشد، ومخدوم خادماں بسیار دارد،
بہر کدام بخشش وے میدہد، چنانکہ ذکر آتش در کلام ایشاں بسیار، در بیان ایں
معنی واقع شدہ است، واز آتش دادن لازم نمی آید کہ ہرچہ در خانہ داشت
داد، بلکہ آنچہ در خور اوست می دہد وخود دریں مطالب علیہ چہ گنجائش ایں تمثیلات
وتقریرات مقرر است، دعوئے مساوات بانبیا خصوصًا با سید انبیا صلوات اللہ

Marfat.com

وسلامہ علیہم باطل است، و تفرقہ و تفصیل باعتبار خادمی و مخدومی و اصالۃ و فرعۃ نیز باطل است، و عاطل، و کلام دریں مسئلہ نیامد واز زبان بعضے مہدویہ کہ باتفاق فرقہ خلافت اند شنیدہ است کہ در اعتقاد سید محمد جونپوری[۱] کہ مبداو منشا و محل و مقر ضلالت ایشاں است، میگفتند کہ ہر کمالے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داشت در سید محمد نیز بودہ فرق است کہ آنجا باصالۃ بود و ایں جا بہ تبعیت رسول بجائے رسیدہ کہ ہمچو او شدہ، و ایں بعینہ مقول ایشان است، و چنیں شنیدہ میشود کہ شیعہ نیز در شان ائمہ عشرہ رضی اللہ عنہم می گویند کہ ایشاں تلامیذ انند، پیغمبر علیہ السلام بمرتبہ استاد رسیدہ، و بر ہر تقدیر خادم حق نعمت شناخت و نزد مخدوم جز بہ بندگی و نیاز دم نزد، و دعوی مساوات نہ کرد ع

اے ایاز آں پوستیں را دار پاس

ومثال ایں خادم بااین مخدوم کہ دم برابری میزند و گستاخی میکند حال آں غلام آن است کہ ہمراہ خواجہ کہ مقرب درگاہ سلطاں بود، در مجلس سلطان رفت، پس خواجہ بمجلس قرب نشست و غلام نیز آں جا ایستاد، و چوں خود را در مجلس بادشاہ و خواجہ یکجا دید بنازید و مغرور گشت، و از بیخردی و بیتابی کہ رسم غلاماں است خود را گم کرد و با خواجہ شریک و برابر گرفت، و گفت من ہم بندہ بادشاہ و مقرب ادیم، و ندانست کہ ہمچنانکہ نخست نزدیک سلوک طریق قرب و وصول بوساطت و طفیل خواجہ بہ مجلس بادشاہ رسید، و وے واسطہ بود، الآں قرب و وصول کہ حاصل شدہ است، نیز واسطہ است، و لیکن از غایت غرور و بیخردی و کم فکری وجو وساطۃ از نظر وے ساقط شدہ و در حیطہ کفران نعمت افتادہ، شیخ جو سلامۃ دریں سخن تامل کنید کہ از قول ایشاں کہ انکام کہ حکمت در پیدا کردن من آنست کہ کمال ابراہیمی و محمدی جمع شود، چہ مفہوم میشود و چہ

---

[۱] حالات کے لیے ملاحظہ ہو سیرت امام مہدی مولفہ شاہ میاں عبدالرحمن (مطبع ابراہیمیہ حیدرآباد)

Marfat.com

لازم می آید، ایں جا ہمیں جواب بخادمی و مخدومی دادہ اند، ایں سخن ہیچ فائدہ ندارد جز فرق بہ تبعیت و اصالۃ، امّا دعوٰی ہمسری و برابری از خادم و تابع نامقبول و نامناسب تراست، عجب آنکہ فرمودہ اند کہ برخوان ایں دولت ہرچند طفیلی ام اما ناخواندہ نیامدہ ام، ہرچند تابعم از اصالۃ بے بہرہ نیم، ایں چہ معنی دارد طفیلی خود ہماں کس را گویند کہ ناخواندہ بیاید و تبعیت ضد اصالۃ است، اجتماع ضدین محال، واگر گویند بوجہے تابعم و بوجہے اصل ایں معنی و محصلی ندارد مگر آنکہ نخست در وقت سلوک پیر و مرید بودم، اکنوں بعد از وصول بمرتبہ اصالۃ رسیدہ ام و پیر و مرید خودم، و ہمہ وسائل و وسائط کو بودند ساقط شدند، و از میان بدر رفتند، چنانکہ اسباب تربیت خود بمعدات تشبیہ دادہ، پس ازیں محمد رسول اللہؐ با مریدگی از خاصان درگاہ وے بودم، اکنوں خدایم بیواسطہ و ارادہ من باللہ تعالیٰ قبول وسائط نمی کند، و ارادہ من باللہ تعالیٰ است، پس من ہم مرید محمدؐ رسول اللہ ام باعتبار سابق ہمسرہ اویم، بحکم حال تعالیٰ اللہ از تصور ایں معنی و تکلم بایں کلام موئے بربدن اعتقاد و اخلاص مسلمانی می خیزد، و بخدا سوگند بس عظیم است ایں کلام و بغایت شنیع است، ایں مرام راہ راست کہ اعتقاد کنند، و بگویند کہ ہمہ مریداں حضرت رسول اللہ اند و رسول اللہ مرید خداست، و از حق فیض میگیرد و بخلق میرساند معنی نبوت و رسالت ایں است، و ہیچ کس را بیواسطہ وے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راہ نیست، بسوئے خداو در درگاہ وے جائے نخواہ، در وقت سلوک یا بعد از وصول دیگر سلسلہ در ارادۃ اللہ بے توسط غیر لیست، عجب واقع شدہ است اطلاق سلسلہ در جائے مناسب است، کہ بوسائط باشد، ظاہراً سہو قلم است یا بطریق مشاکلۃ است، ایں سخن طالب علمی است والامر فی ذٰلک سہل و گفتہ اند یدمن نائب یداللہ ایں فروع و نتیجہ ارادۃ اللہ است، چہ ید مرید نائب پیر

Marfat.com

می باشد، اما بلوح می افتد، بقول حق سبحانہ ان الذین یبا یعونک انما یبایعون اللہ الآیۃ وایں بحقیقت وقتی راست آید کہ بروے اثر ما رمیت اذ رمیت و لکن اللہ رمیٰ، مرتب گردد کہ بیک مشت خاک لشکر را منہدم گرداند، ولے حکایۃ زبانی بیش نیست، اکنوں بمعارف وحقائق کہ در تحقیق ایں دعاوی نوشتہ آید دست زدہ ایں خلجانات وشبہات کنم، ومن اللہ الاستعانت والتوفیق نوشتہ آید کہ سیر و مرادی مریدی امریست کہ بوجدان پیر تعلق دارد، پس حجۃ و برہان بر اثبات گنجائش ندارد، ایں جا کس چہ سخن کند کہ راہ سخن بربستند، لیکن ہر چیز را حجت و برہان باید، ہیچ چیز بے حجت و برہان معقول ومقبول نمی افتد۔ مرادان ومحبوبان خود را در اصطلاح قوم ہماں کساں اند کہ نخست ایشاں را جذب می نماید، و بدرگاہ میکشد، بعد ازاں توفیق پیرادہ واصل می سازند، کہ معنی مجذوب سالک است، و مریداں را آنکہ ایشاں را بعد از سلوک می کشد، وایشاں را سالک مجذوب میگویند، امّا ایں ہم می باشد کہ صاحب سیر مرادی بجائے میرسد کہ در ارادہ او بحق وقرب وصول بجناب قدس وے اللہ تعالیٰ وساط حضرت سید المرسلین سلطان محبوبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سقوط می پذیرد، و بر می افتد، و در جمیع کمالات برابر سید المرسلینؐ می باشد، و دعویٰ شرکت وہمسری و برابری میکند، وجامع کمالات ابراہیمی ومحمدی می گردد، وصاحب ایں سیر ہمسرہ محمد رسول اللہ میگردد، و می گوید کہ ہم چنانکہ آنحضرت مرید خداست بیواسطہ من ہم مرید خدایم، بیواسطہ و آنکہ نوشتہ کہ کسے را حق سبحانہ قوۃ قدسیہ دادہ اگر در احوال واوضاع صاحب آں سیر نیک ملاحظہ نماید، وفیوض و برکات علوم ومعارف الٰہی جل شانہ، کہ او بآں ممتاز ست، مشاہدہ کند تواند۔ حکم سری مراد او دارد، وہیچ محتاج بدلیل نیست، سخن عجبی این است یعنی شما ایں مقدار ادراک وشعور ندارید کہ اوضاع واحوال دجال وکمال ما را ملاحظہ نمایند، وفیوض و برکات وعلوم ومعارف

Marfat.com

ما کہ برآں منفرد وممتازیم مشاہدہ کنید وسیر مرادی ما حکم کنید، دیگر دلیل چہ حاجت است، ازیں جا آں سخن یاد می آید کہ یکباری از ہمیں یاراں یکے بخدمت ایشاں نوشتہ بود کہ عجب است کہ باوجود عظمت وجلالت ومرتبت کرامات از شما ظاہر نمی شود، درجواب او نوشتند کہ کدام کرامت بالاتر ازیں معارف وحقائق باشد کہ ما بیان کنیم وبر ما وارد میگردد، ودیگر آنرا طاقت بیان آں نیست، معجزہ حضرت رسول اللہ نیز سخن بود کہ بمرتبۂ اعجاز رسیدہ بود، او کما قلتم مرضی ہذا آدیم بمقصود کہ در امتیاز شما بہ بیان علوم ومعارف نیست، لیکن غایۃ آنچہ ظاہر میگردد ازاں آنست کہ شما را عالم وفاضل وماہر ودانشور وسخنداں دانیم، بلکہ عارف ومکاشف ہم گوئیم، اما آنرا از کجا معلوم کنم کہ شما بسیر مرادی بمرتبہ رسیدہ اند کہ وساط حضرت سید المرسلین وسید کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درمیان شما وخدائے عزوجل نماندہ است، تا آنکہ ہمسرہ وہم سیر پہائے آنحضرتؐ شدہ دید، ایں معنی لازم سیر مرادی نیست، واحوال واوضاع وعلوم ومعارف متصورست کہ یکجا خطا واقع شود، وعصمت مخصوص انبیا راست صلوات اللہ علیہم وخطا درکشف باتفاق اہل کشف جائز است وملازمان کہ خطاہا بر شیخ ابن عربی[۱] ثابت کردہ اند، ازہمیں عالم است کہ باوجود ایں حقائق ومعارف کہ شیخ دارد خطاہا کردہ است، وآنکہ نوشتہ اند کہ خواجہ ما قدس سرہ دراوائل حال سیر ایں فقیر را سیر مرادی مقرر فرمودہ اند حضرت خواجہ اثبات شما بسیار میکردند، وکساں واقف اند برآں وبیشتر ازہمہ ایں فقیر اگرآں درقید حیوٰۃ صوری می بودند، یقین است کہ بایں سخناں راضی نمی شدند وہیچ کس بایں راضی نخواہد شد، امید داریم کہ شما ہم درباطن راضی نخواہید شد، واللہ اعلم۔ وعبادت دراوائل نشانہائے ایں دریافتہ باشند۔ بعد ازاں حال متغیر شدہ باشد واللہ محول الاحوال محو

۱؎ حالات کے لیے ملاحظہ ہو۔ Mystical Philosphy of Muhiuddin Ibn ul Arabi. A.E. Affifi

Marfat.com

مایشاء و یثبت، مقصود شما چوں آنست کہ در ابتدائے حال ایں حکم میگرداند در انتہائے خود چہ خواہد بود، مسلم سیر مرادی و مقام ابتدا شمارا حاصل است، اما آنکہ سیر مرادی ایں نتیجہ می آرد کہ با حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایں معاملہ دست داد و ایں چنیں در برابری افتادند کہ ایشاں از میاں ساقط شدند و واسطہ نماند فسخ است، باز ہماں کہ مذکور شد پیش می آید، و مکرر می شود و نوشتہ اند کہ اجتبا مخصوص نیست بانبیاء علیہم السلام و ہمچنیں باش کہ اگرچہ در آیات قرآنی اجتباء ہمہ جا نسبت بانبیاء علیہم السلام واقع شدہ است، قولہ تعالیٰ ولکن اللہ یجتبی من رسلہ ما یشاء فآمنوا باللہ و رسلہ و بعد از ذکر انبیاء فرمودہ است اجتبیناھم و ھدیناھم الی صراط مستقیم و حقیقت آنست کہ معنی اجتباء گزیدن است۔ حق تعالیٰ بر میگزیند۔ انبیاء را بے سابقہ کسب و سلوک و اولیاء را بکسب و ریاضت و اتباع انبیاء، و ایں جا آں اجتبا نیست کہ در انبیاء است۔ و آں ایں ست بغیر قول حق سبحانہ اللہ یجتبی الیہ من یشاء و یھدی الیہ من ینیب۔ پس وجہ مباہات نیست مگر عدم توسط چنانکہ ادعا کردہ اند، و بیان آں باید نوکہ وصول فیوض مر سالک را توسط و حیلولہ خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام تا زمانی است کہ حقیقت سالک بحقیقت محمدی کہ جامع جمیع حقائق است، و آنرا حقیقۃ الحقائق گویند منطبق نگشتہ است، و باں متحد نشدہ، چوں بکمال متابعت ملک محض بفضل اللہ ایں حقیقت را باں حقیقت اتحادی حاصل گشت توسط برخاست چہ توسط و حیلولہ در مغائرہ است، انتہیٰ اتحاد حقیقت سالک با حقیقت محمدی کہ حقیقۃ الحقائق است چہ معنی دارد، چہ صورت ایں سخن از مقام ادب و انصاف دور است، و گستاخی صریح و گزاف فضیح و با قطع نظر از حکم عقل دو چیز و یکے شدن آنہا ہر چند جزو کل و جزی کلی باشند از قبیل محالات است، لازم می آید کہ حقیقت ہر سالکے کہ باں مرتبہ و مقام برسد حقیقۃ الحقائق گردد، و ذلک ظاہر البطلان پس اگر از اہل حقیقت کسے ایں اطلاق کردہ باشد و حکم باتحاد بودن معنیش فنا در رغیبۃ از خود در حضور وے خواہد بود

بجہت کمال متابعت وغلبۂ محبت چنانکہ فنافی الشیخ میگویند، وخود شیخ تمام عالم وپیرجملہ بنی آدم وجہت تمام کائنات وقبلہ موجودات اوست، علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات ہمچنانکہ اتحاد بذات مطلق الٰہی راتفسیر کردہ اند، باستغراق درہستی حق کذا فی الفقرات چوں اتحاد اعتباری وحکمی بامغائرۃ حقیقی ونفس الامری منافات نخواہد داشت، و منافی وساطت وحیلولہ نخواہد بود وخود تعین وتشخص حقیقت سالک وجزئیۃ او باقی است چنانچہ اہل فنا، وتوحید می گویند۔ بیت

تو او نشوی ولیکن ار جہد کنی جائے برسی کز تو توی برخیزد

یعنی آں توی واوئی کہ پیش از فنا وگم شدن بود در وے بود، بلکہ ہمیں گم شدن وفانی گشتن دروے قرب وصول بحق است بوساطت وے پس ایں اتحاد وانطباق کہ حاصل گشتہ است، اگرچہ ایں واصل بجہت غلبۂ بیخودی وفنا دریافت ایں وساط نمی تواند کرد، حقیقت محمدی راعارفاں واسطہ میدانند ومی یابند، درحوادث تمامہ اشیاء وصفات وکمالات از جواہر واعراض کہ وصول بحق وشہود وے نیز ازاں جملہ ست، چہ آنہا کہ باں حقیقت رسیدہ، ودروے فانی گشتہ وحکم اتحاد گرفتہ، وچہ غیر آں بلکہ توسط نسبت لطائف ولی ودریافت آں نسبت اقرب واظہر باشد، وایں سخن دقیق است واللہ الہادی توکلم آنجا کہ اتحاد است معاملہ شرکت است ایں نیز خالی از غرابتی نیست، چہ شرکت دوئی رامی طلبد، وشریک درامرے دوکس باشند وحقیقۃ اتحاد خود اصلاً بشرکۃ جمع نمی شود یعنی فنا وغیبت نیز کہ اتحاد حکمی است وفانی وغائب از میاں رفت وحکم فنا گرفت، شرکۃ از وے چہ صورت دارد، توسط راگفتند کہ دوئی می طلبید، شرکت ہمچنیں است توکلم اما چوں سالک تابع والحاقی است وطفیلی از قبیل شرکت خادم بود از مخدوم وایں سخن ہیچ محصلی ندارد، واگر ایں خادم با مخدوم شریک است درجمیع صفات وتمام جہات پس برابری وہمسری محذور لازم وتفاوت اسم خادم ومخدوم

چہ فائدہ دارد، اگر نیست اتحاد چہ معنی دارد۔ ایں سخن خادمے ومخدومے در کلام ایشاں بسیار واقع شدہ، در اجتماع کمالات ابراہیمی ومحمدی نیز گفتہ اند وایں را گریز گاہ ساختہ اند، اما فائدہ ندارد۔ ونوشتہ اند کہ مراد در بدایت حال بحضرت کائنات محبت خاص پیدا شدہ کہ در غلبات آں محبت می گفتم کہ محبت من بحق سبحانہ از آں جہۃ است کہ وے رب محمد است ایں سخن در ظاہر سعید وباعث تعجب است، اما معنی راست ودرست ندارد۔ زیرا کہ محبت منعم جبلی است۔ وہمہ نعمتہا بوسیلہ وساطۃ آں حضرت واصل پس محبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اقرب واعلیٰ اسباب محبت حق باشد، ومحبت او باعین محبت حق مستلزم اوست وبحساب عقل شق ثانی اظہر است، اگر گویند کہ محبت او از جہۃ انعام محبت صفات است وسخن در محبت ذاتی میرود، گویم کہ ایں نیز از جہۃ ذات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاصل است، چنانکہ آنحضرت مظہر ذات خاص حق است تعالیٰ وتقدس محبت وانجذاب علیہ بوے موجب محبت، وانجذاب حق خواہد بود، بر ہر تقدیر ایں سخن بسیار خوب ودلربا است، واعجبا کاشکے شمارا ہمیں بستہ، رفتہ رفتہ بجائے می کشید کہ در عشق محمدی والہ وشیدا وفانی ومستہلک می گردانید، کہ مجال سربالا کردن ودم زدن بایں نوع کلمات مشعر برابری ویگانگی در حضرت وے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمی ماند، چنانکہ در وصف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آمدہ است، سنگریزہ در دہاں انداختہ وچشم بر جمال آں حضرت دوختہ می نشست، ورابطہ محبت را نگاہ میداشت ودم نمی زد، وحال اکثر اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہمچنیں می بود کہ کانوا فی مجلسہ کان علی رؤسہم الطیر واشارۃ قول حق سبحانہ یایہا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی الآیۃ ہمیں است۔ تولکم تا ایں قسم محبت شود نشود، الحاق واتحاد بہماں معنی فنا وغیبۃ ودوام توجہ وحضور واستغراق کہ لازم عشق مفرط ومحبت صادق است نہ بمعنی دیگر تولکم طریقہ جذبہ را چوں کشش از جانب مطلوب است وعنایت الٰہی متکفل حال

طالب است، ناچار قبول وسائط نمی کند، و در طریق سلوک چوں انابت از جانب طالب است، در وجود وسائط چارہ نبود، ایں عین مدعا است وسخن بے دلیل است طریقۂ جذبہ ومرادی ومحبوبی چنانکہ سبق بیان رفت، زیادہ براں این است کہ لطف اللہ بندہ خود را پیش از انکہ طلب کند وسلوک نماید جذب می کند، وانجذاب ہم جمالی است کہ بداں سلوک آساں میگردد، واین منافات بوجود وسائط ندارد، بلکہ چوں جذبہ تنہا کار نمی آید وسلوک بے وسائط نمی باشد، لازم آید وجود وسائط چنانکہ مقرر قوم است وخود ہم گفتہ اند کہ در نفس جذبہ ہرچند وسائط درکار نیست، اما تمامی منوط بسلوک است اگر بسلوک نباشد، جذبہ ناتمام وابتر است، اگر گویند کہ احتیاج در طریقہ جذبہ بسلوک ووسائط پیش از وصول اوست بعد از وصول برطرف می شود بخلاف طریقہ سلوک کہ آنجا بعد از وصول نیز واسطہ میماند، چنانکہ گفتہ اند کہ در طریقہ جذبہ اگر توسط متابعت شریعت کہ عبارت از سلوک است وصول بمطلوب می شود بے واسطہ حلول امری خواہد بود۔ گوئیم کہ چہ دلیل است بریں دعویٰ مفہوم جذبہ در حصول طریقہ وے خود مستفیض ایں نیست چنانکہ معلوم شد۔

مدعا دوم کہ در طریقہ سلوک از وسائط چارہ نبود، مارا کہ قابل بوجود ونور توسطیم مطلقاً دخل دراں نیست ولیکن بطریق بحث ومناظرہ گفتہ می شود کہ چرا آں ہم بعد از وصول بوجود وسائط برطرف نشود، چنانچہ بوجود جذب بعد از سلوک ملک ہم چنیں باید احوال ایشاں کہ خاصیت جذبہ عدم وسائط است وسقوط آنہا است ودر کلام شما نیز اشارہ باں واقع است۔ آنجا کہ گفتہ اند در طریق سلوک از شیوخ ہر کہ درمیان آمدہ است متوسط وحاجب مشہود سالک است، وا ے اگر در آخر حال تدارک ننماید یعنی وسائط از میان برندارد۔ حاصل آنکہ در طریق جذبہ، ووصول سلوک ہر دو پیش از وصول وسائط درکار است۔ واگر در طریقہ جذبہ بعد از وصول وسائط ساقط میگردد ودر طریق سلوک

Marfat.com

می نماید تحکم است چرا در ہر دو جا باقی نماند و چرا در ہر دو جا ساقط نگردد۔ سخن در ہمیں جا ست
و اگر گویند ایں امر کشفی وجدانی نیست، بحث فائدہ ندارد۔ آں چیز دیگر است، اما شما مقید
باستدلال شدہ، و توجیہ نمودہ کہ چوں در طریقہ جذبہ کشش از جانب مطلوب است،
و عنایت الٰہی متکفل حال طالب است۔ ناچار قبول وسائط نمی کند۔ و در طریق
سلوک چوں انابت از جانب طالب است، از وجود وسائط چارہ نبود، و خود جذب
و سلوک بر ہر دو تقدیر است۔ فرق بتقدیم و تاخیر فائدہ ندارد۔ اگر گویند کہ مدعی و دلیل ہر
دو کشفی است، چنانکہ یکباری از شما مثل ایں سخن شنیدہ است، ایں گریزگاہ خوب ست
و بعد ازاں در اثبات عدم توسط و تقدیر آں طرق دیگر بیان کردہ آید۔ اول وصول از
راہ معیت کہ حق را با بندہ است ناچار بے توسط امرے خواہد بود کہ متابعت معیت است
و اگر واسطہ است در سلسلہ ترتیب است، کہ عبارت از سلوک است و گفتہ اند کہ راہ
معیت یکے از طریق جذب است نہ از سلوک انتہیٰ۔

پوشیدہ نماند کہ ہرگاہ راہ معیت یکے از طرق جذبہ باشد کہ قرار یافت کہ در طریق
جذبہ از سلوک چارہ نیست۔ پس در طریق معیت برائے وصول نیز در کار خواہد بود۔ و
از وسائط ناگزیر و کلام در وے ہم چناں خواہد بود، کہ در طریق جذبہ گذشت۔ دیگر مثال
ظل با اصل نمودہ اند کہ ایں ہم طریقے است، اگر بعنایت الٰہی ظل را با اصل خود میلے
پیدا شود اگو کشتیے رو رہو ید اگردد آں ظل را باآں اصل وصول حاصل شود، ہر آئینہ بے
حیلولہ امرے خواہد بود۔ چوں آں اصل اسمے از اسماء الٰہی است۔ ناچار درمیان اسم
و مسمیٰ او حائلے نخواہد بود۔ و وصول ظل ازیں راہ باصل الاصل کہ مسمیٰ آں اسم است
بے وسائط امرے خواہد بود۔ انتہیٰ۔

پوشیدہ نماند، ظاہر آنست کہ ایں نیز از طریق جذبہ خواہد بود۔ چنانکہ در طرق معیت
پس ایں نیز محتاج بسلوک خواہد بود۔ چنانکہ طریق جذبہ ایں جا نیز ہماں کلام است کہ

آنجا است۔ دیگر گشتن ظل با صل مسلم و اتصال اسمی نیز ہمچنیں، اما وصول ظل الاصل کہ مسمی آں اسم است، چرا بواسطہ آں اسم نباشد۔ بل الامر کذلک قولکم ایضاً ہر کہ واصل ذاتست بوصول بے خوفی توسط امری درحق او مفقود است۔ وہر گاہ در صورت وصول بحضرت ذات سبحانہ حیلولہ و حجابیت صفات واجبی مرتفع گردد، حیلولہ و حجاب غیر ذات چہ گنجائش دارد۔ انتہی

پوشیدہ نماند امرے مقرر است کہ صفات پردہ ذات است، کہ ہرگز نمی افتد، اگر یک پردہ برخاست، پردۂ دیگر نشنید، ذات را جز در پردہ صفات نمی تواں دید، و شہود گردد دریافت۔ لیکن صاحب شہود ذات را بجہت غلبہ انجذاب توجہ تام بسوے او صفات ملحوظ و منظور او نمی افتد، و بہر تقدیر پردہ درمیان است۔ دریابد یا درنیابد۔ وفی الحدیث حجابہ النور ولعمر النہی نور یکے از اسماء محمدیست صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ و اگر مراد نور ذات دارند کہ حجاب ذاتست، حجابیت نور محمدی باں مصدق۔ ونور علی نور یہدی اللہ لنورہ من یشاء خواہد بود، و با قطع نظر ازاں ایں طرف او را بوصول بیچونی نام گردید، اگر از طرف جذبہ در آید، چنانچہ ظاہر است دریں نیز ہماں کلام می رود کہ در جذبہ گذشت از احتیاج بسلوک واگر طریق جذبہ نیست طریق سلوک خود واسطہ ثابت است، اول و آخر و ظاہر است کہ طریق توجہ الی اللہ و حضور بادنی است، بہ مشغولاں طریق ایں سلسلہ شریفہ را می باشد ایں کار می کند تا ملک حضور و انجذاب با حدیث حق حاصل کنند۔ بعد ازاں اگر توفیق سلوک یابد حکم مجذوب و سالک خواہد بود۔ وکلام در وے گذشت۔ و دریں مشغولی نفی و اسقاط جہات و اعتبارات است۔ تصفیہ لوح قلب از نقوش ما سوی اللہ اگر مقصود بیان ایں نسبت، وذکر ایں حالت است، ایں خود ہمہ مشغولاں ایں بیعت را میسر علی قدر تفاوت احوالہم۔ چندیں ابتہاج و افتخار و ذکر اجتہاد شرکۃ و اصالۃ و مرادی و

مریدی وخادمی ومخدومی چیست۔ پس معلوم شد کہ مقصود چیزے دیگر است، وبیان مقام عالی تر ازاں است، ومقصود آنست کہ بیان کنند کہ خدائے تعالیٰ مارا بفضل خود بجائے رسانیدہ است کہ ہمہ اسباب وسائل وصول درحق ما حکم معدات گرفتہ وسقوط پذیرفتہ است، وحق تعالیٰ از کمال کرم واہتمام وغیرتے کہ درحق من دارد تجویز نمی فرماید، کہ فعل دیگرے را درحق من مدخل باشد، یا من بدیگرے دریں معنی متوجہ گردم، من مرید خدا ام وہمسر رسول۔ اینہا دریں مقصود چہ دخل دارد وچندیں توجیہات ومقدمات غریبہ در اثبات وتقریر آں برانگیختن چہ حاجت ودرحقیقت درصورت مشغول وتوجہ ذات نیز روح محمدی کہ محیط تمام مراتب وجودی وشہودی است وساریست در ذات وصفات واسطہ است اگرچہ مشاہدہ ازآں آگاہ نیست، برمثال ضوء ورویت اشیاء بالجملہ باہر کسے کہ نورے وہدایتے وادراکے ودریافتے ہست، بواسطہ حقیقت محمدی است۔ بیت

ہر کجا نور است ساطع یا کمالے باہر است
پرتوے از آفتاب آں جمال افتادہ است

قولکم تحقیق ایں مقام آنست کہ توسط سرور کائنات علیہ وعلیٰ آلہ وسلم بدو معنی توان بود۔ یکے آنکہ او صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حامل وحاجب بود۔ درمیان سالک ودرمیان مطلوب ومعنی دوم آنست کہ سالک بطفیل وے وبتوسط وے وتبعیت ومتابعت وے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بمطلوب واصل گردد۔ درطریق سلوک وپیش از رسیدن بحقیقت محمدی توسط بہر دو معنی کائن است بلکہ می انگارم کہ دریں طریق از شیوخ ہر کہ درمیان آمدہ است، متوسط وحاجب شود، سالک آں است واگر در آخر حال جذبہ تدارک آں نماید معاملہ بے پردہ کے نکشد، زیراکہ درطریق جذبہ بعد از رسیدن بحقیقت الحقائق توسط بمعنی ثانی است کہ بطفیل وتبعیت است، نہ حیلولہ وحجاب کہ پردہ شہود گردد۔

Marfat.com

ومشائخ طریقت در توسط وعدم توسط آں سرور اختلاف فہا دارند جمعی بتوسط رفتہ اند و گروہے بعدم توسط۔ انتہی۔

پوشیدہ نماند کہ در توسط تبعیت وطفیل ہیچ کس را جائے سخن نیست متفق علیہ است وجمہور عرفائے محققین برآنند کہ توسط بمعنی حیلولۂ آنحضرت درمیان سالک ومشہود ومطلوب نیز ثابت است، وہیچ مشہود بے توسط روحانیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاصل نیست، وقول مخالف لایعبأ بہ است ناشی از کوتہ نظریست و ایشاں میگویند کہ توسط روحانیتِ آنحضرت در جمیع مراتب وجودی وشہودی و عیانی ومعانی وتمامہ عوالم جسمانی وروحانی ثابت است، وایں توسط داخل حجابی نیست کہ ازآں پردہ بر روے شہود نشیند، بلکہ موجب مزید انجلا، وانکشاف است در رنگ حیلولۂ عینک در ابصار عالم ظاہر، مثلاً وجود ادراک وشہود ذات بے پردہ ممکن نیست ؎

در پردہ عیاں باشم وبے پردہ نہاں

ومی گویند کہ حقیقۃ الحقائق بودن آنحضرت واحاطہ باہیات مانند احاطہ ماہیات بجواہر وذوات نیست۔ بلکہ تمام وشامل است مرصفات ومعانی را کہ شہود مخدوماں ومحبوباں ومراداں، یکے از آنجملہ است، ومی گویند کہ در وقت ایں شہود کہ در قرب ووصول حاصل است، روح پرفتوح حضرت سید المرسلین محبوب رب العالمین حاضر است، وواسطہ است واز ذات حق مفارق نیست، چہ محب ومحبوب از یک دگر جُدا نشوند خصوص ایں چنیں محبوب کہ محبوبیت وے بذات بحت بملاحظہ جمیع شیون واعتبارات تعلق گرفتہ است، واگرچہ بے ملاحظہ شیون واعتبارات تعلق گرفتہ است واگرچہ بے ملاحظہ شیون واعتبارات ہمہ باشد بملاحظہ جمیع شیون واعتبارات بود از جہت بودن او مظہر جامع قال بعض العارفین مَا اَرْسَلَ الرحمٰن اویرسل من رحمۃٍ

تصعد او تنزل فی ملکوت اللہ او ملکہ من کل ما یختص او یشمل الا والمصطفیٰ عبدہٗ و نبیہ و مختارہ المرسل واسطۃ فیہا واصل لہا لیعلم ھذا کل من یعقل و این شامل جمیع مراتب شہود ست، و قال ان روح النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم غایۃ من نفوس باللہ فی اللہ طالب فی وصفہ صلی اللہ علیہ والہ المحقق المحکوم بالجعل مو، او علی معرفۃ اللہ مجردۃ فی نفس الامر عن نفسہ المحمدی و میگوید کہ ایں مشاہدہ مجذوب سالک تواند بود، کہ بجہت قصور معرفت و تمیز یا بجہت فنائے بے خودی، از ادراک، و دریافت آں قاصر و ذاہل باشد۔ اما در نفس الامر ثابت و دائم است۔ و آں ذہول در حقیقت، از قبیل عدم علم بعلم است۔ چنانچہ در مواضع گفتہ آید۔ از ینجا ہم گذشتم و مسلم داشتم کہ مشایخ طریقت از توسط و عدم توسط آں سرور اختلاف دارند۔ اما آں گروہ کہ قائل آں بعدم توسط دعوی شرکت ہمسری و ہمسرگی واجتبار و عدم مدخلیۃ آنحضرت در حق ایشاں و عدم توجہ ایشاں بہ آنجناب چنانکہ گفتہ اند می کنند۔ و مشائخ دریں جاہم اختلاف دارند سخن در آنجاست حاشا و کلا ہم متفق از ود رغایت بندگی و نیازمندی و سرافگندگی و احتیاج بآنجناب۔ دیگر مخفی نماند کہ توسط آنحضرت در شہود و وصل موجب عظمت و جلال و سبق اوست در درگاہ غیرت، و عدم توسط سبب تاخر و سقوط و تصور و حاصل حکایات، عدم توسط بسبب تاخر و سقوط و تصور و حاصل حکایات عدم توسط باں راجع میگردد کہ سالک ہمیشہ خادمانہ ہمراہ آں حضرت بہ تبعیت و طفیل میرفت۔ و اقتباس از وے میگردد چوں بقرب درگاہ رسید و پیشتر رفت و دروں در آمد و آں حضرت را پس انداخت و بیروں در گذشت و از میاں ساقط گردانید، خود در مجلس در آمد و بر منصہ قرب و وصال نشست، و کامراں شد۔ و میگوید کہ من و تو برابریم من ہم بندہ ام، و او را توسطے درمیان من و ہذا نباشد۔ اگرچہ در اصل بندہ و تابع تو و خادم تو بودم، و بواسطہ تو رسیدم الآن تو

ہیچ دخل و توسط نداری۔ نعم اگر با پیر و مرشد معاملہ و حالی چنیں ہستند، ممکن باشد کہ بوساطت وعنایت و تربیت حضرت رسالت انوار و اسرار اقتباس و شقاوت و استفاضہ نماید۔ و فیوض و فتوح حاصل کند، و از پیر در مقام قرب بیشتر رود، و تقدم نشیند، اما ایں عجب کہ بہ تبعیت آنرا بحضرت استفاضہ و استفادہ کند، و در مرتبہ برابر گردد، و او را از میاں ساقط گرداند، و خود در مقام قرب بیواسطہ نشیند، ہیچ عاقل و عارف ایں سخن روا دارد، و قبول کند، و ایشاں عجب نکتہ ملایانہ بتکلیف استنباط نمودہ و افادہ کردہ، و گفتہ اند کہ گفتہ نشود کہ ازیں عدم توسط اگرچہ نیک بود، قصورے بجناب خاتمہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لازم می آید، زیراکہ میگوئیم کہ ایں عدم توسط مستلزم کمال آنجناب است۔ نہ مستلزم قصور، بلکہ قصور در توسط است، زیراکہ کمال متبوع آنست کہ تابع او بسبط، قبل و تبعیت او بجمیع درجات برسد، و ایں معنی در عدم توسط کائین است نہ در وجود توسط کہ آنجا شہود بے پردہ است کہ اقصی درجات کمال است و ایں جا در پردہ پس کمال در عدم توسط بود، و قصور در توسط و از شوکت و عظمت مخدوم است کہ خادم در ہیچ مقامے تخلف نہ کند، و تبعیت او شریک دولت ہمگناں گردد، انتہی

ایں تخیل محض و از قضایائے خطابیہ شعریہ است، نہ از براہین عقلیہ قطعیہ تعنیہ و چوں ایشاں می گویند باید کہ از کشف صریح و ذوق صحیح شدہ باشد، واللہ اعلم۔ قولکم ازیں جا است کہ آنسرور فرمودہ است علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ ایں را براں بکتہ چہ متفرع و مترتب ساختہ اند از بیان سابق خود لازم می آید کہ علماء امتی کانا زیراکہ شما ایشاں را اقصی درجات کمال ثابت گردانید، و در تمامت کمالات شریک آں حضرت گردانید، ایں خود بالاتر از انبیاء بنی اسرائیل است، زیراکہ ہیچ یکے از ایشاں شریک آں حضرت در تمام کمالات نیست، و حق آنست کہ مرتبہ علماء امت

بمرتبہ انبیا نمی رسد وشبیہ باعتبار خلافة و نیابت در تبلیغ احکام و شرائع است چنانکہ انبیا بنی اسرائیل تابع توریت بودند و بعد از موسیٰ علیہ السلام تبلیغ احکام آں می کردند نہ در قدر و مرتبہ و نزدیک محدثین ایں حدیث بصحت نرسیدہ و حدیث العلماء ورثة الانبیاء صحیح است، عجب کہ ایں جا تصرف از ظاہر وارتکاب خلاف آں راضی شدہ اند، فرزندی شیخ نورالحق می گفت یکبارے نزد ایشاں قول الولایة افضل من النبوة مذکور شد، فرمودند ہرچند توجیہات و تاویلات راست و درست دارد اما موہم خلاف حق است، نباید گفت، ایں تناقص است، و تناقض در کلام ایشاں بسیار است، بالجملہ در عقائد اہل سنت وجماعت مقرر شدہ است کہ ہیچ ولی بدرجہ نبی نرسیدہ، اما حافظ نسفی[1] در تفسیر مدارک میفرماید کہ تحقیق لغزیدہ است اقدام بعضے اقدام در تفضیل ولی بر نبی و ایں کفریست جلی، و در تعرف کہ کتاب معتبر است در علم ایں قوم و شیخ شہاب الدین سہروردی[2] رحمة اللہ علیہ گفتہ است... ما عرفنا التصوف، مذکور است کہ اجماع کردہ اند کہ انبیا علیہم السلام افضل بشر اند، و نیست یکے از بشر کہ موازی و مساوی ایشاں باشد، نہ صدیق نہ ولی نہ غیر ایشاں، اگرچہ بزرگ باشد۔ قدر وے عظیم بود خطر وے و بلند باشد رتبہ او۔ ابویزید بسطامی رحمة اللہ علیہ گفتہ ہست آخر نہایت صدیقین اول احوال انبیا است و نیست مر نہایت انبیا را غایتے کہ درک کردہ شود و نیز گفتہ است، نیست مثال معرفت خلق و علم ایشاں نزد پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہمچناں کہ چوں نمی بر سر خیک بستہ پدید آید، و می گوید مراد ازیں سخن آں است، واللہ اعلم کہ ہیچ کس از خلق بر سر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نگردد۔ اگر ہمہ خلق گرد آیند و معرفت و علم خویش گرد

[1] ملاحظہ ہو۔ Ency. of Islam III p 847-8

[2] حالات کے لیے ملاحظہ ہو۔ Ency of Islam IV p 506

Marfat.com

آرند، کما قال محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشناسند وآں شناخت کہ ایشان بشناسند
آنرا مثل کردند بدانها خیک چیست فاتا داشتن مقدار وے، وصفات وے، بداں
نم پدید نیاید واگر نم نبودی ندانستندی کہ درآں چیست، انتہی۔ قولکم کہ در حدیث
آمدہ است کہ چوں بندہ در نماز داخل میشود، حجابے کہ درمیان بندہ وخدا است مرتفع
میگردد۔ ولہذا صلوٰۃ معراج مومن آمدہ، وحظ وافراز آں نصیب منتہی واصل گشت
چہ رفع حجاب مخصوص بواصل منتہی است، پس ارتفاع حیلولہ وتوسط ثابت
گشت، انتہی ایں خود صحیح است ولیکن ایں رانمی بیند کہ در تشہد کہ آخر وقت
اداء نماز است، ووقت اکملیۃ وانمیت شہود است، میگوید السلام علیک
ایہا النبی، وبعد از وصول باتم واکمال مستغنی وفارغ نیستند، از توسط عمال و
کمال آنحضرت ونیاز وتسلیم وتوجہ بدرگاہ وے پس توسط ہنوز وتوسل مرتفع نگشتہ
است، وایں حجاب در وقت نماز مرتفع می شود حجابہاست کہ بندہ بداں از مقام
قرب وحضور دل افتد۔ حیلولۃ وتوسط حقیقۃ محمدی است کہ وے باخدا است
دائم وآنکہ نوشتہ اند کہ رویۃ آخروے بے توسط وحیلولۃ امرے خواہد بود بے موقع
است زیراکہ سخن در رویۃ وشہود دنیاویست وایں بے پردہ نمی باشد، لااقل پردہ
صفات درمیان است وبحقیقۃ رویۃ اخروی نیز بے پردہ، صفات نخواہد بود۔
وصفات حق منفک از ذات نیست، ومنتہی بر عرفست دیدن ذات راباصفات
درعرف دیدن ذات می گویند کسیکہ زید رامی بیند باچندیں صفات از طول و
عرض ولون وشکل وجز آں میگویند، زید را دید وہیچ کسی نگفتہ است کہ درآخرت
ذات بحت مجرد از صفات راخواہند دید پس اگر روح محمدی کہ باذات حکم صفات
دارد نیز باشد چہ مانع، واللہ اعلم، قولکم از معرفۃ از خواص معارف عندیۃ ایں
فقراست کہ حق سبحانہ آنرا بہ محض کرم عطا فرمودہ بحقیقۃ آں متحقق ساختہ است

Marfat.com

واین معرفتہ اشارہ است بآنچہ گفتند کہ عدم توسطا موجب کمال است، وتوسطا موجب
نقصان۔ کہ آنجا شہود بے پردہ است واینجا بپردہ۔ واین کمال بالغیر است
وگفتہ اند کہ کمال وشوکت عظمت مخدوم ومتبوع نیز ہمدریں است کہ تابع و
خادم او بجائے رسیدہ است وبہ تبعیت او شریک، دولۃ او شدہ۔ سبحان اللہ
ایں چہ تخیل وتوہم است وسرورا بتہا جست ودر لوازم ایں سخن نمی نگرید....
رسول خدا است از میاں ودعوی مساوات بادے، ترجیح اولیاء برانبیا صلوات
اللہ علیہم اجمعین وسلام، چنانچہ تقریر آں گذشت حاجت بتکرار نیست، اماہمیں
یک سخن باز تکرار کردہ کہ واسطہ کہ می خواہند، کرامی گویند محمد رسول اللہ را
میخواہید کہ محبوب رب العالمین ومقصود دنیا ودین است، وآنحضرت راپردہ
میگویند وحجاب نام می نہند، زہے آں عارف کامل مشاہد کہ حق را در مرأت
محمدی مشاہدہ کند، جانہا فدائے آں پردہ باد سبحان اللہ ایں چہ نقصان است،
کدام کمال بالاتر ازیں باشد کہ جمال محمد وکمال حق ہردو مشہود شود ومنظور گردد، و
محمد راصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق برائے آں آفریدہ است کہ درآئینۂ جمال وکمال
وے ذات او را مشاہدہ کنند ودر خلوۃ خانہ حقیقۃ درآمدہ با ذات وصفات حق
مواصلت نمایند، کہ ہرچہ ہست آنجا است۔ قال بعض العارفین لا تجلی اشعۃ
اللہ بقلب الامن مراۃ سرہ وھو النور المطلق وپردہ ہائے کہ دور باید کرد پردہ ہائے
ظلمانی وروحانی وانفسی وآفاقی است، کہ حجاب مقصود وپردہ شہود شوند وآنکہ ذات
محمد راپردہ گویند واز میان ساقط گردانند، وچرا گویند کہ نباید گفت کہ ایں قضیہ ان
شاء اللہ در روز جزا متشخص گردد، بلکہ در عالم برزخ نزد آنحضرت صلعم مذکور شود۔ اگر من پیش
از شما از عالم رفتم اول شکایتے کہ از شما پیش آنحضرت کنم ایں خواہد بود۔ واللہ اعلم۔
واگر دریں دنیا ہم بوقائع وحالات مطلع گردانند دور نیست وطریقہ وعادت مسکین

آنست چنانچہ مشغولاں ایں سلسلہ توجہ بذات حق نمودہ مراقبہ جمال شریف می نمایند۔ مراقبہ آنحضرت میکند رفتہ رفتہ بذات حق یکے شود بمعنی استغراق و حضور کہ نزد ایں طائفہ معنی اتحاد است، چنانچہ گذشت و مراقبہ حلیہ شریف .... کہ دائمی است و دریں ایام کہ سخناں شما ..... ذکر آنحضرت و توجہ بجناب وے تقریب شدہ است بحالتے مخصوص شدہ کہ زیادہ گرداند۔ خدا تعالیٰ تمام عارفان و واصلاں و مقرباں و محبوباں رامی بینم کہ زبان حال و قال بتوسل و گدا گری و استمداد از آنجا کشادہ جز بندگی و نیاز و شکستگی و غلامی و سگی نمی نمایند، بر روئے ایشاں نمیدانم کہ کدام در معرفت کشادہ اند، و روئے حقیقت نمودہ ایں چنیں سخناں بوجود آمدہ، سر بر زدہ است۔ چوں است ظاہر آں است کہ شما دغا خوردہ اید۔ نمیدانم کہ از دست کہ خوردہ اید واللہ اعلم والعاقبۃ بالخیر بیتیا محذو ما طریق صواب آنست کہ قطع نظر ازیں تفصیلات و تحقیقات و معارف کہ مذکور است نمودہ، بے تردد و تفصیل بگوئید کہ فیوض و فتوح در اول و آخر و ظاہر و باطن قبل الوصول و بعدہ مراداں و مراداں را و محبوباں را و محباں را ہمہ بہ تبعیت و طفیل و توسط بتوسل آنحضرت است، دیگر سخن نیست زیادہ چہ گوید۔ و عجب است در شاں کافراں و مکذباں قرآں وارد شدہ، بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ ھی ولما یاتھم تاویلہ در شان فقیراں صرف کردہ اید و ایشاں ہم اگر ایں آیۃ را بخوانند و اضلہ اللہ علی علم چہ شود۔ دیگر عرضہ میدارد کہ در وجود اتباع نبوی کہ مردم دعوی آں می کنند و برائے خود کمالات انتساب حی کنند، و چنیں شنیدہ می شود کہ ایشاں در مکتوبات آنرا بر پنج مرتبہ نہادہ اند، و گفتہ اند کہ ہمہ مراتب دراں موجود است و ہمچنیں ہم نوشتہ اند کہ در یکے از نیم مراتب علم باسرار مقطعات قرآنی نیز حاصل میگردد ایں مسکین را چہ نسبت کہ چگونہ است اتباع ۱۶ از اقوال و افعال می باشد، کہ ہر چہ فرمودہ از اوامر و نواہی بجا می آرند، و امتثال نمایند۔ و ہر چہ کردہ اند از افعال بجا آرند و بصفات

ایشاں متصف شوند، و بعد ازاں در احوال باطن کہ ہرچہ از انوار و اسرار آنجا یافتہ و وجود یافتہ ایں جا موجود میگردد، وکیست کہ ایں کمالات در وے بتمام وکمال حاصل شدہ باشد، چنانچہ در حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آمدہ است و ایکہ نطق ذٰلک ایں ہمہ طاعت و عبادت کہ چنداں شب در نماز می ایستادند کہ پاہائے مبارک می آماسید ند کجا است زہد و ریاضت کہ بر پلاس می خفتند و از نان جو سیر نمی شدند گو... و آں ہمہ عقل و سخاوت و شجاعت و قوت و رحمۃ و رافت و تواضع و حلم و عفو و وفا و حق و حسن عہد و صلہ رحم کجا است، وغیر ذٰلک فما ہو، مذکور و مروی فی الاحادیث، کمالات آنحضرت را دریں صفات و اخلاق بود، و در اقصیٰ مراتب درجات بود، کراست و مقرر است کہ حصول فیوض و صول بمقام قرب بر قدر اتباع خواہد بود، خود مبالغہ و تاکید دریں باب بسیار کردہ اند، و در عبارت ایشاں اکثر ذکر متابعۃ بذکر فضل الٰہی مقرونست، وگفتہ باتباع آمد، بلکہ بہ محض فضل الٰہی گویا برائے دفع شبہ و استبعاد است، و نوشتہ اند کہ بکشف صحیح و الہام صریح بہ یقین پیوستہ است کہ ہیچ دقیقہ از دقائق ایں راہ و ہیچ معرفتے از معارف ایں قوم بے واسطہ و توسط متابعت او صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میسر نیست، و منتہی را در رنگ مبتدی و متوسط و فیوض برکات ایں راہ بے تبعیت وے طفیل حاصل نشود، انتہیٰ ایں امرے مجموع علیہ در دین احتیاج بکشف و الہام چہ دارد، چہ کمالات دین و صفات سلبانی ہمہ موقوف برایں است وگویا تخصیص بہ دقائق و معارف بیان می کند و مخصوص بشرح و بیان آنست بہ یقین دانست کہ بکمال متابعت موصوفست و زبان او و اعتراض از وے قاصر، چنانچہ در اول مکتوب افادہ نمودہ آید، بعد ازاں زبان چندان بمدح و ثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و احتیاج کلی بتوسط و توسل وے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کشادہ اند، کہ جاں را سیراب و دل را شاداب میگرداند، و رفع تمام

Marfat.com

توہمات وسوءظن می کند اما باوجود ایں رفع وسائط واستتار آں ازمیان دقائق ومعارف کلمات ودیگر ناظر در سوء ادب وگستاخی چیست، اکنوں آمدیم بحکایۃ سکر وصحو مقرر است کہ اصحاب صحو مفضل اند، بر اصحاب سکر۔ زیراکہ محکوم وقت اند وحال حاکم است برایشاں وایشاں را ابن الوقت گویند واز تنگنائے نفس واحوال برنیامدہ وایشاں یا صحاب صحو کہ ازیں مضائق برآمدہ وحاکم وغالب شدہ اند، بر وقت وایشاں را ابو الوقت گویند، چہ نسبت است پس آنچہ از بعضے اقطاب کہ قدوہ ارباب صحو وتمکین اند مباہاتے ومفاخرتے بر مشائخ دیگر واقع شدہ است بامر الٰہی است نہ بغلبہ سکر، چنانکہ حضرت غوث الثقلین امام الفریقین شیخ عبدالقادر گیلانیؒ فرمودہ اند قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ وبزرگی فرمودہ است من تحت خضراء السماء مثلی وامثال آں بامر الٰہی است کہ در باطن اولیاء اللہ پیدا شد، نہ صادر بہ غلبہ سکر وطغ حال وسکر غیرت وبے تمیز بسیب واشارۃ ہذہ منافی آنست و نقل است کہ در بعضے احوال ومقامات حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قدم ایشاں برقدم خود نہادہ اند کہ ایں قدم تو قدم من است، پس گفت شیخ قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ۔ پس آں بجہۃ امتثال الٰہی کہ بتحدیث نعمت واقع شدہ است اگر گویند پس چیست تفاوت واختلاف احوال مشائخ واولیا در ارباب صحو وتمکین از صحابہ وغیرہم رضوان اللہ علیہم کہ بعضے گفتہ اند وبعضے نہ گفتہ اند۔ گوئیم ایشاں تکلم نمی کنند مگر باذن خدائے عزوجل، وامر وے جل وعلا، پس ہر کہ امر کردہ شد، گفت وہر کہ امر کردہ نشد، نگفت۔ چنانکہ آمدہ است کہ از مشائخ وقت پرسیدہ شد کہ آیا شیخ عبدالقادر در ایں کلمہ را بامر گفت گفتند، نعم بامر گفت، وگفتند ایں نشان قطب است۔ از اقطاب در ہر زمان کسے است کہ۔۔۔۔ میشود بسکوت وگنجائش ندارد۔ اور اگر بسکوت وبعضے امر کردہ میشود۔ بقول گنجائش ندارد۔ ایشاں را جز قول وایں المکلیۃ در مقام قطبی است

Marfat.com

زیراکہ ایں نشان شفاعت اوست۔ شیخ صاحب عوارف رحمۃ اللہ علیہ بمقتضائے قیاس عقل او مبلغ علم خود ایں سخن را داستان ایں سخن را بر طفح سکر و غلبہ حال و اخبران نفس حمل کردہ، و شیخ برقصد محمدت اہل قوم وعدم حضور آں چنانکہ شما برائے مصلحت وقت کہ دریں مکتوب بر ترجیح و تفصیل سکر واقع شدہ کردہ اید بران ظاہر عبارت شیخ سابق سان مخالف است۔ فہم شیخ دریں جا ایں چنیں رفتہ چہ تواں گفت و قول وے دریں باب مخالف اقوال کبار مشائخ آنونت شیخ ابو مدین مغربی[۱] و شیخ نجیب الدین سہروردی[۲] کہ پیر شیخ شہاب الدین سہروردی ست، واقع شدہ و دیگر مشائخ عظام کہ عدِ ایشاں موجب اطناب است چنانچہ در بہجۃ الاسرار[۳] کہ کتابے معتبر و ذکر آں در کتب در طبقات ذہبی کہ از مشائخ علماء محدثین و شیخ عمر خردی کہ قدوۂ علماء متاخرین است وغیر آں مذکور است، ومصنف آں بدو واسطہ بحضرت غوث الثقلین میرسد و در کتب دیگر مثل روضۃ المناظر فی مناقب الشیخ عبد القادر کہ تالیف شیخ مجد الدین صاحب قاموس[۴] است و در کتب امام عبد اللہ یافعی وغیرہ مذکور است، و مریداں شما را دریں سخناں شما سہ قسم یافتیم جمعی می گویند ما چہ دانیم۔ ایشاں چہ می تویند، ما را کے مجال فہم سخناں ایشاں است ہر چہ گفتہ اند اعتقادی کنم کہ حق است وجماعتے می گویند کہ اینہا از سکر و بیخودی است۔ و فرقہ می گویند کہ ہر چہ ایشاں می گویند و می کنند ہمہ بامر الٰہی است ساہم بریں معنی باشیم۔ اگر براہیں قاطعہ از کرامات و آیات کہ ازاں بزرگاں منقول و مشہود است مشاہدہ کنم و بے آں تحکم نخستیں ظن مجوز متوقفیم الا ایں حرف کہ در روئے نسبت بسرور کائنات گستاخی و بے ادبی لازم می آید، ایں را بیشک منکر میدانیم ان اللہ لا یامر بالفحشاء والمنکر و بہر تقدیر، چنانکہ عادت ایں فقیر است توقف و تسلیم تجویز درمیان

---

[۱] ملاحظہ ہو سفینۃ الاولیاء [۲] ملاحظہ ہو "تذکرہ حضرت ابو النجیب عبد القاہر السہروردی" از مولانا حسن میاں (مطبوعہ لکھنؤ سنہ ۱۹۱۱ء) [۳] بہجۃ الاسرار شیخ نور الدین ابو الحسن علی بن یوسف (المتوفی ۳۱۴ھ) کی تصنیف ہے۔ [۴] حالات کے لیے ملاحظہ ہو "انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جلد ۲ ص ۱۱۴۰"

ما است کہ صدور آں ناشی از مقام صحو و تمکین باشد، اما شما خود بزبان شریف خود اعتراف کردید، و گفتید کہ ہر کہ مثل ایں سخناں گفتہ، نشاء آں سکر است و سکر را ترجیح بر صحو کردہ اند و گفتہ اند کہ صحو صرف بے مزج سکر عین قصور است۔ صحو خالص نصیب عوام است، ایں سخن اختراعی است۔ بخلاف مقامات متصف شدہ و برہیچ جا کہ بے تمیز نیست و بے اطلاعی از تمام اشیا ممزوج نگردد۔ و در حقیقت سکر و صحو ضداں اند کہ جمع نمی شوند صحو خالص کہ آنرا نصیب عوام گفتند کدام است سخن از مقام عارفاں و کاملاں و اہل خصوص می رود۔ و از کلام ایشاں معلوم میشود کہ از بزرگان آنہا کہ صحو ایشاں کہ ممزوج نیست، صحو صرف دارند و بایں نوع کلمات تکلم داخل عوام اند۔ ایں چہ سخن است و گفتہ اند سکر بسطامی کہ بے تماشی قول لوای ارفع من لواء محمد ازاں بوجود آمد، ازیں عبارت مدح سکر و اعلائے شان آں مفہوم است۔ و دوران مکتوب گفتہ اند کہ سبحانی بسطامی بسبحانی من مساس ندارد کہ آں از دائرہ انفس و آفاق است و ایں از سرچشمہ سکر جوش زدہ و ایں از عین صحو برآمدہ، و ایں جا ترجیح صحو نمودہ مفاخرت و مباہات بداں کردہ اند، و گفتہ اند کہ ظاہر شدن حالست بر دل نتواند کہ پوشیدہ دارد چیزے راکہ پوشیدن آں واجب بود، پیش از ظہور آں حال و ایں محتمل دو قسم است۔ یکے آنکہ چیزے منکر و قبیح است و پوشیدن از جہت بودیا صحیح است لیکن در ستر و کتمان آں مصلحت دینی بود، لازم نیست کہ آنچہ در کلام اہل اللہ واقع شود البتہ ازاں قبیل باشد، نہ از قسم اول از جہۃ عدم عصمۃ وجود ترک واجب کہ کتمان سر و رعایت مصلحت است بر ہر تقدیر لازم آمدہ است و صاحب سکر معذور است، اگر بے اختیاری محض گردد، اختیار و تکلف را بدخل نبود۔ و بعد ازاں سکرہا کہ در کلام اکابر واقع شدہ است، عد کردہ تحسین نمودہ اند، و مسلم داشتہ اند و وے دیر ترمی گفتند۔ ... بیچارہ ہاپے باصل نبردہ گرفتار ظل ماندہ اند و از زباں حضرت خواجہ شنیدہ ست

کہ میفرمودند کہ شیخ عبداللہ انصاری[1] فرمودہ اند کہ بر ما مزید دروغہا بستہ اند، یکے از انجملہ آنکہ گفت ضمیر بر پہلوئے عرش زدہ ام و لوائی ادفع من لواء محمد ہم ازاں جملہ خواہد بود بلکہ شنیع واقبح است۔ از اول و قول سبحانی را تاویل مشہور است۔ کہ در عوارف مذکور است کہ آنرا حکایت عن اللہ گفتہ است و اقوال کہ از شیخ جنید بغدادی آوردہ کہ ھو العارف والمعروف ولون الماء لون انایہ والمحدث اذا قورن بالقدیم لم یبق لہ اثر بر تقدیر صحۃ صدور آں از ایشاں در باب فنا فی التوحید است و ایں مذہب و حال مقام ایں قوم است ایں جا سکر چیست، شیخ ابن عربی کہ بیان وحدۃ وجود و اثبات آں می کند۔ بر نہجی کہ معتقد او است از سکر نیست، مذہب و معتقد ایشاں ہمیں است، و مذہب شیخ جنید اگر خود ہمیں است خیر والا اشارہ است باصالۃ و حقیقۃ وجود حق سبحانہ و فرعیۃ و عاریۃ وجود خلق و فنا و اضمحلال این در نظر شہود و در مقابلہ وجود حقیقی و غلبہ و سطوۃ ایں بر آں ولون الماء لون انایہ تمثیل و تصویر است برائے ظہور صفات و افعال وے تعالیٰ در مکونات بحسب استعداد و قابلیت ایشاں نہ ظہور ذات وے تعالیٰ و تقدس در مرایا ظاہر چنانکہ اہل وحدت میگویند و فرمودہ اند کہ اگر صحو خالص بود کہ افشائے اسرار آنجا کفر بود و خود را از دیگرے بہتر دانستن شرک بود انتہی سابق مذکور شد کہ ایں کلیہ نیست، کہ بصحو باشد و با مر باشد کفر نیست اگر صحیح است و در اظہار آں فوت مصلحتے نیست، و اگر وقوع آں از اہل صحو ممنوع ست، و خود را از دیگرے بہتر دانستن شرک چرا باشد، ظاہراً سہو قلم است و صحیح کراست، و نوشتہ اند کہ ایں فقیر کہ ایں دفاتر در بیان علوم و اسرار ایں طائفہ علیہ نوشتہ است، بے مزج سکر حاشا و کلا کہ آں حرام است و منکر است، دگر افست و سخن بافست، انتہی سبحان اللہ تا اکنوں گماں ایں بود و از کلام ہذے شما نیز کنایہ

---

[1] ملاحظہ ہو نفحات الانس۔

سکر کردہ آید، یا برائے تصحیح و تصدیق آنچہ واقع شدہ ست، باین سکر برائے اثبات سکر و مسافۃ معلوم میشد کہ ایشاں صاحب صحو و تمکین اند۔ واز سکر و تلوین منزہ و مبرا اندا درینوقت چناں معلوم شد کہ صاحب سکر بودہ اند و مقرر است کہ مرتبۂ اہل سکر عاقل و نازل است، پس تحقیقات و تدقیقات کہ کردہ اند برائے سکر کردہ اند، واگر آنچہ واقع شدہ است باین سکر صحیح و موسس برقواعد طریقت و موافق نزد اہل حقیقت است، چنانچہ از بیان کردن حقائق و معارف برائے اثبات او ظاہر میشود، چہ غم دارید، و چہ احتیاج ..... وانکسار است والا اول بیبائست گفت کہ مقدوم داریم چیزے از مستی و بیخودی واقع شدہ است و بعد از عبار نیستی آں را از صرف اعتبار و صفحہ روزگار میسر شد محو نمودہ توبہ کردہ و کلام السکاری یطوی ولا یروی وعجب است ازیں طور کسے کہ جمیع فضائل و کمالات محمدی افضل الصلوٰۃ واکملہا حاصل گردد، باقصی الغایات و مراتب متابعت کمال رسیدہ در قرب و وصول بجائے رسیدہ کہ ہمہ واپس انداختہ و حقیقت رابے پردہ دیدہ، و دریافتہ کہ گرفتار باشد بسکر دیگراں خود چکار کنند، کہ باصل نرسیدہ و گرفتار ظل ماندہ اند و محجوب انداز ایشاں اگر بجہۃ فعال حجاب سکری و بے تمیزی واقعہ شود، عجب نباشد و نوشتہ اند کہ سخن با فال کہ بصحو خالص متصف اند بسیاری اندریں قسم سخن نبافند، و دلہائے مردم از جانبرند اگر مراد دلہا خواص است مثل ایں سخن آں را از کجا از جائے می برند، و محظوظ میسازند بلکہ تنفر و متبری می سازند۔ واگر دلہائے عوام است وانا س و فریقین آنہا چہ مقصود است، وچہ اعتبار دارد۔ و در اصل سخن اعتبار ندارد۔ و مدار براں نیست بساکس کہ سخناں کاملاں می گویند۔ و کامل نباشند و بساکس کہ حرف سازند و دلربا اند اندروں بد اند و کامل نباشند، الحمد للہ از آنجا کہ ایشاں اند ہم کمالست و ہم سخناں شما خوب بسیار اند و دلربا اند اما ایں سخناں شنیع کہ نسبت باں حضرت بے ادبی و گستاخی کردہ اید آنہا را می پوشد

Marfat.com

وبدنام می سازد و بعضے از مسکیناں ایں راہ و خاکساراں ایں درگاہ و گدایان ایں کوئے باشند باوجود نقصان کتب و دفاتر درمیاں قواعد طریقت و احکام معاملہ ازاں زیادہ نوشتہ باشند، و در یک حرف رقم خوردہ طعن و انکار شریعت شدہ باشند، و از شاہراہ دین بیروں نیفتادہ وہاب کریم سخناں ایشاں را در بواطن اہل ایمان و قلوب صادقان کوارای دادہ و قبول بخشیدہ است، و بحکم وصیت مشایخ کہ در شان ایشاں رفتہ است ولا یتکلم بالحقائق والدقائق بین یدی الحق علم المعاملات و ما یتمون بہ من العیوب برہمیں قدر اقتصار نمودہ آید و از قبول عند اللہ و بیاض الوجہ عند رسول اللہ لبستہ آید، ان شاء اللہ باش کہ تا صحبت قیامت بداں تنوکار آید با ایں پا در راہ ما شکستہ دلی می خرند و پس بازار خود فروشاں آں راہ دیگر ست سخن سید الطائفہ تا ہست العبارت ودقت الاشارت و ما ینفعہا الا رکعتات فی اللیل غم ایماں باید خورد، و از سابقہ اندیشید کہ چہ رفتہ است و نوشتہ اند کہ ایں سخن کہ مبنی بر اسرار باشد و از مظاہر مصروف بود، در ہر وقتے از مشایخ طریق بطور آمدہ است و عادۂ مستمرہ ایں بزرگواراں گشتہ۔ و ایں امرے نیست کہ آں را ایں فقیر پیدا کردہ و لیس، ھذا اول قارورۃ کسرت فی الاسلام انتہی، ظہور سخن مشتمل بر افشائے اسرار توحید و شطحیات طامات کہ از ظاہر مصروف باشند و افہام عوام بداں نمیرسد و آنرا موہومات مبہمات میگویند بسیار است، اما ایں قسم سخن کہ بحضرت اولیاء خصوصاً بحضرت سید المرسلین در افتند و دعوی مداراۃ و مواساۃ و ہمسرگی کنند از کسے در نظر نمی آید۔ و عاقلے گفتہ۔ ع

باخدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار

و ظاہر ایں کلام بے ادبی و گستاخی است، حرف ایں از ظاہر نمیدانم کہ بحسب نشو و بنائے خود ایں را ثابت و متحقق بکشف و دلائل ساختہ اند، و در آخر سکر را بہانہ ساختہ

Marfat.com

اند، آنہا کہ منتہی گردید وبے قید بہا نمودند، چہ چیز بابر سر ایشاں گذشتہ وہنوز زبانہا بطعن وتشنیع ایشاں دراز است۔ وقول شریف ولیس ھذا اول قارورۃ کسرت فی الاسلام عجب واقع شدہ است دراعتراف بشناعت آں کافی است و شیشہ شکستہ چوں باز بہم نمی آید وکذلک لا یلتام ماجرح اللسان وآیۃ کریمہ مایلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید وحدیث شریف کف ھذا یعنی اللسان دریں باب کافیست، واللہ اعلم۔

ایں کلمات بقصد استفسار واستکشاف حال ودفع تالم عارض بال تسکین فرقہ صدر نوشتہ شد، قصد آں داشت کہ چیزے بنویسد، وبالزام نفس راضی باشد اصل غرض نصیحت وخیر خواہی وکشف حال است الدین النصیحۃ وایں راز چند مجلس املا نمودہ وہر بار استخارہ بجناب سعادۃ از شر نفس وتبری از حول وقوۃ بمبالغہ اکید وتمام نمودہ ومی نوشت امید کہ معذور باشد وماجور گردد۔ ظن فقیر بشیخ جمیل است ایں مقدار کہ مرا بشما نسبت محبت واتحاد ست کم کسے را خواہد بود صاحب کشف المحجوب درباب حسین بن منصور حلاج[1] گفتہ است، الحمداللہ عزیز است وے بردل من اما طریقش بہیچ وجہ مقبول نیست، وما قال نزد ایں فقیر شما ہم عزیز ید وہم طریقہ شما، اما سخناں کہ نسبت بحضرت کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میگوئید آنہا را تاب ندارد، وآنچہ نسبت بمشائخ گفتند کرہا وجبرًا برداشتہ شدہ است اما برداشت ایں کلمات از طاقت حال ایں فقیر بیرونست، وہمیشہ دعا فقیر در خلوت وجلوت بعد از صلوٰۃ درسائر اوقات ایں بودہ است اللھم ارنا الحق حقًا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ اللھم اجب وبعد از آنکہ آوازہ شما درمیان است ایں سرمی گویم خداوندا ایں مرد از کمالات خود ایں چنیں خبرمی دہد اگر صادق است مارا دلیل بر صدق وحقیقہ او الہام فرما ودر

[1] حالات کے لیے ملاحظہ ہو تذکرۃ الاولیاء، کشف المحجوب اور نفحات الانس۔

Marfat.com

تصرف نگهدارکه رفع شبهة والتباس کند واگرنه چنیں است اورا برسر انصاف آرد و
ازیں روش بازدارد یکباری شنیده باشد که نسبت بفقرایں می خواند که إن یك کاذبًا
فعلیه کذبه وان یك صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم التماس آنست که
اگرایں طریق را مردم دست آویزد دگرساخته اند ترک دهید، واعلام نمائید دوستاں
همه درربقه اطاعت وانقیاد بلکه دشمناں نیز برراه محبت، واعتقاد نه چوں ملازماں
حال خودرا دراہل سکرواصل کرده اند، ایں سخن مشهور بایزید بسطامی است که در
وقت رفتن ازیں عالم فرموده اند الهم ان کنت قلت یومًا سبحانی، اعظم
شانی فالیوم انا مجوسی اقطع زناری وقیل اشهد ان لا اله الا الله و
اشهد ان محمدًا عبده ورسوله الحمد لله که ختم کلام برشهادتین اتفاق افتاد
الحمد لله عاقبت بخیرباد، وصلی الله علی سید المصطفیٰ الامین خلاصة الوجود ومرکز
ظهورو ینبوع الحق ولسان محمد وآله واصحابه اجمعین هداة طریق الحق ومنهجی علوم
الدین -

Marfat.com

فیضی کے خطوط

شیخ عبدالحق محدّث دہلویؒ کے نام

فیضی کے مندرجہ ذیل خطوط لطیفۂ فیاضی[1] سے نقل کیے گئے ہیں :-

لطیفۂ فیاضی، فیضی کے رقعات اور عرضداشتوں کا ایک نادر مجموعہ ہے جو اس کے بھانجے نورالدین محمد عبداللہ نے مرتب کیا ہے۔ ابوالفضل اور فیضی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے :

"ایں کمترین نسبت خواہرزادگی و تلمذی بل فرزندی بحضرات مذکورہ داشت" مجموعہ پانچ لطائف اور تین منظوقات پر مشتمل ہے (۱) لطیفۂ اول، عرائض والا درگاہ (۲) لطیفۂ دوم، مفاوضات فیاضی شرفاء و علماء و غرباء (۳) لطیفۂ سوم بحکمائے معاصر (۴) لطیفہ چہارم، بہ سلاطین و امرائے عظام (۵) لطیفۂ پنجم بہ نیاک و اخوان و اقارب = منظوقہ اول، مناجات فائز البرکات علامیؒ و فہامیؒ منظوقہ دوم، رقعات لطائف نکات خیر الانامی، منظوقہ سوم، مکاتیب متفرقہ کہ اعزہ و اقارب شیخ فیضی نوشتہ اند۔

لطیفۂ فیضی کے دو قلمی نسخے پیش نظر ہیں (۱) لٹن لائبریری مسلم یونیورسٹی (ف ادب ۵۹) کتابت ۱۷، ربیع الثانی سنہ ۱۱۷۰ھ (۲) ذخیرہ سر شاہ سلیمان (۶۲) کتابت سنہ ۱۲۲۰ھ۔ اول الذکر نسخہ صاف لکھا ہوا ہے۔ دوسرا خط شکست میں ہے اختلافات فٹ نوٹس میں درج ہیں۔

---

[1] "لطیفۂ فیاضی" اس کتاب کا تاریخی نام ہے جس سے سنہ ترتیب برآمد ہوتا ہے۔ یعنی سنہ ۱۰۳۵ھ

Marfat.com

ادبی خصوصیات سے قطع نظر، یہ خطوط تاریخی اعتبار سے بھی بے حد اہم ہیں۔ مکتوب نمبر ۱۳ میں گجرات اور گجراتیوں کے متعلق فیضی نے جو کچھ لکھا ہے وہ غور سے مطالعہ کے قابل ہے۔ سواحل ہند پر پرتگالیوں کے اقتدار پر اپنی ناراضگی کا اظہار اس طرح کرتا ہے

بدریا کنم غرق اہل فرنگ

برم از دل اہل اسلام زنگ

اس ناراضگی کا سبب بھی اس کی زبان سے سنیئے ؎

در بستہ کعبہ را وا کنم

اس زمانہ میں ان پرتگالی جہازرانوں کی وجہ سے حج کو جانا بہت خطرناک ہوگیا تھا۔

ان مکتوبات کے مطالعہ کے بعد شیخ عبدالحق محدث کی بے حد عظمت دل میں قائم ہو جاتی ہے۔ محض اس وجہ سے نہیں کہ فیضی جیسا شخص اُن کی عزت کرتا تھا۔ بلکہ اس وجہ سے بھی کہ انہوں نے عسرت و تنگی کی جو زندگی اختیار کی تھی وہ ایسی حالت میں کی تھی جب دولت و حشمت ہاتھ باندھے ہوئے ان کے سامنے کھڑی تھی۔ جو شخص فیضی اور ابوالفضل کا مخدوم و محترم ہو اس کے لیے دربار اکبری میں کونسا مرتبہ ایسا تھا جو نہ مل سکتا تھا اور کونسی عزت ایسی تھی جو اُسے حاصل نہ ہو سکتی تھی۔ لیکن اس نے ان تمام چیزوں کو ٹھکرایا اور اپنی زندگی کو ایک ایسے مقصد کے لیے وقف کر دیا جس میں بڑی صعوبتیں اور دشواریاں تھیں۔

فیضی کس محبت کے ساتھ ایک خط میں لکھتا ہے:

"روزے کہ از دیدہ در آمدہ بدل نمی گذرند چہ گوید کہ در دل وجاں چہ می گذرد"

ایک خط کو اس طرح شروع کرتا ہے تو واقعی دل کے ٹکڑے اس کے اندر رکھ دیتا ہے ؎

Marfat.com

در نامہ تو چو دست بر خامہ نہم
خواہم کہ دل اندر شکن نامہ نہم

(۱)

الی الشیخ الاعز الاحق مولانا الشیخ عبدالحق[۱]

اے فقر کجائی کہ فریدوں کنمت
گر خاک نشینی مہ گردوں کنمت
ہر نقد کہ اندر گرہ ہمت تست
در خاک فرو ریز کہ قاروں کنمت

آرزو مندے از گوشہ گزیں استدعا کرد چشم داشت کہ آنست کہ مرا در خلوت بیاد آوری۔ گوشہ گزیں در جواب گفت: والئے آں خلوت کہ تو بیاد من باشی۔ وازیں ہم بالاتر آنست کہ بزرگے دیگر فرمودہ ؎

خلوتے کش تو درمیاں باشی　　کرم پیلہ کند چناں خلوت

حرف اول حسب حال ایں خستہ حال است۔ چہ نویسم کہ براں قدوہ ارباب صفوت وصفا ظاہر نباشد، باوجود آں چوں از ادب رسمے گزیر نیست بمقتضائے آں نیز عمل میکند۔ توقع آنست کہ چوں زاویہ وحدت وحجرہ خلوت را مجلس محباں جانی گزیدہ اند آنرا ہنگامہ کثرت اغیار نہ پسندند کہ محبت غیور است۔ امید کہ لذت زاویہ گوارا گردد و دل آرمیدہ ہم آغوشی نماید۔ ع

گر ما نرسیدیم تو بارے برسی

---

[۱] یہ خط ۱۰۰۲ھ (مطابق ۱۵۹۳ء) میں لکھا گیا ہے۔ اسی خط میں تفسیر سواطع الالہام کے مکمل ہونے کا ذکر ہے۔ جو ۱۰۰۲ھ میں اختتام پذیر ہوئی تھی۔

Marfat.com

از شرط[۱] ارتباط معنوی و انجذاب و اشتیاق باطنی چہ نویسد۔ اگر در ضمیر فیض پذیر ایشاں کہ مجلی قلوب احباب است، پرتو انداختہ باشد راست والا در دعویٔ شوق باقرار خود کاذب کم وقتے باشد کہ چوں نشاءِ آزادگی در خلال احوال کہ طبع بان مجبول است ہم رسد و خدام در پیشگاہِ خیر خلوت نمایند[۲] و صدر نشین باطن نگردند۔ قطع نظر ازیں نسبتہائے معنوی امتداد (و) اختلاط صوری را تاثیرات عظیمہ باشد ؎

اے ترک غمزہ زن کہ مقابل نشستۂ — در دیدہ ام خلیدہ و در دل نشستۂ

اے برق زہر خند[۳] بکشتی نشستگاں — معذور دارمت کہ بساحل نشستۂ

غرض آنست کہ از یاد ایشاں فراموشی نیست کہ بیاد آرم۔ آخر کہ تو از یاد روی ساز احوال صوری و معنوی باآں دوست صوری و معنوی می نویسد۔ مجمل آنکہ از خدائے خود ہزاراں شکر دارم۔ ؎

نصیب خود چگویم چوں گرفتم — زخواہشہائے خود افزوں گرفتم

نہ تنہا در دل من ریختی دُر — کہ دستم نیز کردی از گہر پُر

چو می بینم بخود کوتاہی ظرف — بقدر ہمت خود میزنم حرف

نمی بینی دریں دشتِ جگر تاب — شود صد مورا زیک قطرہ سیراب

زمن تا ذرہ باشد آں قدر فرق — کہ می ترسم زیک شبنم شوم غرق

ازاں منبع کہ دریائے فتوح است — سرابم قطرہ طوفاں نوح است

من آں مستم کہ بجز وشم بیک جام — نہ زاں دریاکشانِ آتش آشام

گذشتند آں ہمہ مردانِ آزرم — کہ طوفاں خنک کردند از دم گرم

کشیدہ صد ہزاراں چشمہ و جوئے — ولیکن ہمچناں لب العطش گوئے

---

۱ نسخۂ ثانی میں "شرح" ۲ ن، "در پیش گاہ ضمیر جلوہ نمایند"
۳ ن "از" ۴ ن "خندہ"

دریں درگہ نہان و آشکارا   برایناں باد ہر خواہش گوارا
زفیض ابر احسانش چگویم   کہ گنجانید دریا در سبویم
چو شد فیض ازل در چارہ سازی   تن خود را نمے گردم نمازی
نیم آخر ازاں آلودہ صوفاں   جگر بے آب و لب بر موج طوفاں
معاذ اللہ ازاں[1] مشتے تہی دست   بگفتار بلند و ہمت پست
رفیق کاروان و کعبہ جویاں   بتانِ حرص را لبیک گویاں

افاضت پناہا! احیاناً شعرے ہم گفتہ می شود اما مدار توجہ خاطر برآنست کہ ایں مسودہ تفسیر[2] کہ کردہ شدہ[3] اکثرے باں اشتغال دارد۔ در عاشر ربیع الثانی ایں سال تمام شد۔ خدام ملا حیدر معمائی[4] کہ در معما کارنامہائے دارند و مسلم عراق و خراسانند، تمام سورہ اخلاص را تاریخ اتمام یافتند۔ و ہمانا کہ از الہامات تواند بود[5]۔ بندہ خود خاتمہ نوشتہ کہ نود و نو فقرہ است، و ہر فقرہ تاریخ اتمام شدہ۔ وقتے کہ تفسیر می نوشت حیران بود کہ از کجا می آید و چوں می آید۔ بزودی بخدمت میفرستد، کہ انوار نظر دوستاں را تاثیرے دیگر است، اُمید کہ

[1] ن "ازیں"۔ [2] تفسیر بے نقط یا سواطع الالہام۔ اس تفسیر میں فیضی نے کوئی ایسا حرف استعمال نہیں کیا جس پر نقطے ہوں۔ یاد رہے کہ عربی کے پندرہ حروف ایسے ہیں جن پر نقطے ہیں۔ یہ تفسیر فیضی کی قدرت زبان اور ندرت فکر کا شاہکار ہے۔ بعض جگہ مطلب معموں میں بیان کیا گیا ہے جس نے کتاب کی افادیت کو کم کر دیا ہے اور ذہن پر بے جا زور پڑتا ہے۔ مثلاً اپنے باپ مبارک کا نام لکھنا چاہتا ہے تو کہتا ہے:-

اساس العلم ("علم" کی اساس، یعنی م)   اصل الروع (روع بمعنی "قلب" یعنی قلب کی جڑ۔ ب)
مطلع الالہام ("الہام" کا مطلع یعنی ا)   راس الرؤس ("رؤس" کا سر یعنی ر)
امام انکرام ("کرام" کا امام یعنی ک)

سے ان کا نام برآمد ہوتا ہے۔ تفسیر سواطع الالہام مطبع نول کشور سے شائع ہو چکی ہے قلمی نسخے ہندوستان اور ممالک غیر کے کتب خانوں میں ملتے ہیں۔ [3] ن "یا مراز نظر ثانی مزین کردہ"

[4] ملا حیدر کاشان سے ہندوستان آئے تھے۔ شعر و سخن کا اچھا مذاق پایا تھا۔ تاریخ گوئی میں کمال حاصل تھا۔ تفسیر سواطع الالہام پر یہ تاریخ کہنے پر دس ہزار روپیہ انعام پایا تھا۔ ملاحظہ ہو آئین اکبری سر سید ایڈیشن ص ۱۰۹

[5] سورہ اخلاص سے ۱۰۰۲ھ برآمد ہوتا ہے (مطابق ۱۵۹۳ء) [6] ن "موافق است بہ تنا کہ" (بندہ خود)

خط نجات اخروی گردد[1]۔

(۲)

ایضاً الیہ

تو اے کبوتر بام حرم چہ میدانی
طپیدن دل مرغان رشتہ بر پا را

اشتیاق ملاقات گرامی و توجہ جمعیت باطن آں روحانی مواطن نہایتے ندارد[2]۔ و دل بعش ایشاں شاہد حال بس کہ محبت روز افزوں است و ہموارہ چشم در راہ نامہ و پیغام می باشد۔ آں خود چوں گوید کہ در راہ مقدم شریف دار دکہ خود را تابع رضائے ایشاں داشتہ، از خودخواہی خود را گذرانیدہ است، علی الخصوص نسبت بایشاں، و ایں بار بر خود پسندیدہ، ۶ دل اگر بار کشد بار بکامے یا رے۔

خوش باش کہ ما خوئے بہجراں کردیم
بر خود دشوار بر تو آساں کردیم

چہ نویسد کہ بر دل چہ میرود و در دل چہ می آید۔ محبت پناہا! تفسیر بے نقط کہ می نوشت شش ماہ معطل ماند۔ چوں خالی از غرابتے نبود، دریں ایام بجد شدہ[3] تمام کرد۔ در عاشر ربیع الثانی[4] تمام شد۔ و بعد از تمامی آں خاتمہ[5] نوشتہ آمد کہ نود و نہ فقرہ است و ہر فقرہ تاریخ اتمام[6] اوست۔ در یںولا از امر نظر ثانی می کند۔ اما بصد حسرت کسے کہ دریں امر دخلے کند، یک جہت یکبارگی دو جہات مے یابد۔ و آں امر باد ہیچ نماندہ کہ جزوے ازاں خدام دیدہ اند یا نہ۔ ہر چند مکرر نوشتہ شدہ اما چوں بہ بیاض نبردہ اند

---

[1] ن "امید کہ خطبہ نجات اخروی گردد" [2] ن "یقین دانید" [3] ن "بجد شاہ"
[4] ن "ربیع الآخر" [5] ن "خاتمہ آں" [6] ن "سال"

Marfat.com

بخدمت نفرستاد، دریں باب ہرچہ فرمایند مختار اند، نواب میرزا[۱] ایشاں را بسیار یاد می کنند واظہار تعجب می نمایند، والحق تعجب ایشاں بجائے خود است، وآنکہ فقیر دریں باب ہیچ نمی گوید، حال[۲] تعجب است، ایں ہمہ کہ نوشتہ شد حسب حالست نہ حسن طلب باللہ واللہ۔ اگرچہ بیگانگاں ابرام در طلب [۳]خیال کنند اما آشنا میداند کہ مقصود چیست وسخن درکجاست[۴] ؎

باز گشتم از سخن زیرا کہ نیست　　درسخن معنی و در معنی سخن[۵]

بدوام حضور و سرور باشند[۶]

(۳)

ایضاً الیہ

خدام کمالات آگاہی محفوف و محفوظ باشند۔ محبت وشوق چوں معرفت ارباب استعداد روز افزوں است، آنجا کہ صفوف وصفا است چہ احتیاج نوشتن، اما چوں در عوایق بشریت کہ جمیع افراد انسانی محاطہ آں دائرہ اند ملاحظہ میکند۔ دریں امور خود رائے اختیار یافتہ می خواہد کہ ہر کہ بآں طرف گام نہد حامل نامہ وپیغام باشد، وایمائے از لواعج شوق کردہ شود، مدتے است کہ از آنجانب نسیمے نوزیدہ، موانع بخیر باد[۷]، در پناہ حق باشند، عافیت باد۔

(۴)

ایضاً الیہ

امید کہ محفوف دوام عافیت باشند۔ محبت وشوق نہاں باطن را در

---

۱ غالباً نواب مرتضیٰ خاں شیخ فرید کی طرف اشارہ ہے۔ شیخ فرید کا ذکر شیخ محدث کے معاصرین کے سلسلہ میں ہو چکا ہے۔　۲ ن "چہ جائے تعجب است"　۳ ن "خیالے"

۴ نسخہ ثانی میں " وسخن درکجاست" نہیں ہے۔　۵ ن "درسخن معنی ومعنی درسخن"

۶ ن "والسلام والاکرام"　۷ ن "والسلام"۔

کشاکش دارد، کہ رقم پذیر تواند شد از آنجملہ بمقتضائے الغریق یتعلق بکل حشیش همیشہ میخواہد کہ بخامۂ نامہ جاں را آویختہ دارد، و چہ نویسد بغیر از حرف شوق و محبت۔ سخن ہمانست کہ بندہ را تابع ارادت سعادت انتظام خود دانستہ ایں معنی را از حسن طلب بشمارند۔ محبت پناہا! دریں ماہ رمضاں آوازہ مقدم گرامی بسیار بود، چنانچہ خدام سلالۃ الاصفیاء شیخ[1] موسیٰ بفقیر فرمودند و بجد[2] بودند[3]، یارب چہ صورت دارد فی الواقع وقوعے پیدا خواہد کرد یا محض حرف و صوتے است باعلام حقیقت حال۔ راحت رساں۔ الیاس احدی الراحتین گردند۔ بزوائد اقدام نمیرود بجز یاد[4]

(۵)

ایضاً الیہ

آناکہ بباغ سرو و گل پروردند — رو در قلم و محبرۂ دام[5] آوردند

شاخ سمن از دم صبا چاک زدند — در غنچۂ گل سنبل تر حل کردند

در راہ نظر نظر بگام است مرا — در گرم روانِ عشق نام است مرا

پا از مژہ کردہ ام دریں رہ از شوق — ہر چشم زدن ہزار گام است مرا

خدام کمالات آگاہی سلمہ اللہ را نیازمند است، دریں وقت کہ قاصدے بآنحدود متوجہ بود باظہار دعا و سلام یاد خود داد، شوق در طغیانست و سخن ہماں، حاشا[6] کہ خواہش خود را درمیاں انداختہ بخود خواہی خود را بدنام سازد، امید کہ از احوال گرامی نویسند، محبت پناہا! آوازۂ آمدن ایشاں در افواہ دوستاں بسیار افتادہ، نمی داند کہ از کجا برخاستہ، یارب وقوع دارد یا محض در جوف است۔ توقع کہ آنچہ دراں

---

[1] تفصیلی حال شیخ عبد الحق رح کے مرشدین کے سلسلہ میں حصہ اول میں درج ہو چکا ہے۔

[2] ن "بجد فرمودند" [3] ن "مجرد" [4] نسخۂ ثانی میں اس کے بعد وہ اشعار درج ہیں جو مکتوب (۵) کے شروع میں لکھے ہیں [5] ن "ام"

[6] نسخۂ ثانی میں نہیں ہے

Marfat.com

خیریت ہمگنانست بظہور انجامد، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۶)

ایضاً الیہ

اشتیاق ملاقات گرامی آن مانوس روحانی و مالوف ربانی طال بقاہٗ ازقبیل رسمیات نیست کہ رقم پذیرد، چوں اول حال از مرضی خاطر فیض ماثر آگاہ نبود محتمل کہ حرف حرف خواہش درمیان آمدہ باشد، اما بعد ازانکہ دریافت کہ ایں راہ کہ بستہ اند، فقیر خواہش ایشاں را برخواہش خود ترجیح داد، ایں نشاء گوارا باد[1]، التماس آنست کہ بر خلوت کدۂ تنگ بیگانگی[2] نہ پسندند، پیش ازیں بدو سہ روز نقادۃ الاصفیا میاں شیخ موسیٰ بویرانۂ فقیر تشریف آوردہ بودند، ظاہر ساختند کہ دور نیست کہ ایشاں دریں ایام بیایند، ہرچند سبب پرسیدہ شد مبہم و مجمل گذاشتند، بحق معبود مطلق کہ ایماے از فقیر نشدہ، و نخواہد شد[3]، اگر بیایند نورٌ علیٰ نور۔ بخدا قسم کہ خود را ازیں خواہش گذرانیدہ ام، و بیاد خود اظہار و ایما نکردہ ام و نخواہم کرد، ازیں ممر تصدیع نکشند، اما اگر بال و پرمی داشتم ہر روز بر بام حجرہ می نشستم[4] و دانہ چیں نکات محبت می شدم و مرغولہ ریز صفیر شوق می گشتم، دیگر چہ نویسم طبلہاے دردانہ آنجانب[5] می رسد، ازبراے خدا بریں قافلہ اسرار خود راہ نہ بندند واگر ازاں طرف بندند ازیں طرف بستہ نخواہد شد، والسلام۔ دریں دو روز بتقریبے روداده بود ؎

فیضی دم پیر یست قدم دیدہ بنہ   گام[6] مژہ می نہی و پسندیدہ بنہ

---

[1] ن "است"   [2] ن "بیگ ہنگامی نہ پسندند"   [3] ن "وقت گو اچہ حاجت طومار"

[4] ن "می گشتم"   (۵) ن "از آنجانب"   [6] ن "سالار"

[7] ن "ہر گام کہ می نہی پسندیدہ بنہ" آئین اکبری میں ابوالفضل نے اس مصرعہ کو اس طرح لکھا ہے ؎ پا از مژہ می نہی پسندیدہ بنہ۔ (ص ۱۹۴)

Marfat.com

از عینک شیشه هیچ نگشاید هیچ — لختے تراش از دل و بر دیده بنه[۱]

اسکندر مسند فقر میاں بہلول[۲] را نیازمندی میرساند[۳]۔

(۷)

ایضاً الیه

مفاوضه گرامی بعد از انتظار، جلا بخش دیدهٔ نگراں[۴] شد۔ اُمید که این جداول محبت و مناہل صفوت را ہمواره جاری دارند، اگرچه خواہش خود را تابع خواہش ایشاں کرده بمفارقت[۵] صوری ساخته ایم، و بخود[۶] اطمینان بہم رسیده، اما آنکه قطع مراسله و مکاتبه توانیم کرد و دریں معنی تبعیت ایشاں توانیم نمود۔ ریاضتے صعب می طلبد، آنکه بعد از دیرگاه[۷] یاد می آرند، ظاہرا مقصود تعلیم این ریاضت است۔

مکن مکن که نکو محضراں چنیں نکنند

اُمید داریم که ہمواره ظاہر بوطن مالوف با فرزنداں و دلبنداں آرامیده باشند، و در باطن آں وطن گاه را صحرائے[۸] غیب دریافته از خود انقطاع نمایند، چه جائے فرزند دلبند، چوں مقصد بلند افتد اینها ہمه سنگ[۹] راه اند، دیگر چه نویسم، چه نویسم[۱۰]، کتاب نل دمن[۱۱] تمام شده بود، بخدمت فرستاده، اکنوں در گفتن[۱۲] مرکز ادوار است ه

۱ ن "لختے اگر بتراش از دل و بر دیده بنه" ۲ بدایونی نے ان کے متعلق لکھا ہے: "علم حدیث را خوب ورزیده در صحبت اہل فقر و فنا رسیده، بایت مدیدست که لذت آں وادی یافته و توفیق استقامت و استدامت براں رفیق او گشته با اہل دنیا کارے ندارد و بافاده و افاضه طلاب مشغول است" منتخب التواریخ۔ ج ۳ ص ۱۱۳

۳ ن "بیرسد" ۴ کہ دوسرے نسخے میں نہیں ہے۔ ۵ ن "بمعرفت صوری" ۶ ن "بخے"

۷ ن "بعد از دیر به یاد می آرند" ۸ ن "ہمراہی" ۹ ن "ہم چوں دیگراں"

۱۰ ایک بار اور "چه نویسم" ۱۱ نل دمن کے نام سے فیضی نے جس مثنوی کا ترجمہ کیا ہے اس کا اصل نام سنسکرت میں "نشدھ چرت" ہے جس کو ملک الشعراء سنسکرت ہرش نے نظم کیا تھا۔ نل دمن عشق و محبت کا ایک دلگداز قصہ ہے۔ ۱۰۰۳ھ میں فیضی نے اسے مکمل کیا۔ اس میں چار ہزار دو سو اشعار ہیں۔ ملا بدایونی اس مثنوی کے متعلق لکھتے ہیں: "والحق مثنوی ست که دریں سی صد سال مثل آں بعد از امیر خسرو شاید در ہند کسے دیگر گفته باشد۔" (ج ۲۔ ص ۳۹۶)

۱۲ "مرکز ادوار را شیخ ابوالفضل بعد وفاتش در ۱۰۱۳ از مسوده به تبیض در آورد" حاشیه بر آئین اکبری (سرسید احمد خاں) ص ۱۸۹

Marfat.com

آنکہ چنیں جنبش پرکار کرد — نام ترا مرکز ادوار کرد

نقش ازل[1] بیں کہ بسطح بسیط — مرکز من دائرۂ[2] شد محیط

جامے و صد میکدہ در جوش او — موج و صد بحر در آغوش او

ازل دمن اوائل بہ بندہ کہ خالی نیست، از انتقال و ارتحال آں دولت مند نوشتہ بودند از انجا کہ بشریت غالب است حالتے غریب بر بندہ[3] فقیر گذشت، معلوم شدہ باشد کہ شوق شما را باآں جہاں برد، و از تقاعد ایشاں کہ از مروت نبود[4] میگفت و اظہار حیرت می کرد، و فقیر عذر میگفتم، حیف و ہزار حیف عاقبت بخیر باد۔

(۸)

ایضاً الیہ

فریاد کہ دوریم ز مطلوب دل خویش
چندانکہ دراز است زبان طلب ما

ہرگز نسیمے بانجانب نمی وزد کہ تراشہ از جگر باد ہمراہی نمی کند، ایں بیت حسب حال در غزلے کہ بدرگاہ[5] علی[6] فرستادہ بود[7] اندراج داشت، بآں ملک الاحباب نیز می نویسد[8]

بہ بند تازہ دو گلدستہ از دل و جگرم — بار مغلئے بستاں بزمگاہ ببر

چہ نویسد عمر نیست کہ بسواد قلم جلا بخش[9] دیدۂ دل[10] نشدہ اند، چنیں بر دوستاں نہ پسندند و بعافیت بودہ باشند[11]۔

(نوٹ صفحہ ماقبل) [1] مرکز ادوار را شیخ ابوالفضل بعد وفاتش در سنہ ۱۰۰۶ھ از مسودہا بہ تبیض در آورد"۔ حاشیہ بر آئین اکبری (سر سید احمد خاں) ص ۱۸۹

(صفحہ ہذا) [1] ن "ازبس" [2] ن "پر" [3] نسخہ ثانی میں "بندہ" نہیں ہے۔

[4] ن "شما" [5] ن "بود" [6] ن "بارگاہ" [7] ن "بودم"

[8] ن "دیدۂ دل" [9] ن "آمد" [10] ن "بعافیت بودہ باشند" نسخہ ثانی میں نہیں ہے۔

(۹)

ایضاً الیہ

خط محبت نمط مسرت پیرائے[1] خاطر مستہام شد، و رایحۂ آشنائی بمشام وداد آمد چہ بخدمت اخوت پناہ اتقیا کہ بفضائل کسبی و کمالات وہبی متجلی اند، نسبت ارتباط صوری و معنوی در درجۂ عُلیا واقع است۔ و ازیں خط سِرّ کمال جوہر ذاتی و صفاتی فطری ظہور یافت، و از ورقات اشعار احتظاظ روئے نمود، مناسبت تمام می یافت

مسافران طریقت زمن جدا مشوید[2] کہ دور بینم و چشمم[3] بمنزل افتاد است

چو ریگ بادیہ گم باد آنکہ قافلہ را نشان منزل مقصود دور دور دہد

برغان بُستاں معنی ہمداستان بودن لازمست، گرد ایں راہ خال رخسارۂ[4] طالبان ایں منزل باد، استفسار از احوال برادر گرامی نمودہ بودند، بصحت و حضور و عشرت و سرور از بزم نشیناں نواب مستطات سپہ سالارِ امیر الامرائے خانخاناں اند، عجب کہ جاذبۂ محبت ایشاں نمی کشد، البتہ خود را برسانند، و کامیاب نعم ظاہری و باطنی شوند، زیادہ چہ تصدیع دہد[5]۔

(۱۰)

ایضاً الیہ

اے آنکہ ہمچو بخت بما مہرباں نۂ

برعکس آرزو چہ روئے آسمان نۂ

از ارتباط خاص الخاص آن معدن دانش و بینش بلکہ از انجذاب خاطر مشتاق ایں ذرہ دور نمود کہ ایام جُدائی ایں ہمہ بامتداد کشد، ہیچ ہفتہ نمی گذرد کہ آنزا مورد قدوم گرامی ندانند، ہمیشہ در دل می گذرد کہ اینک رسیدند، دیگر کجا و بکہ خط

---

[1] ن "پیمائے" [2] ن "نشوند" [3] ن "و نمیبرہو" [4] ن "رخسارہا" [5] ن "والدعا"

Marfat.com

نوشتہ شود، تا ناگاہ کردہ است یک ماہ گذشتہ ونمی[1] دانست کہ ایشاں را طول امل وخیال
واہی باں جانب کشد، زیادہ بریں چہ درشتی نماید، باطن از دیر رسیدن ایشاں آں
قدر آزار دارد کہ شرح نتواں کرد، اکنوں کہ وقت تحریر ایں شوق نامہ است بخاطر می
رسد کہ مگر رمضان سنگ راہ شدہ باشد، بعد ازاں قدوم در راہ نہادہ باشند، خصوصًا
ہوا نیز از تندی سورت[2] حرارت ویبوست تنزل نمودہ برطوبت واعتدال گرائیدہ
باشد، وایں ہمہ انتظار پامال بے نیازی ایشاں شدہ باشد از برائے خدا زیادہ
بریں مارا در کشاکش شوق وانتظار ندارند، وغبار بے مروتی ایں ہمہ بردامن کبریائی
خود نہ پسندند، بخدا سوگند کہ از بس[3] انتظار کشیدہ محبت وخلوص ورابطہ روحانی
ایشاں در نظر است، در خاطر می گذرد کہ دریں ہفتہ اینجا برسند، باز رمضان را مانع
می یابد، اما جسم می دارد کہ بغیر از رمضاں مانعے نباشد، از برائے خدا زود تشریف
آورند، عذر تقصیرات بوجہ احسن واکمل خواہد خواست، وتاخیر بواسطہ ہمیں معنی شد
کہ آمدن ایشاں ہم موجب. نوشتہ ایشاں متیقن بود والاقرب وبعد وفراق ووصال
دریں باب[4] مساوی بود[5]، دیگر آنکہ تفسیر در[6] عاشر ربیع الآخر تمام شد، ودرہماں ماہ
خاتمہ ہم بے نقط نوشتہ شد، مشتمل بر نود ونہ فقرہ کہ ہر فقرہ تاریخ اتمام گشت[7]
دیگر میر حید رمعمائی از کاشان آمدہ اند تمام سورۂ اخلاص را تاریخ تمامی یافتہ اند، ایں
معنی[8] از غرائب اتفاقاتست، دیگر تواریخ بسیار یافتہ اند والحق امرے غریب
است وآنچہ دیدہ بودند مضاعف شدہ، وامر[9] ثانی واقع می شود وہمیں تاریخ
شود، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ وتاریخ افتتاح در خطبہ نوشتہ شدہ در اسرار السماء عزیزے
لارطب ولا یابس الا فی کتاب مبین را نیز موافق ابہی یافتہ، وایں ہم از غرائب

[1] ن "وہم خبر نمی دانست" [2] ن "از شدت حرارت" [3] ن "کہ" [4] ن "وادی"
[5] ن "است" [6] ن "سواطع الالہام" [7] ن "اتمام کتاب است"
[8] ن "امر غریب است واز غرائب اتفاقاتست۔" [9] ن "امر از نظر ثانی واقع می شود"

Marfat.com

است، دیگر قاعده قدیم است که چوں تالیفے نادر تمام می شود افاضل وقت[1] توقیعات
می نویسند۔ برائے تفسیر فقیر سید محمد شامی[2] در احمدنگر[3] بزرگے بود نوشته فرستاده بود، شاید[4]
دیده باشند، دریں ایام قصیده ملا ظهوری گفته[5] بودند، خود دیده باشند،
وہمچنیں ملک قمی[6] هم خوانده باشند، ایں جا هم
چیزهائے خوب گفته ام[7]، دیگر مقدمه تفسیر مقدار یک هزار بیت هم نوشته شد، مشتمل بر
احوال خود و پدر و برادراں و علوم قرآنی و دیگر مطالب از مدح سلطان وغیره و قصیده
نیز مندرج شده که مطلعش در پٹن بحضور شما گفته بود، امید که بامر ثانی تمام شود،
خدام افاضت پناهے میر شاه محمد را نیاز مند است۔ خدمت قاضی زاده را
سلام، حافظ و همراهان[8] خود را دعا رسانند، از احوال اعزه دکن نویسند، ادل
بایں بایستے نوشت چه بلا شده[9]، پاجی که دو[10] فلس گرفته تا اینجا بیاید پیدا نمی شود،
محبت شما تقاضائے آں می کرد که در هر ماهے ایں دو[11] فلس برائے خاطر فقیر خرج

---

[1] ن "عصر"   [2] "عرب قم است و نسبت برادر زادگی به شیخ زین الدین جبل عاملے دارد که مجتهد و مرشد شیعه بود و خوندکار روم او را بانواع لطائف وحیل بسیار در مکه معظمه بدست آورده باستنبول طلبیده بسیاست رسانیده، شیخ محمد در سلک ارباب مناصب داخل است و بصفت شجاعت و شهامت موصوف و بکرم و کرامت که لازمه عربست موسوم و بحسن ادب و تواضع معروف مهارتش در علوم عربیه و ادبیه بمثابه که ثانی کسائی تواں گفت" منتخب التواریخ۔ ج ۳ ص ۱۳۳۔
[3] ن "احمد آباد"   [4] ن "ایشان"   [5] "در دکن می بود، بصفت آزادی و تنگ کشی و دردمندی و کم ترددی بدر خانۂ ملوک متصف است و اخلاق حمیده او و ملک قمی که بملک الکلام مشهور است شیخ فیضی بسیار تعریف می کرد، و ایں هردو می خواستند که همراه شیخ بپایۂ تخت لاهور بیایند اما برهان الملک مانع آمد و دریں ایام شنیده می شود که دکنیاں بے سرپا بر شیوه نامرضیه قدیم خود که عجیب کشی باشد ایں هردو بیچارهٔ مرحوم را نیز هنگام هرج و مرج بقتل رسانیده اند، مولانا ظهوری صاحب طرز و صاحب دیوان است" منتخب التواریخ۔ ج ۳ ص ۲۶۹۔۲۷۰۔
[6] "او را ملک الکلام میگویند، وضع درویشانه دارد" منتخب التواریخ۔ ج ۳ ص ۳۳۲
[7] ن "گفته اند"   [8] ن "دیگر"   [9] ن "تا چه پیش آمد"   [10] ن "ده فلس"   [11] ن "ده فلس"

Marfat.com

می کردند، نکردند، وچندیں مردم بیگانہ متوجہ ایں حدود ہستند ہرگز یاد نکردند، نمی دانم کہ چوں از عہدہ جواب خواہند برآمد، اگر دراں ایام تقصیرے رفتہ بود وانتقام آں می کشد خود بسیار عجب است، من خود جواب خود گفتم کہ باللہ ہمیشہ بموجب خطوط ایشاں منتظر بودم ومی دانستم کہ امروز وفردا می رسند، ندانستم کہ ایں ہمہ امتداد کشد ملاحظہ اینست کہ مبادا فقیر را مقصر دانند وبے مروت خیال کنند۔ حاشا کہ گردے ازیں راہ برجبیں داشتہ باشم، خدا نکند عمدہ باعث براں چہ تقصیر شما است بے سروری[1]، و بے دلی، وبے دماغی از ہمہ مصیبت عظمی بود کہ گذشت وازانجا کہ طبیعت بشریت است[2] باز بقوت غفلت فی الجملہ بحال خود آمدہ

(۱۱)

ایضاً الیہ

سلام علی المولی الاولی[3] ادام اللہ بقاؤہ ویسر لقاؤہ، معبود مطلق قسم کہ ہرگز ایں شوق وقلق کہ ایں مخلص[4] را نسبت بایشاں است۔ بدیگرے نبودہ[5] ونیست۔

زمنزلے نگذشتم بمحفلے نرسیدم
کہ دردلم نگذشتے بخاطرم نرسیدے

والحق ایں ہمہ مہر ومہربانی ودوام ہمنشینی وہمزبانی کہ درایام کربت وغربت از ایشاں بایشاں متحقق بود، چرا ایں کس را چنیں کشاکش شوق بے قرار نسازد، سخت سنگدلی باید کہ ایں شیشۂ محبت را برطاق نسیاں نہد وباطالع واژگوں خود چہ نالد بصاحب دلاں کہ جاذبۂ ہمت دارند چہ گوید، وپیش ایشاں چگونہ سفید رو تواند شد، کہ انجذاب باطن برعکس نتیجہ دہد۔ بموجب وعدہ ہائے موکدہ کہ در ضمن رقایم وداد مندرج بود ہیچ رد نسمے

---

[1] ن "بے سروری" [2] نسخۂ ثانی میں "بشریت" کے بعد "است" نہیں ہے۔
[3] "علی معالی الاولی" [4] "کہ مخلص شتاں را" [5] ن "بودہ"

بے انتظار قدوم گرامی نگذشتہ۔ چہ صدق مقال را درجہ (؟) چہ ظہور است۔ ناگاہ خبر رسید کہ آں طرف نقل و حرکت اتفاق افتاد۔ حیرت بر حیرت افزود و ہیچ ندانست کہ ایں معنی را حمل بر چہ خبر کند۔ دریں مرتبہ کہ دادن ہمراہش آمدند ظاہر شد کہ در نوروز البتہ بورود سعادت سرور خواہند ساخت۔ خاطر از ماضی[1] باز آوردہ بہ تسلی تمام گل گل بشگفانید، و وقت را غنیمت شمردہ منتظر نوروز را در انتظار[2] بشرف آفتاب رسانید و از طلوع آں نیر سعادت ہیچ پرتوے ظاہر نشد و ازیں[3] جا نا امیدی کفر طریقت است مدام[4] منتظر می بود تا آنکہ اوسط اسد رسید، و دریں مدت پنج شش ماہ بود با وجود کثرت متردّدین[5] خبرے واثرے[6] نیافت۔ با دل بے قرار و خاطر ناشکیبا ایں دو کلمہ در عین باراں رقم زدۂ کلک اخلاص ساخت۔ اگر کسے عذر می خواستہ باشد ہمیشہ عذر می تواند کرد۔ اگر زمستاں ست می خواہد کہ در خانہائے گرم[7] با دلبنداں و فرزنداں بسر رود[8] و اگر تابستاں و ہوائے گرم است[9] چگونہ تواند بر آمد، تہ خانہائے سرد می خواہد، و اگر موسم برشگال است در باراں چگونہ تواند رفت کہ دریں فصل جوگیاں ہم بتکیہ گاہ خود می سازند و اگر دل بہانہ طلب نیست و باطن را علاقہ شوقی و رابطہ توجہی بجانبے می کشد ہمہ وقت وقتست، زمستاں خود موسم سفر است، و در تابستاں خود اوائل روز وقت حار است چند راہ می تواں رفت، و از شبہا چہ گویند[10]۔ و اگر ایام باراں است خود بہار ہندوستان است و ایام خوشدلی دوستاں وقتیکہ باراں نمی باریدہ باشد و ابر باشد بہتر ازاں ہوائے نیست، نہایتش در منزلہا و رباطہا مقام می تواں کرد[11] و با شگفتہ پیشانی آمد[12] و گل ولائے[13] ولایت مالوہ معلوم است کہ از کجا تا کجا ست۔ الحاصل دریں ہوا برہم ہندی علاج کار میتواں کرد، و اگر برتلے

---

[1] ن "ماضی" [2] ن "منتظر بودہ" [3] ن "ازاں جا" [4] "ہمیشہ"
[5] ن "امتداد" [6] ن "گرما" [7] ن "بسر برد" [8] نسخۂ ثانی میں "است" نہیں ہے
[9] ن "برشگال و باراں" [10] نسخۂ ثانی میں "گویند" نہیں ہے [11] ن "می کرد"
[12] ن "می تواں آمد" [13] نسخۂ ثانی میں "ولائے" نہیں ہے۔

Marfat.com

هم باشد، چناں بتواں بپیچید کہ مورد آسیب نگردد، اُمید کہ دریں وقت درراہ باشند واگر حرکات آسمانی ہنوز مخالف ارادہ ایں کس باشد ونارسیدن ایں صحیفہ قدم[1] درراہ نہادہ باشند، ظاہر است کہ دریں وقت قطع یاراں خواہد شد یا بتقلیل خواہد کشید، بے شائبہ مکث اہمال از ہمہ چیز گذشتہ سخن درراہ گوبید، حیرانم کہ شرح شوق بچہ زبان گویم و چوں تحریر کنم، ہرگاہ اختلاج کتف می شود، از ہمہ گذشتہ خاطر بجانب ایشاں می کشد بازمی بیند کہ اثر دیگر ظاہر شدہ، خصوصاً دریں چند روز کہ ہمیشہ مژدہ دوستی از دوستان می رساند، امید کہ دریں مرتبہ آں دوست شما باشید، البتہ البتہ وصد ہزار البتہ البتہ کہ مخلص را زیادہ بریں درکشاکش شوق ندارند و ایں بیماری برمن نہ پسندند، واز غیرت الٰہی نیز اندیشہ نمایند، وایں لواعج شوق کہ بصد[2] امراض مزمنہ برابری می کند، از حمر خود بر من رواداریدہ چوں[3] نیک می اندیشم و بر[4] دوستی شما محکم. و در شما ایں استعداد و فطرت است کہ کسے در اشتیاق شما ایں ہمہ محنت کشد، و خود را می بینم بآمدن شما می ارزم، بہر تقدیر زیادہ بریں انتظار[5] نہ دہند و بر حالے و منولے کہ باشد قدم رنجہ فرمایند و بر تقصیرات من بگزرند، کہ بعد از قدوم گرامی تدارک وتلافی خواہد شد، و تقصیر خود را نیز مہیای جواب باشند، چوں انصاف حکم باشد دلہا گلستان است بزواید اقدام زرفت.[6]

(۱۲)

ایضاً الیہ

سلام اللہ علی المخدوم والاجل الانعم الاکرم الاحسن الامین الغنی عن الالقاب و المستغنی من[7] الاحباب مدظلہ العالی افاضت دستگاہا اگرچہ شیوۂ ارباب سلوک قطع نمودن است از ماسوی اللہ من الاحباب والاعداء فی السراء والضراء، اما فقیر حقیر و مسو

---

[1] ن ثانی "قدم قدم" [2] ن "در" [3] ن "و" [4] ن "در" [5] ن "زیادہ بریں کشاکش نہ پسنوند" [6] ن "والسلام" [7] ن "عن"

التقصیر ایشاں را از فرقۂ اصحاب کمال[1] میداند کہ کُل را در جزو می بیند، و ہر ذرہ را مظہر آفتاب دہر، قطرہ را محیط بحر نایاب می داند، عجب کہ دریں مدتہائے مدید و شدتہائے شدید خبرے از ذرہ خاکسار و پریشاں روزگار نگرفتند و بروقت[2] عادت قدیم و عنایت قویم عبورے و مرورے بایں نواحی نفرمودند، دل نگرانی نہایت دارد، آراستگی فتحپور دیدنی دارد، ہذا قریب من عبد ربی، سفادہ قدسیہ کہ مصحوب مکتوب سیادت پناہی بود امیدوار ساخت کہ شاید قبل از وصول ایں نمیقہ تشریف آورند، شنیدہ باشند کہ بندگان حضرت بتاریخ بستم شہر شوال بفتحپور نزول اجلال فرمودند، و تمکن فہم می شد، چوں قاصد مستعجل بود ایں عریضہ در در[3]خانہ نوشتہ شد، چوں تشریف آورند در ذکر احوال مشائخ ہند آنچہ داشتہ باشند از[4] ملفوظات وغیرہا ہمراہ آرند۔ البتہ البتہ بدست عزیزے کتابے در احوال مشائخ ہند بود موسوم بتذکرۃ الاصفیاء اگر دراں شہر بہم رسد بہم رسانند کہ بسیار مطلوب است۔

(۱۳)

ایضاً الیہ

تسلی دل من در فراق ممکن نیست
اگرچہ نامہ و قاصد ہزار می آید

بعد از شرح اشتیاق و آرزومندی مشہود ضمیر فیض پذیر آنکہ بتاریخ دوم صفر ختم اللہ بالخیر والظفر قطع مراحل و طے منازل بآخر رسید[5] و بگوشۂ مالوف آمد از محنتہائے[6] راہ ایں سفر جانکاہ چہ نویسد۔ الحمد للہ کہ بخیر انجامید و شکر تعاقب آلاء و تواتر نعماء کہ عبارت از رسیدن مفاوضات گرامی ایشانست پے در پے باکوزہائے نبات کہ یاد

۱؎ نسخۂ ثانی میں صحیح ہے ۲؎ ن "بموقع" ۳؎ ن "درخانہ" ۴؎ نسخۂ ثانی میں نہیں ہے۔ ۵؎ ن "آخر شد" ۶؎ سختی ہائے

از انبتہ اللہ نباتاً حسناً مبدا دا از شرح بیروں است۔ اگر از مفاوضات گویم تعویذ بیماراں مراحل فراق بود، اگر از نبات شربت آفتاب خوردہائے تیہ اشتیاق تقصیر در ارسال عرائض شوق نہ از ممر آں بود کہ مکرراً قلمی فرمودہ[1] اند حاشا چوں باشد بلکہ چوں بخاطر شریف ایشاں رسد کسیکہ مخصوص باں شہر میرفتہ باشد ہم نمی رسید، بسراں آں حیات سلطان کساں راپیش خویش خود می فرستادند بکرات گفتہ اند کہ او در کالپی نیست بیروں رفتہ والاہمیشہ خاطر نگراں می بود و مستخبر کہ کسے اگر می رفتہ باشد از شرح آرزومندی[2] نویسد اگرچہ آں در تحریر نمی گنجد زیادہ بریں ہرچہ نویسد داخل اہل رسم خواہد بود، دیگر آنکہ بتازگی خبر حاکم سابق کالپی رسید کہ آنجا آمدہ اند و خدام سیادت مآب انجاد اثاری میر صدر الدین نیز آمدہ اند۔ بسیار بسیار خاطر مسرور شد، ؎

مرحباً اہلاً وسہلاً مرحباً

بحضرت نواب ایشاں از فقیر دعائے مشتاقانہ خواہند رسانید، البتہ البتہ و بعضے احتمال را راہ می دادند کہ ملازمان را ہم وقت عبور بایں نواحی رسیدہ محتمل کہ دریں قافلہ تشریف آرند، امید کہ ہرجا باشند از حاشیہ ضمیر منیر محو نفرمایند و بتوجہ صمیمی ولطف قدیمی مخصوص دارند، والباقی عند الملاقات ظل عافیت و عاطفت ممدود باد والسلام۔ دریں لشکر چند حرف جزو بے نقط بزبان عربی مستنبط از نص و حدیث و کلام علماء کردہ شد، رباعی مفتتح نوشتہ شد ؎

الحمد الملہم الکلام الصاعد   وھو المحمود اولاً والحامد

ما وحدہ موحد الا ھو   واللہ الہکم الہ واحد

وغیر ازیں رباعی یک قصیدہ دیگر کہ در خطبہ مذکور شد ہم[3] نثر عربیت، نامش موارد الکلم سلک درر الحکم شدہ کہ تاریخش ہم می شود، واگر آنجا اشعار بے نقط پیدا شود فرستند البتہ البتہ

---

[1] ن "فرمودند"   [2] ن "اشتیاق"   [3] ن "ہم"

یک بار در سلک شعر و شعرا خواہد بود در تعریف ایں رسالہ ہم قطع بخاطر رسید یا ناظرانی

ھذہ والصفات خذ لب الد قائق من درامن مجموعتہ مما تسقطنا ....

ولقد تفرونا ..... فیہما ترجمت المعانی .... لولم تجد فیہما ....

ملک زاوج فلک می کند مبارکباد بشاہ اکبر و سلطان سلیم و شاہ مراد

کہ اخترے ز سپہر جلال طالع شد بغرۂ مہ نجم ز نہصد و ہشتاد

مہے ببرج سعادت ز رخ نقاب کشود دُرے ز لجۂ اُمید بر کنار افتاد

ز آسمانِ کرم کوکبے چنیں، ننمود ببوستان ارم غنچہ چنیں بکشاد

چہ شاہ زادۂ والا کہ گوشوارہ عرش بہفت کرسی خود شہ نشان شاد نہاد

زہے سعادت، درین کہ این چنین خلفے کہ تازہ ساختہ ارواح اقدس اجداد

خرد بزائچہ فکر چوں تامل کرد نوشت مدت عمرے از ہزار زیاد

ہنوز بندہ ز آزاد فرق ناکردہ ہوائے خدمت رو کردہ بندہ و آزاد

چو بادشاہ جہانست شاہ درویشاں ہمیشہ ہمت درویش می کند امداد

مدام تا بتقاضائے وقت کارگرانند بکارگاہ جہاں جان عنصر اضداد

تخت و بخت شہ و شاہزادہا باشند بحق ذات محمد و آلہ الامجاد

ایں طرفہ رباعی کہ بدل رو دادہ در خانۂ فیضی بظہور افتادہ

از ہر بینش کہ شاہ بیت آمدہ است معلوم شود ولادت شہزادہ

از مولد شاہزادہ عالمیاں دل می یابد پیامے از عالم جاں

اجمیر بود چو مولد شاہزادہ امید کہ جاوداں بماند بجہاں

۱؎ ن "و" ۲؎ نسخۂ ثانی میں یہ اشعار کچھ فرق سے دیے گئے ہیں ۳؎ "کرند"

Marfat.com

بعد از ادائے دعا و سلام مشتاقانہ مشہود ضمیر انور و خاطر فیض گستر آنکہ جریان احوال در مجاری امن و اماں است و ازیں ہیچ رہ گذر[1] تفرقہ واقع نیست الا دوری ضروری[2] کہ ایں ہم نماند و اشتیاق از حد متجاوز است ؎

چوں جمال توام از پیش نظر غائب نیست
شرمم آید کہ شکایت کنم از تنہائی

ازاں وقت باز کہ ما ازماں بجانب وطن شریف عماں عزیمت مصروف داشتہ اند اصلاً و قطعاً عنایت[3] نامہ نرسید حقا کہ ہمیشہ چشم انتظار در راہ بودہ و میدارد[4] در اجمیر از جناب سید یعقوب شنیدم کہ مصحوب میر ہزارہ دیوان سعید ہروی فرستادہ اند، ہماں لحظہ بمنزل خواجہ حیدر[5] علی رفتہ استفسار کردہ شد، آخر چناں ظاہر شد کہ ایشاں بفتحپور آمدہ ازہمانجا رخصت پرگنہ یافتند، و دریں ولا باز طلبیدہ اند و حالا حضرت والی مدظلہ العالی در شہر ناگور حرسہا اللہ عن الحوادث الدور تشریف دارند و در رفتن بگجرات توجہ عظیم است، و مردم را در نواحی میرٹھ گذاشتہ اند کہ مردم سرحد را ازہماں راہ میفرستادہ باشد کہ بنواب خاں کلاں و امرائے نامدار کہ مقدمۃ الجیش اند ملحق شوند بخاطر فیض فقیر می رسد کہ دیوان را باز بملازماں رسانیدہ باشد ؎

ایں قصہ گرچہ نیست یقیں ایں گماں خوش است

دیگر احوال بخیر و عافیت بدعا و فاتحہ امداد فرمایند، سلامت باشد۔ مخفی نماند کہ در غرۂ جمادی الاول کہ ماہ پنجم ایں سنہ حسنہ است شاہزادہ عالمیاں طال عمرہ[6] ولادت فرمودند در خطہ پاک اجمیر و اعزہ بسیار تواریخ[7] گفتند۔ فقیر را یک غزل و یک رباعی رو دادہ بود کہ ہر بیت رباعی تاریخ ولادت میشود، نوشتہ فرستادہ امید کہ بنظر شریف در آرند[8] بالخیر باد ؎

---

[1] ن "ممر" [2] د "صبوری" [3] د میں "عنایت" نہیں [4] ن "دمے" [5] ن میں "علی" نہیں [6] "تاریخ" [7] تحریر فی التاریخ چہاردہم شہر جمادی الاول سنہ نہصد و ہشتاد من شہر ناگور حرسہا اللہ عن حوادث الدور۔

Marfat.com

منم کشتهٔ گجراتیان بیدادم | خراب عشوهٔ خوبان احمدآبادم
سهی قدی ز سر ناز جلوه ننمود | که همچو سایه بدنبال آن[1] نیفتادم
بهر طرف که خرامید سرو آزادی | غلام او شدم و خط بندگی دادم
چو رشک گلشن فردوس احمدآباد است | ازو مباد برونم کنند چون آدم
برون رفتن ازآن جا تصورست محال | چرا برون نروم من هم آدمی زادم
بحسن مردم گجرات یاد نیست ولے | نمیروند جوانان دهلی از یادم
حدیث عشق تو فیضی که نقل مستان است | به بزم جرعه‌کش دهلوی فرستادم

این غزلے است که بیاد غزالان گجرات گفته شده بود، منظور و ملحوظ باد دو مثنوی در شرح احوال این سفر ختم بالخیر والظفر گفته میشود، وچون به بیاض برده شود فرستاده خواهد شد چند بیتے منتخب ازاں محل که حکام گجرات برای دیدن حضرت خلافت پناهی خلیفه الٰهی خلد الله ملکه وخلافته[2] رسیده اند نوشته می شود ؎

همان دم اهالی و حکام شهر | که در شهر بودند مشهور دهر
همه کرده آویزهٔ دست خویش | کلید در گنج شاهان پیش
رسیدند از سر قدم ساخته | زشادی سر از پای نشناخته
سر خود نهادند بر پاے شاه | که مائیم سرتا قدم در گناه
ز عمری که بگذشته در بندگی | بصد گونه داریم شرمندگی
رسیدیم در خدمت بنده وار | بجز بندگی بندگان را چه کار
همه نیک و بد بندگان تو ایم | اگر نیک اگر بد ازان تو ایم
گذشتیم ازاں ناخوشی وخوشی | اگر می گذاری وگر می کشی
تو شاه جهانی جهان زان تست | بد و نیک در زیر فرمان تست

[1] ن «او»   [2]

شہنشاہ از آنجا کہ الطاف اوست   زباں قاصر از شرح لوصاف اوست
جو ہر صدق ایشاں نظر باز کرد   ز عین عنایت سرافراز کرد
بسے از دل نکتہ داں نکتہ راند   ز دریائے حکمت گہر ہا فشاند
کہ قائم مقام سلیماں منم   جہاں از من است و جہانباں منم
مرا بہر شاہی فرستادہ اند   کلید جہاں را بمن دادہ اند
دلیل[1] برا اثبات حق ساطع است   دم تیغ من حجت قاطع است
من آں آفتاب فلک پایہ ام   کہ ذات خداوند را سایہ ام
کسے را کہ بینم در اندوہ غم   کہ می سوزد از آفتاب ستم
بر و سایہ معدلت گسترم   دراں سایہ اش تا ابد پرورم
دگر مست باد ہوا خوردۂ   ز باد تکبر دل افسردۂ
بتابم برو گرم چوں آفتاب   کہ ننشیند آں آتش از ہفت آب
چو فرمان من راست[2] عنوان حق   من ایں جا رسیدم بفرمان حق
کہ گجرات[3] از ظلم خالی کنم   برو شحنہ عدل والی کنم
براندازم آئین بیداد و زور   ز روم تا بسر حد دریائے شور
بدریا کنم غرق اہل فرنگ   برم از دل اہل اسلام زنگ
در[4] بستہ کعبہ را وا کنم   سکندر صفت سیر دریا کنم
گر[5] آئینہ روشن ز[6] اسکندر است   مرا تیغ ز آئینہ روشن تر است
چو حکام و اشراف و اعیان ملک   کہ بودند ہر یک نگہبان ملک
شنیدند[7] آں نکتہ ہائے بلند   کہ سر زد ز جان و دل ہوشمند

[1] ن "دلیلے"   [2] ن "فرمان اراست"   [3] ن "در"   [4] ن "رہ"
[5] ن "کہ"   [6] ن "ما"   [7] نسخہ ثانی میں یہ شعر نہیں ہے۔

Marfat.com

کشیدند در گوش خود ہمچو دُر — سراں گوش شاں چوں صدف گشت پُر

زہے بخت ورائے شہ بحر و بر — سکندر نظیر و ارسطو نظر

در حکمۃ از شاہ حکمت گذار — سزد ہر گوش خرد گوشوار

زیادہ بریں گنجائش ندارد، والباقی[1] عند الاتمام والسلام والاکرام و دیگر واضح باشد کہ مولانائے غزالی نیم شب بست و ہفتم رجب در احمد آباد وفات یافت، در پیر گنج مدفون شد۔ فقیر برائے او تاریخ یافتہ ؎

چوں غزالی مشہدی بجہاں — بود از شاعران عام فریب

سال تاریخ فوت او زآں روز — بیشود شاعر عوام فریب

؎ ھٰذا کتاب قلت فی بشارتہ — یا لیت قلبی کان فی اثنایہ

در نامہ تو چو دست بر خامہ نہم — خواہم کہ دل اندر شکن نامہ نہم

کتاب مستطاب کہ مخبر از سلامتی ذات قدسی بود رسید ؎

روحش لقب نہاد کہ یا ایمن الحسن — عقلش خطاب کرد کہ یا احسن الکلام

سوادش کحل الجواہر عین الباطن والظاہر شد و بیاضش از ہار زواہر حدیقہ خاطر فاطر گردید ؎

تا از سواد خط تو ام نور یافت چشم

روشن شد ایں حدیث کہ النور فی السواد[2]

چوں خامہ بقصد جواب نامہ بر داشتم کہ حرفے چند از سوانح روزگار بنگارم وسخنے چند از بے مہری سپہر کج رفتار در قلم آرم قلم ہر بار خشک می شد و عبارت قاصر بود، واکتابت[3] گنجائش نداشت ؎

عندی جمل من اشتیاق وصول — لا یمکن شرحہ نہ کتب و رسول

---

[1] ن میں "والباقی" نہیں — [2] ن "السواد" — [3] ن "کتابت"

لاجرم ایں عریضہ را بغزلے کہ مجدد گفتہ ام اختیار می نمایم [1]

علی الصباح کہ باد بہار می آید   مرا ز آمدنش بوئے یار می آید
بجان تو کہ نیامد ز ہجر بر جانم   ہر آنچہ بر دلم از انتظار می آید [2]
تسلی دل من در فراق ممکن نیست   اگر ز نامہ و قاصد ہزار می آید
مگر کہ از اثر گریہ ام بود فیضی   چنیں کہ گفتۂ من آبدار می آید

چوں بیت ثالث کہ بموجب الثالث بالخیر حسب حال بود، تمام غزل بطفیل آں نوشتہ شد، معذور خواہند داشت ظل [3] عافیتکم و عاطفتکم بحرمت النبی و آلہ [4] الامجاد۔ دیگر آنکہ کتاب مقاصد الشعراء را البتہ البتہ چوں تشریف آرند ہمراہ آرند کہ اختتام تذکرہ موقوف بآں ماندہ و از کتب دیگر ہم آنچہ توانند استنباط فرمودہ [5] فرمائند کہ فقیر می خواہد در خطبۂ آں [6] ذکر شریف کنم و یادگار بماند ۔

ہمدماں نفسے زدند و رفتند   ما ہم نفسے زدیم و رفتیم

از احوال درگاہ عالم پناہ استفسار فرمودہ بودند ۔

یار ہماں شوق ہماں دل ہماں   عشق ہماں قصۂ [7] مشکل ہماں

القصہ تمام ممالک خالصہ شدہ و قاعدہ داغ نہادہ اند ۔

در ہر کہ بنگری ہمیں داغ مبتلا ست

نامہ رنگیں حنائے کہ چوں [8] شاہد حنا بستہ برعنائی بود در ساحت دیدۂ انتظار کشیدہ جلوہ گری نمود و دل ربائی کرد، تعالی اللہ عجب ... بود کہ در طلسم خانہ خیال اہل سیمیا [9] ایں چنیں مشکلے برانگیختن متصور نیست ۔

خیز تا بر کلک آں نقاش جاں افشاں کنم   کایں چنیں نقش عجب در گردش پرکار داشت

---

[1] نسخۂ ثانی میں نہیں ہے [2] نسخۂ ثانی میں نہیں ہے [3] "مدظلہ" [4] "و اصحابہ"
[5] "عنایت فرمائند" [6] ن ثانی میں نہیں ہے۔
[7] با من بکلک کلہ مدول : کلے بکلک کلہ مشغول۔ [8] "را"

التماس ازاں التماس معنی نگار انست کہ بہر صورت کہ باشد آں شاہد رعنا را تازہ بتازہ بلباسہائے دل فریب وا[1] ساختہ بنظر عاشقان بیقرار در خلوۃ آرند، دیگر از سیر کشتی و تلاطم و تزاحم امواج چہ نویسد ؎ کہ آں بحریست بے پایاں

؎ آں شد کہ بار منت ملاح بردمی
گوہر چو دشت داد بدریا چہ حاجت است

مجملاً آنکہ ؎ دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار
کہ پیدا نہ شد تختۂ برکنار

دروقت مراجعت از باراں وگل چہ گوید ؎ مرا پا بگل ماندہ و دست - بر سر[2] المنۃ للہ کہ فتح و نصرت ہمہ جا بود - القصہ اشتیاق می فزاید و متضاعفست والباقی عند التلاقی[3] جناب معرفت نصاب مولانا شیخ حسن نفعنی تشریف حضور پرنور داشتند دعوات می رسانند و بفقیر فرمودند کہ یک کوزہ بر دعائے ما نویسند بسیار شیریں فرمودند[4] ؎

شیریں تر ازیں قصہ کسے یاد ندارد

خدمت فضائل مآبی[5] مولانا علی احمد کہ ہم خانہ و ہمنشیں و ہمرہ دہم اوست، دعاے مشتاقانہ عرض می کند ؎

جا کردہ خیالت بدلم اے دلبر زانساں کہ بجز خیال تو نیست دگر
ہر جا کہ رواں شوم تو باشی ہمرہ ہر سو کہ نظر کنم تو آئی بنظر

جہاں جہاں اشتیاق رسانیدہ بکدام زبان شکر[6] ہائے رنگیں کہ از ممر ترک عادت مالوف بطریق مانوس کہ عبارات از قدوم رہگذر فیض منظوم ایشانیست در دل گرہ شدہ برآرد ہر چند ایشان مودب باد سلف نصر اللہ منہم باشند، وملاقات باین ہرزہ[7] کار ضائع روزگار محض تضیع

---

[1] ن "محلے" [2] ن "بر سر ماندہ" [3] ن "عند الملاقاتے" [4] ن "گفتند"
[5] ن "مآب" [6] ن "شکوہ" [7] ن ثانی میں نہیں ہے۔

Marfat.com

وقت دانند، امابمقتضائے ہماں رابطہ باطنی کہ بصلحا دارد و واسطہ سابقہ مودت جانبین شدہ علی الدوام چشم انتظار درراہ می دارد و مواعید قدوم کہ در مکاتیب محبت لزوم اندراج می یابد، بسررشتہ رجارا ازدست نمی دہد، بعدازچندیں انتظار گاہ نامہ وپیغام فرستد، حقا وثم حقاکہ موجب ناامیدی ازدوستان جانی بلکہ ازجان وزندگانی دست می دہد، قطع نظرازشوق احباب بلدہ طیبہ فتحپور رونقے پیدا کردہ کہ ازدور بدیدن آں میتواں آمد، توقع کہ بہرنوع کہ دانند[1] قدم رنجہ فرمایند کہ چشم درراہ ہست وبشغل وعذرنگذرانند وطریقہ قدیمہ رامسلوک دارند[2] ومحبت واعتقاد بندہ رامیدانند کہ تاچہ مقدار است، چہ احتیاج کہ بتازگی بر زبان قلم آرد، چنداں اشتیاق دارد کہ اگر موانع خاقانی ... نبود بکالپی میرسید، دیگرآنکہ یکبارعنایت نامہ متضمن برطلب طبقات ناصری رسیدہ بود، دراں وقت فقیر راباجمیر فرستادہ بودند، وامروزمکتوبے تازہ بر ہمیں معنی رسید. افادت پناہا[3] واللہ باللہ معلوم فقیرنبود کہ ایں کتاب خدام پیش فقیرباشد، بواسطہ آنکہ ازپریشانیہائے خاطر و اشتغال ازخاطررفتہ بود، یک پارے بفقیر[4] ہم است اوبیاد دارد کہ پارسال ایں کتاب را اخوی افضل شیخ ابوالفضل کہ ایں جاآمدہ بودند دردست گرفتہ بروند. فقیررااند کے بیادآمد فی الحال برادرمیاں ابوالخیر رافرستادہ کہ درکتابہائے ایشاں تفحص وتصفح نمودہ[5] ایں کتاب رابیارند کتابہائے اخوی متفرق شدہ، بعضے درآگرہ وبعضے درحویلی ایشاں وبعضے دریا تشخانہ اند، بسرعت تمام ایشاں دیدہ اند ونیافتہ اند. فقیررا ازیں معنی طرفہ اضطرابے دست دادہ. اگرچہ یقین است کتاب فوت نمی شود اماچوں دروقت احتیاج دست نہ دہد حکم فوت دارد. حالا ملک کہ حامل مکتوب است دررفتن کمال سرعت دارد ویک روزہم نمی ایستد، درساعت او راوداع کردہ شد، انشاءاللہ تعالیٰ فقیرخود مقید شدہ پیدا ساختہ متعاقب می فرستد، مجموعہ کہنہ راحق وملک خود دانستہ فرستادن آں بسیارصعب نمود بہ ملازمان ازاں دست بشویند

[1] "توانند" [2] "سازند" [3] "افادت دستگاہا" [4] "بفقیر" [5] "نمایسند"

کہ ایں مقدار تصرف جائز است ؎

مدّہ[1] فیضا شرح و بسط کلام

سخن ختم کن بر دعا والسلام

(۱۴)

ایضاً الیہ

سلام اللہ علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ اولاً و ابداً۔ بعد از نیاز و اخلاص حمد طراز مشہود ضمیر منیر فیض پذیر آنکہ می خواست کہ افتتاح کلام بشعرے نماید، چنانچہ سنت ایں طائفہ پریشاں روزگار است موافق مدعا بیتے بخاطر رسید کہ پیش ازیں گفتہ بود، وطرد اللمات تمام غزل می نویسد، فہو ہذا[2] ؎

من براہے میروم کانجا قدم نامحرم است — از مقامے حرف می گویم کہ دم نامحرم است

خوش دلم گر دیدۂ من شد سفید از انتظار — کز پئے دیدار جاناں دیدہ ہم نامحرم است[3] ؎

اے اسیرِ عشق طعن بے غمی بر من مزن — خلوتے دارم بیاد او کہ غم نامحرم است

ما اگر مکتوب نہ نوشتیم عیب ما مکن — درمیان راز مشتاقاں قلم نامحرم است

منزل تردامناں نبود حریم کوئے عشق — ہر کہ نہ بود پاک دامن درحرم نامحرم است[4]

فیضی از بزم نشاط ما حریفاں غافلند — ہر کجا ما جام می گیریم جم نامحرم است

دو عنایت نامہ گرامی دریک روز رسیدند[5] و بر دو دیدہ نہادہ آمد چوں مبنی از مقدم شریف و اعتدال عنصر لطیف بودند موجب سرور مشتاقاں شدند، تا ہنگام دولت ملاقات ہمریں منوال از کیفیت عافیت مال نویساں باشند، اگرچہ گفتہ ام ؎

---

[1] "مدح" [2] نسخہ ثانی میں "فہو ہذا" نہیں [3] نسخہ ثانی میں اس کے بعد یہ شعر ہے ؎

یا خیال او نگنجد یاد خواباں در دلم — ہر کجا خلوت کند سلطاں چشم نامحرم است

[4] نسخہ ثانی میں یہ شعر پہلے اور اس سے پہلا بعد کو درج ہے۔ [5] نسخہ ثانی میں "رسید" ہے۔

تسلّی دل من در فراق ممکن نیست

اگرز نامہ و قاصد ہزار می آید[1]

بشرف استیلام انامل کوامل افادت پناہ افاضت دستگاہ مصداق الاسماء تنزل من السماء حسن الاسم والمسمی شرفہ[2] باحسن الحسنیٰ مشرف باد۔

(۱۵)

ایضاً الیہ

فیضی کہ ز درد حال خود در ہم دید وز داغ درون سلسلہ را برہم دید

ہم درد، درون سینہ اش درماں یافت[3] ہم داغ دل فگار او مرہم دید

بعد از عرض شوق و عزام متضمن بطول محن ایام معروضے دارد کہ مدتے مدید و عہد بعید گذشتہ[4] کہ راہ رسل و رسائل را بسد سدید بستہ و مسدود کردہ اند و بیماران فراق را و بعبارت قلم خوش خرام مشرف نمی سازند، ہر چند گلہ است اما جائے گلہ نیست ؎

از محنت ایام حکایت نتواں کرد

صد رنج تواں دید شکایت نتواں کرد

بسمع شریف رسیدہ باشد کہ چند روز تفرقہ صوری و اسطہ جمعیت معنوی بخدام مخدومی ابوی راہ یافتہ بود و نائرہ صد جوار اشرار اشتعال یافتہ[5] و بعض افترائے اخوان زمان در حرکت آمدہ اما الحمد للہ علی تواتر الآیہ و تقاطر نعمائہ کہ برشحات سحاب الطاف الٰہی و قطرات مطرات اعطاف نامتناہی نیران فساد منطفی شدہ ؎

ہزار شکر خدا صد ہزار شکر خدا

---

[1] نسخۂ ثانی میں اس شعر کے بعد لکھا ہے: تم الدعاء والدعاء

[2] ن "اللہ" [3] ن "شدہ" [4] ن "گرفتہ"

وباسمہ ختم الکلام والسلام والاکرام التماس آنکہ گاہے از روندہ نام گمنامی پرسند وبدست آیندہ پیغامے فرستند ؎

مکتوب من ارچہ کہ نیرزد بجوابے
بنویس و[1] ہماں گیر کہ سہو القلم است ایں

چوں[2] لفظ قلم برزبان جاری شد اتفاقاً چند بیت در بیان قلم بزبان قلم می‌برود ؎

خواست تا اسرار معنی را کند انشا قلم | شد سیہ روئے و نگرد از شرم سربالا قلم
گہ ز روم[3] آید بشام و گہ ز شام آید بروم | روز و شب چوں تاجراں دارد سر سودا قلم[4]

(۱۶)

ایضاً الیہ

؎ یار آوارگی ہمی خواہد | رفتن ہم بہانہ افتاد است

؎ کعبہ را ویراں مکن اے عشق کانجا یک نفس
گہ گہے پس ماندگان راہ منزل می‌کنند

کعبہ را ویراں مکن اے عشق کہ شمع رہ ماست
ہر کہ سنگے ز سر راہ گذاری برداشت

عزیز من! بسیار خوب کردی کہ پیش خدام کمالات انتظام رفتی، ایں جا و آں جا کیست دریں میاں نام آں خانہ تاریک دلاں کہ بنائے حجابست، چرا بردی، بہر بہانہ کہ رفتی خوب رفتی۔ زنہار قدم از نشاط آباد گجرات بیشتر نہ گذاری[5] ؎

---

[1] ن "و" نہیں ہے۔ [2] نسخہ اول میں "چوں" نہیں ہے۔
[3] نسخہ ثانی میں یہ مصرعہ اس طرح ہے: "گہ بروم آمد بشام گہ برشام آمد بروم"
[4] نسخہ ثانی میں ایک شعر اور ہے ؎ تا زکے از یں سیہ روے دو زبان سخن کنم ؎ فیضی غم دل تمام کردم تمام
[5] ن "و نہ گذری"

سرگشتہ راہ کعبہ بیہودہ مشو

بنشیں کہ کم از سنگ سیاہ نیست دلت

بواسطہ وبیواسطہ شما ما با آزید[1] جدائی نیست۔ بداند کہ آنجا جائے دیگر است و ایں جا مقام دیگر۔ و ما دیگریم۔ یا ایشاں دیگر خدا نخواستہ باشند حق خدمت و نمک صحبت را فراموش بکنند و حفظ الغیب را از حفظ کلام کمتر نداند[2] و احوال نہ نویسند، العاقبت بالخیر باد۔

(۱۷)

ایضاً الیہ

نگار ریحانے مقنع وضمیرانے برقعے کہ طیلسان خضرا[3] بر سر عقد لآلی شب تاب در بر داشت اعنی نگاشتہ نگاریں کہ بر سر بط غمخواری محتوی و در خریطہ زنگاری منطوی بود، از بس چابکی وموزونی ودل ربائی دست بردی غریب نمودہ، ودلداری نیز چابکدستی نمایاں بکار بردہ، کمید کہ سلسال عذب را بجدوال[4] عوق[5] قلبی وفجاری روتی[6] وروانی آوردہ، ساری دارند کہ روح و رواں تشنہ ایں[7] زلال حیات خواہد بود[8] و نہال محبت وولا بائیں[9] آب وہوا نشو ونما وبرگ ونوا خواہد یافت۔

صبح دمید فاتحہ کوں چوں تف شراب ساقی بدست کن پر طاوس آفتاب

وایں مطلع کہ

عید آمد و من خواہم کز درکہ خاقانی صد ماہ نوانگیزم از سجدہ پیشانی

دیروز ہم درجواب آں مفاوضہ دو کلمہ نوشتہ، از روئے شوق دیگر ہم نوشتہ بدوام عافیت باشند[10]

---

[1] ن "شما تا ہا مدئیست" [2] نسخہ ثانی میں اس کے بعد "واحوال والدعا" لکھ کر خط کو ختم کر دیا گیا ہے
[3] ن "او" [4] ن "بجداول [5] ن "عوق" نہیں ہے۔ [6] ن "روحی"
[7] ن "درون شیرائن زلال حیات [8] ن "و" نہیں ہے۔ [9] ن "ہمیں"
[10] ن "والسلام"

Marfat.com

(۲۰)

ساقی و جام و گوشہ دیر[1] است ایں جا   للہ الحمد کہ احوال بخیر است ایں جا

نکتہ عشق مپرسید کہ ہوشم باقی است   سخن از یار[2] مگوئید کہ غیر است ایں جا

درحوالی بتکدہ بتن و مغکدہ فتن[3] نشستہ عنان دیدہ را بخلیج[4] گنگ پیوستہ است[5] اماچہ کند کہ ایں نہ آبی است کہ غبار غم ہجراں از روئے دل یا مغز جان بشوید، وآنکہ گردی برمی دارد، و دردے می چیند، عبارات آبدار و اشارات تابدار آں افاضت پناہ بصیرت انتبا[6] است کہ آن نتیجۂ انتظار می دانند، روزیکہ از دیدہ درآمدہ بدل نمی گذرند، چہ گوید کہ در دل و جان چہ می گذرد، واگرچہ منصب عبودیت آنست کہ اگر او ہجراں خواستہ باشد صد مرتبہ بروصل شرف دہند۔ اما گو آں[7] زہرہ و جگر و کرا آں رضا و تسلیم دریں جا تسلیم از عدم مروت میدانند[8]، حیرانست کہ سوادا کفرے سرزدہ باشد، اما کفر محبت را اسلام[9] می داند، بلکہ کفر و اسلام ہر دو گناہ[10]۔

کفر کافر را و دین دیندار را   ذرۂ دردش دل عطار را

ایں[11] اشتیاق نامہ را مرا نگاہ دارند، ونشنوند کہ شستہ نخواہد شد، مامول[12] از اخلاق رضیہ آنکہ ہرچہ جوہری داشتہ باشد بگیرند، صد آفریں کہ بندہ را خوب شناختہ اند و دیدہ نادیدہ را مشتاق منتظر ربانی و مطلع نورانی خود دانند، در دل خود چہ جائے گنجیدن عزیزاں خالی بگذاشتہ[13] اند، اگر اعزہ برنجند ایشاں متعہد جواب اند، من خود کار ساختگی نمیدانم پارۂ سوختیم پوست کندہ از مغز جان خود نفس می برآرم و میدانم کہ محبت ایشاں از طریق مدارا و صلح کل نیست، از ربط

---

[1] ن "ساقی و جام مے و نوشہ و ہر است ایں جا"   [2] ن "ناز" ہے   [3] ن "پرفتن"
[4] ن "بخالخ" ہے۔ (؟)   [5] ن "است" نہیں ہے   [6] ن "اگراں"
[7] ن "می دانند"   [8] ن "کامل"   [9] ن "اند"   [10] ن میں "ایں" نہیں ہے۔
[11] ن "رضا برسند چہ قید رضا"   [12] ن "گذاشتہ"   [13] ن "برنجیدن"
[14] ن "خواہند بود"   [15] ن میں نہیں ہے۔

Marfat.com

روحانی و خواہش صمیمی است، آنکہ فقیر بخدمت ایشاں گفتہ۔ در راہ ما ولتر گاپو کمن کہ ہست۔ صادق می آید حسب حال ایشانست کہ از زبان ایشاں گفتہ شدہ بہر حال گفتہائے من بپزیرند و بر گفت من نگیرند۔ والسلام والاکرام

یکچند دماغ بدود چراغ تیرہ ساخت و یکچند چشم خرد بصحبت ابنائے زماں۔۔۔۔ از صحبت ناس غیر از یاس ہیچ روئے نمود، و از دریافت مردم درد خیر نیافت، باوجود ایں ہمہ دل دردمند ہماں در جست و جوست، و زبان خواہش ہمچناں در گفتگو کہ بدیا دلی رسد کہ دل از و آب خوردہ التہاب دوے انطفی یابد۔

اکبر کے انتقال پر شیخ محدثؒ کا خط
نواب سید فرید مرتضیٰ خاں کے نام

(مندرجہ ذیل خط جس کا عنوان ہے "تنبیہ الغافلین بغنار الدنیا و اربابہا واغترار الجاہلین بزخار فہا واسبابہا" شیخ محدثؒ نے اکبر کے انتقال پر نواب سید فرید مرتضیٰ خاں کو لکھا تھا اور ہدایت کی تھی کہ جہانگیر کے سامنے بھی اس کو پیش کر دیا جائے۔ مراۃ الحقائق میں لکھا ہے:

ایں رسالہ در واقعۂ رحلت جلال الدین اکبر بادشاہ برکن السلطنت نواب سید فرید مرتضیٰ خاں برائے اطلاع و آگہی نور الدین محمد جہانگیر پادشاہ فرستادہ شد"

یاد رہے کہ حضرت شیخ "ستر و کتمان" کے قائل تھے اور پردے پردے میں بات کرتے تھے۔ اس خط میں انہوں نے اکبر کی ایک ایک گمراہی کی نشان دہی کی ہے اور اس کے جانشین کو آگاہ کیا ہے کہ کہیں وہ ان گمراہیوں کا اعادہ نہ کر بیٹھے۔ یہ خط بہت غور سے مطالعہ کے قابل ہے۔ اس میں شبر کی حکایت، پیغمبری کی نوعیت پر گفتگو، "انقیاد شریعت و اعتقاد مسلمانی" کا مطالبہ شیخ کے احساسات اور تاثرات کا پتہ دے رہا ہے۔)

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

سبحان الملک الحی الذی لا یموت ولا یفوت غبار محنت و کدورتے کہ از ہیجان ایں واقعۂ عظیمہ و داہیۂ شدیدہ بر صفحات خواطر خلائق نشستہ و حیرتے و وحشتے کہ از یکایک واقع شدن ایں حادثہ روئے دادہ از حیطۂ تحریر و تقریر بیرون است، چہ تواں کرد سنت الٰہی بریں جاری ست، تا بود چنیں بود، چہ شاہ چہ گدا ہمیں راہ است۔ شعر ؎

Marfat.com

ہر کہ آمد بجہاں اہلِ فنا خواہد بود
وآنکہ پاینده وباقیست خدا خواہد بود

حق جل وعلی بدولت وشوکت ایں بادشاہ گردوں شکوہ قوی دولت جواں بخت ابد اللہ جلالہ وخلد فی مراضیہ ملکہ واقبالہ تمامہ برایارا از خاص وعام خصوصاً زمرہ اہل اسلام را کنف امن وامان وسایہ عدل واحسان از جمیع آفات ومکروہات محفوظ ومصئون دارد، اللھم اصلح الامام والامۃ والراعی والرعیۃ والف قلوبھم فی الخیرات، ایں دعا از عظماء مشائخ قدس اللہ اسرارہم مرویست ومداومت براں مثمر سعادت دنیا وآخرت وباعثِ امن وامان ظاہر وباطن ست، دیگر ایں دعا اللھم اصلح امۃ محمد اللھم ارحم امۃ محمد اللھم اغفر لامۃ محمد گفتہ اند کہ ہر کہ براں دوام نماید در مرتبہ بپایہ ابدال نشیند، واللہ الموفق اکنوں از فنائے دنیا وبے ثباتی آں چگوید وچہ نویسد قال بعض الحکماء الدنیا اشبہ شیٔ بظل الغمام ونوم الاحلام میگوید، دنیا مانند سایہ ابراست کہ رواں میگذرد، یا مثل خواب شیطانی ست کہ مرد بالغ می بیند، در تشبیہ اول فنا وبے ثباتی دنیا را وانمود ودر ثانی حقارت وقلت متاع آنرا بیان کرد ے گفت یا خوابیست یا بادیست یا افسانہ۔ مثل مرگ حادثہ درمیان کہ بیشک و شبہ رسید نیست وآدمی زاد ازاں غافل نشستہ ودیدہ عبرت وحیرت فرو گرفتہ وبر بستر غفلت افتادہ پروا ندارد کہ چہ کارے سخت ومہمے صعب در پیش دارد، ومیگویند کہ یقین مشکوک کدام ست یعنی چیزیکہ آدمی بیقین داند وباوجود یقین دراں شک دارد گویا نمی داند، آں چہ چیز است گفتہ اند کہ آں مرگ است، بیقین میدانند کہ رسیدنی ست اما چناں زندگی میکنند وبرنہج میروند کہ گویا نمیدانند تبارک اللہ ایں چہ قدرتست وایں چہ پردہ کہ برروئے آدمی زاد فروہشتہ اند وایں غفلت وفریب ست کہ وے میخورد وہماں مثل شیر ومرد گریزندہ از پیش اوست۔ حکایت می آرند کہ شیرے در بیابانے بدنبال مردے افتادہ بود، وے از پیش شیر گریختہ میرفت، چوں مجال گریز تنگ آمد اضطرار خود را در خرابہ چاہ زد وہم در اثنائے راہ

Marfat.com

بشاخہا و بنجہائے گیاہ کہ دران چاہ بود دست زدد معلق ماند در پایاں چاہ میکند اژدہائے می بیند، دہاں باز کردہ نشستہ کہ اگر بیفتد ہم در نفس فرو برد، شیر کہ در دنبال بود آمدہ بر روئے چاہ ایستادہ کہ اگر برآید ہم در ساعت کارش تمام کند، ساعتے لطیف متعلق باں حشیش دمے زدہ و نفسے راست کردہ بود کہ موشے چند رسیدند و رشتہائے گیاہ را کہ مثال رشتہ عمر آدمی ست و بداں متعلق است بریدن گرفتند، بیچارہ حیران ماند کہ چہ کند، اگر پایاں افتد اژدہا نشستہ و اگر بالا رود شیر ایستادہ تن بہ بلا در داد و منتظر ہلاک نشست، نگاہ نظرش بر لانہ نحلے افتاد کہ در کنج دیوار چاہ شہدے قے کردہ، مرد آں ہمہ را فراموش کرد، ہم از شیر وہم از اژدہا و موش چشم بربست و انگشتے باں شہد زد و باں مزاحمت مگساں و نیش زنبوراں شہد لیسیدن گرفت دو سر انگشت شہد نہ لیسیدہ بود کہ رشتہ عمر گستہ شد و در چاہ محنت و اندوہ بکام اژدہائے مرگ فرو رفت، اکنوں ما شہد لیساں آں چاہیم کہ شیر قضا در قفائے ماست وامروز فرداست کہ در چاہ بلا کہ دنیا است بکام اژدہائے مرگ فرو رفتہ ایم کاش کہ مدت حیات معین بودے و امتداد ایں مسافت معلوم گشتے کہ چندست تا موافق آں راہ روشے بخود قرار دادندے و قطع ایں مسافت بتانی و تدریج کردندے و یک قسم فراغتے و قرارے یافتندے، و نفسے چند براحت زدندے، ہیچ معلوم کہ مدت عمر چندست و بعد ازیں مسافت چہ قدر، در ہر گام و در ہر نفس خطرست و احتمال آنکہ ہمیں آخر باشد، روز و ہفتہ و ماہ را خود کہ داند و اگر فرضا معلوم بودے و دراز بودے ہم چہ بودے، چوں رفتنی است و گذشتنی، چہ معلوم و چہ نامعلوم و چہ دراز و چہ کوتاہ ؎

چوں قامت ما برائے غرق است — کوتاہ و دراز را چہ فرق است

اگر صد سال مانی ور یکے روز — بباید رفت زیں کاخ دل افروز

دریں صندل سرائے آبنوسی — گہے ماتم بود گاہے عروسی

چو بہر شادی و غم جائے رو بند — بجائے سر بجائے پائے کو بند

دنیا اگر دائم بودے و اسباب دنیا دائم و عیش و فراغ خاطر و آسائش و وقت متصل
آنگاه اگر یکے بہ محبت مولیٰ و شوق آں عالم ازاں صبر کردے و بزخارف آں التفات ننمودے
کارے بود اکنوں کہ فانی ست و سراسر وحشت و کدورت و محنت و مشقت و صد بلا بر بالائے
ہم افتادہ ترک آں چہ مقدار کارست کہ بداں بنازند و بر فوت آں حسرت خورند، اگر یکے نقدے
ازاں دست بدارد و کامے چند فراتر نہد تمام خود حسن نیست صرفہ روزگار خود کردہ باشد و
منتے بر جان وقت خود نہادہ اما خاصیت ایں شراب چنیں افتادہ، ہر جرعۂ کہ ازاں بخورند و ہر
قطرۂ کہ ازاں بنوشند بحر عس زیادتی کند و تشنہ تر سازد تا مستی آرد و بے خبر گرداند، آنگاہ نصیحت
را بگوش او راہ نباشد و اندیشہ عاقبت را در سر او جائے نہ مستی و غرور دنیا و حکمرانی بجائے کشد
کہ دعوئے خدائی و پیغمبری کنند، دیگر چہ تواں گفت، فرعون باں سر حد زمین مصر کہ ملک او بود
و دہ روزہ راہ بیش نبود دعوئے خدائی کرد، دیگراں را چہ گوید آں از خدا بیخبر نمیدانست کہ خدا
آفریدگار آسمان و زمین باشد، تو خود کلوخے یا مگسے در عالم پیدا نکردہ دیگر ایں دعوی چیست'
دیوانہ ہم نبود تا اینہا از سر دیوانگی گفتہ باشد، اگر دیوانہ بودے موسیٰ پیغمبر را علیہ السلام
بدعوت وے چرا پیغمبر ساندند، دعوت انبیاء صلوٰۃ اللہ و سلامہ علیہم عقلا را بود مجانین را
ایں نبود مگر غرور و مستی دنیا و ملک و سلطنت کہ او را بدیں ہذیانات میداشت در سرشت بعضی
غرور و حماقت ضمیر کردہ اند کہ فہم و تمیز را از ایشاں بر میگیرند و باوجود عقل عزیزے کار دیوانہا
میکنند و سخن دیوانہا میگویند، دیوانہ نیستند اما دیوانہ صفت اند، یکے دیگر بر می خیزد و دعوی پیغمبری
میکنہ و ہیچ نمیداند کہ معنی پیغمبری چیست، پیغمبری میانجی شدن است میان خدا و خلق از خدا فیض
میگیرد و بخلق میرساند و پیغمبر از اول عمر تا آخر از گناہاں معصوم بود و بعالم قدس و ملکوت متصل
و فرشتہ بروئے بیاید و پیام حق بگذارد و معجزات بنماید و در زمین و آسمان تصرف کند و قرص
ماہ را باشارۂ انگشت دو پارہ سازد و چشمہا از انگشتاں رواں گرداند و درختاں او را سجدہ برند و
سنگ و گیاہ بروئے سلام کنند و ہامے کتابے باشد کہ اگر جن و انس ہمہ جمع شوند مانند سورہ

Marfat.com

ازاں نتوانند آورد، واگر تمامہ علماء وعقلائے عالم او را تفسیر کنند بپایاں نتوانند آورد و پیغمبر شریعتے بنهد و عالم را بنور علم وایمان منور گرداند، کافراں را از کفر و جاہلاں را از جہل بیروں آرد و دوراں را نزدیک گرداند و گمراہاں را براہ راست بردو در تمامہ خوبیہائے ظاہر و باطن وصورت و سیرت از ہمہ کس افزوں تر و بالاتر باشد و ہیچکس در ہیچ خوبی مانند وے نبود، و پیغامبر را امت بود و بصلاح و فلاح آراستہ و بحلیہ محبت و اعتقاد پیراستہ، نزدیکاں وے در علم و عمل و زہد و تقویٰ و نورانیت از ہمہ پیشتر و بیشتر و بمتابعت وے جامع کمالات و مظہر خوارق و کرامات گشتہ، پیغمبری نہ مجرد دعوی و غلبہ و سلطنت و شوکت ست اینہا ہمہ روشن ست اما با مت چہ تواں گفت۔ نعوذ باللہ من الغباوۃ الغوایۃ۔

در آدمی سہ چیز ست، نفس و قلب و روح، جبلت نفس ہم ازیں عالم کون و فساد ست و ہمیں لذات جسمانی و مستلذات حسی کمال اوست و نفس زینے ست و ظلماتے. و از اجزائے بدن ست، غایت آنکہ نسبت باجزائے دیگر ایں قدر لطافت و نورانیت پیدا کردہ کہ چیزے از محسوسات تواند دریافت و مادہ سمع و بصر و شم و ذوق و لمس گشت و نفس از لذات عقلی و روحانی خبر ندارد و ہمیں نفس است کہ آدمی را گرفتار ایں عالم ساختہ است و روح لطیف ست و نورانی محض و از عالم بالا ست و توجہ او ہمیشہ بعالم قدس و لذت وے بعلم و معروف است و محبت مولیٰ تعالیٰ شانہ و شناخت ذات و صفات وے تعالیٰ و تقدس نصیب اوست و لیکن بعلت تعلقے کہ او را ببدن دادہ اند و از اختلاطے و ازدواجے کہ او را بانفس واقع شدہ گرفتار عشق و محبت نفس گشتہ و سر رشتہ گم کردہ است و تعلق روح را بانفس بعینہ مثل تعلق مرد با زن گفتہ اند کہ از ازدواج آنہا لطیفہ قلبیہ پیدا شدہ و قلب متقلب بود، میان روح و نفس اگر بر یکے احکام روحانی غالب آید و نفس و قلب تابع او شوند و ایں بسے نلور افتد از نیجا ہمہ خیر و صلاح آید و اگر نفس غالب آید و روح و قلب تابع افتاد ہمہ شر و فساد خیزد ایں سخن مشہور ست در محل خود مشرح تر از یں بیان یافتہ است مقصود اینجا بیان تذبذب و در کشاکش

افتادن آدمی زادست کہ از یک طرف عقلش بجانبی میخواند و از طرف دیگر ہوا بجانب دیگر می برد و بصد محنت و شدت گرفتار است باز ایں محن و شدائد آں عالم بہ تفصیل بیندیشد و تصور کند از خود رود و از ہم پاشد، و در حدیث آمده است

لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلاً و لبکیتم کثیرا

فرموده اگر بدانید انچہ من دانم از احوال مبداء و معاد و آخرت کہ چہارفتہ است و چہا پیش آمدنی ست کم بخندید و بسیار بگرئید ولیکن چوں حکمت ابتلاے و قضاے الٰہی اقتضاے آں کرده کہ ایں عالم را از نظرہا پوشیده و در پرده غیب داشتہ است و انچہ می بینند و می یابند عین عالم ظاہر است ازینجا فریبے خورده اند و سررشتہ گم کرده کہ یعلمون ظاھرا من الحیوۃ الدنیا وھم عن الاٰخرۃ ھم غافلون مخبران صادق کہ حضرات انبیا اند صلوٰۃ اللہ و سلامہ علیھم اجمعین خبر آں عالم میرسانند و انوار علم و ہدایت می نمایند اما مردم چناں در ظلمات نفس و طبیعت افتاده اند کہ قطعاً گوش نمی نہند و قدم نمی زنند حقیقت حال بعد از مردن منکشف گردد کہ چیست ؎

باش تا پرده براندازد جہاں از روے کار

انچہ امشب کردۂ فردات گردد آشکار

الناس نیام فاذا ماتوا انتبھوا فرموده مردم در خواب غفلت اند چوں بمیرند بیدار شوند و آگاه گردند ؎

خلق تا در جہانِ اسباب اند

ہمہ در کشتی اند و در خواب اند

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، اکنوں اگر گویند پس چہ کار باید کرد و کجا باید رفت، سخن بہ نقیض آمد ترک دنیا می فرمایند و تجرید از خلق و خلاف طبیعت و مخالفت نفس می خوانند و وجود ایں حال محال و از دست آمدن ایں کار مشکل آدمی زاد تا در قید حیات ست و در دنیاست

Marfat.com

از اسباب دنیا و معیشت با بنی نوع و آسائش طبع و قید نفس چاره ندارد و مدار حیات دنیا و انتظام کار عالم بریں ست، جوابش بدانکہ تا سخن را نیک نفهمند و بکنہ آں در نروند دل نشین نگردد و جز حیرت و سراسیمگی نیارد مقصود ازانکہ گویند ترک دنیا باید داد و از خلق برکرانہ باید بود و براہ مخالفت نفس و طبیعت رفت آنست کہ خلاف حق نکنند و از جادہ بیروں نروند و راہ و روشے کہ در دین و شریعت قرار دادہ اند از دست ندہند، بایں نوع اگر بظاہر با خلق باشند در باطن با حق اند و اگر بصورت در دنیا باشند بمعنی ترک دنیا اند چہ دریں صورت اگر موافق نفس عمل نمایند در حقیقت مخالف آں کردہ باشند، محققان گفتہ اند کہ مقصود اصلی موافقت حق ست نہ مخالفت نفس یعنی سالکاں کہ برخلاف نفس روند و برضد وے کارے کنند برائے آں کنند کہ نفس موافق حق گردد و براہ راست رود و اگر او خود براہ راست رود مخالفت او معنی ندارد فقرا اند و اغنیاء امراء اند و رعایا مالکانند و مملوک خادمانند و مخدوم و علیٰ ہذا القیاس، فقراء را صبر باید، و اغنیاء را شکر، امراء را عدل، رعایا را انقیاد، مالکاں را رحم، و مملوکاں را خدمت، خادماں را ادب، و مخدوماں را عنایت، ہرکدام از ہر طائفہ کہ براہ و روش خود روند و طریقہ بندگی و انصاف از دست ندہند واصل و مقرب و مقبول درگاہ باشند، ازینجا گفتہ اند کہ سلوک ہر طائفہ حرفت اوست یعنی ہر کسے بر ہر حرفتے و کارے کہ باشد اگر بر منہاج قاعدہ و ادب رود سالک ست دعوت شریعت غرا ہمبریں نہج است، سرور کائنات و سید رسل صلوٰۃ اللہ و سلامہ علیہ ہیچکس را از ہر حرفتے کہ داشت بیروں نیاورد، مزارعان را در کار زراعت گذاشت و تاجراں را در تجارت و متاہلاں را با اہل و عیال و مجرداں را در ترک و تجرید و اغنیاء را با مال و منال و فقراء را با فقر و فاقہ ولیکن ہر طائفہ را قاعدہ و دستور العملے مقرر داشت تا براں نمایند و از جادہ بیروں نروند، بیروں کہ آورد از کفر و معاصی بیروں آورد و دیگر ہمہ را درون دائرہ گذاشت سر سعادتہا انقیاد شریعت و اعتقاد مسلمانی ست و یقین داشتن بر آنکہ ہر عمل را اجرے ست

Marfat.com

وہر گروہ را جزائے وعاقبت عمل نیک نیک وعمل بد بد فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ غایت آنکہ فرقِ جزائے خیر را ہم در دنیا طلبند واز آخرت غافل باشند وجماعۃ دیگر را مطمع نظر جزاء آخرت ست وکار دنیا سہل انگارند وہر کس ہر کارے مشروع کہ برائے خدا کند او را ہم دنیا شود وہم آخرت فعند اللہ ثواب الدنیا والآخرۃ عاقبت بخیر باد۔

Marfat.com

اہم سیاسی، ادبی اور مذہبی واقعات

(بہ اعتبار سنین)

۹۵۸ ہجری	ولادت شیخ عبدالحق محدث دہلوی
۹۶۰ ھ	انتقال سلیم شاہ سوری
۹۶۱ ھ	ہمایوں نے دوبارہ اقتدار حاصل کیا
۹۶۳ ھ	شمالی ہندوستان میں شدید قحط
	ہمایوں کا انتقال اور اکبر کی تخت نشینی۔
	شیخ عبدالوہاب متقی رح مکہ معظمہ میں۔
۹۶۸ ھ	بیرم خاں کا قتل
۹۶۹ ھ	اکبر اجمیر میں
۹۷۰ ھ	وصال شیخ محمد غوث گوالیاری شطاری۔
۹۷۱ ھ	ولادت شیخ احمد سرہندی المعروف بہ مجدد الف ثانی رح
	جزیہ معاف کیا گیا۔
۹۷۳ ھ	ولادت خواجہ محمد باقی باللہ رح
	شیخ عبدالنبی صدر الصدور مقرر ہوئے
۹۷۵ ھ	وفات شیخ علی متقی رح — فیضی دربار اکبری میں۔
۹۷۶ ھ	وفات شیخ ادہن بن بہاء الدین جونپوری۔
	ولادت شیخ بلاول — پیدائش شہزادہ سلیم۔
۹۷۷ ھ	فتح پور سیکری کی تعمیر کے لیے احکامات جاری ہوئے۔

Marfat.com

۹۷۸ھ	ولادت شہزادہ مراد
۹۷۹ھ	وفات شیخ نظام الدین انبیٹھوی — وفات شیخ سلیم چشتی
۹۸۱ھ	تصنیف "خوارقات" در حالات سید محمد گیسو دراز
	ابو الفضل اور بدایونی دربار میں پیش ہوئے۔
	تصنیف "صراط المستقیم" از شیخ خوب محمد چشتی
۹۸۲ھ	گجرات میں قحط۔
۹۸۳ھ	گلبدن بیگم کی روانگی حج کے لیے۔
۹۸۶ھ	عبادت خانہ میں جلسے شروع ہوئے۔
۹۸۷ھ	اکبر نے خطبہ پڑھا — محضر جاری ہوا۔
	تصنیف "تحفہ اکبر شاہی" عباس شیروانی۔
۹۸۸ھ	مخدوم الملک اور عبد النبی جلا وطن کیے گئے۔
	وفات مولانا محمد یزدی۔
۹۸۹ھ	اجراء دین الٰہی — محمد حکیم مرزا گورنر کابل کی بغاوت
	وفات شیخ رزق اللہ مشتاقی — وفات شیخ جلال الدین تھانیسری
	وفات شیخ محمد اسحاق سہروردی۔
۹۹۰ھ	ترجمہ مہابھارت (رزم نامہ) از بدایونی۔ وصال شیخ سیف الدین
۹۹۲ھ	سنہ الٰہی جاری ہوا
۹۹۳ھ	"مرکز ادوار" فیضی مکمل ہوئی — "تاریخ الفی" شروع ہوئی۔
	نور اللہ شستری نے "مجالس المومنین" لکھنی شروع کی۔
۹۹۴ھ	"بابر نامہ" کا فارسی ترجمہ شروع ہوا۔
۹۹۵ھ	ابو الفضل نے "رزم نامہ" کا مقدمہ لکھا۔ فیضی نے "لیلاوتی" کا ترجمہ کیا۔

Marfat.com

۹۹۵ھ	جوہر نے "تذکرۃ الواقعات" کی ابتداء کی۔
	شیخ عبدالحق دہلویؒ گجرات پہنچے۔
۹۹۶ھ	شیخ عبدالحق دہلویؒ حجاز میں۔
	کلیات عرفی کی تکمیل ہوئی۔
	ملا احمد تتاوی (تاریخ الفی) کا قتل
	ابوالفضل نے "عیار دانش" مکمل کی۔
۹۹۷ھ	شیخ نظام نارنولیؒ کی وفات۔
۹۹۸ھ	"بابرنامہ" کا فارسی ترجمہ مکمل ہوا۔
	شیخ وجیہ الدین گجراتیؒ کی وفات
	"جذب القلوب الیٰ دیار المحبوب" شروع کی گئی۔
۹۹۹ھ	تکمیل ترجمہ "رامائن" از عبدالقادر بدایونی۔
	تکمیل "اخبار الاخیار"
	وفات عرفی۔
۱۰۰۰ھ	ولادت شاہجہاں
	تکمیل "تاریخ ہمایوں" از بایزید۔
	"برہان المآثر" (علی بن عزیز اللہ طباطبائی) کی ابتداء
۱۰۰۱ھ	انتقال شیخ مبارک ناگوری۔
	"جذب القلوب" مکمل ہوئی۔
۱۰۰۲ھ	"سواطع الالہام" فیضی مکمل ہوئی
	"ہفت اقلیم" امین رازی مکمل ہوئی۔
	"طبقات اکبری" (نظام الدین) کی آخری تاریخ۔

Marfat.com

۱۰۰۳ھ وفات مرزا نظام الدین احمد بخشی۔

تکمیل "زاد المتقین"

تکمیل "نل و دمن" فیضی

"منتخب التواریخ" (بدایونی) کی آخری تاریخ

وفات حکیم عین الملک والد نورالدین محمد جامع "لطیفۂ فیضی"

۱۰۰۴ھ تکمیل برہان المآثر۔

"تاریخ حقی"

انتقال فیضی

تکمیل "منتخب التواریخ"

تکمیل "اکبرنامہ"

۱۰۰۵ھ وفات نورالدین طباطبائی۔

۱۰۰۶ھ تکمیل "سراج الاستخراج" ملا فریدالدین مسعود بن حافظ ابراہیم دہلوی

ترجمہ "یوگ وشسٹھ"

۱۰۰۷ھ ولادت خواجہ محمد معصوم رح

۱۰۰۹ھ تصنیف "حفظ مراتب" شیخ خوب محمد چشتی رح

ایسٹ انڈیا کمپنی کو منشور ملکہ ایلزبتھ کی جانب سے۔

"اکبرنامہ" کی تکمیل۔

۱۰۱۰ھ "احوال ائمہ اثنا عشر خلاصہ اولاد سید البشر"

۱۰۱۱ھ قتل ابوالفضل

۱۰۱۴ھ انتقال اکبر۔ تخت نشینی جہانگیر

سلطان خسرو بن جہانگیر، شیخ نظام الدین بن عبدالشکور تھانیسری کی

Marfat.com

۱۰۱۴ھ	خدمت میں۔
	"اخبار الاصفیاء" از عبدالصمد
	"نورالعین" (شرح قران السعدین) از شیخ نورالحق رح
۱۰۱۵ھ	وفات محمد رح معصوم مصنف تاریخ سندھ۔
	"گلشنِ ابراہیمی" فرشتہ۔
۱۰۱۷ھ	"فرہنگ جہانگیری" از جمال الدین حسین۔
	"تذکرۃ الملوک" از رفیع شیرازی
۱۰۱۹ھ	"اشعۃ اللمعات" کی ابتداء
۱۰۲۰ھ	"مرآۃ سکندری" از سکندر محمد بن محمد اکبر
۱۰۲۱ھ	"تاریخ خان جہانی و مخزن افغانی" نعمت اللہ ہروی
۱۰۲۳ھ	"مفتاح فتوح الغیب"
۱۰۲۴ھ	وفات شاہ ابوالمعالی رح
	پیدائش داراشکوہ
۱۰۲۵ھ	وفات شیخ محمد صادق بن شیخ احمد سرہندی رح
	پیدائش شہزادہ شجاع
	تکمیل "اشعۃ اللمعات"
	تکمیل "لمعات التنقیح"
	ترتیب مکتوبات شیخ احمد سرہندی رح
۱۰۲۸ھ	پیدائش اورنگ زیب
۱۰۳۳ھ	وفات ہندو شاہ فرشتہ
	تکمیل "شرح سفر السعادت"

Marfat.com

۱۰۳۴ھ	انشاء ہرکرن
۱۰۳۷ھ	وفات جہانگیر
۱۰۴۵ھ	وفات میاں میرؒ
۱۰۴۶ھ	وفات شیخ بلاولؒ
۱۰۴۹ھ	وفات محمد شریف معتمد خان "اقبال نامہ جہانگیری"
	"سفینۃ الاولیاء"
۱۰۵۰ھ	انشائے منیر
۱۰۵۲ھ	وفات شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ

Marfat.com

ہماری دیگر کتابیں

مشکوٰۃ شریف مترجم مجلد ۳ جلد ڈائی دار	۱۱۲ — ۵۰
غنیۃ الطالبین مجلد پلاسٹک	۳۷ — ۰۰
شمائل ترمذی مجلد پارچہ	۲۱ — ۰۰
اخلاق اور فلسفہ اخلاق مجلد پارچہ	۲۷ — ۰۰
حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی مجلد	۳۶ — ۰۰
بہشتی زیور مجلد پلاسٹک	۳۰ — ۰۰
تذکرہ مصنفین درس نظامی	

اس کے علاوہ ہر قسم کی دینی کتب کا مرکز

مکتبہ رحمانیہ ۱۸ اردو بازار لاہور

Marfat.com